اَللِّبَاسُ الْمَحْمُوْد

شرعی لباس، زینت و پردہ

مؤلفہ

مفتی ابوالکلام شفیق القاسمی المظاہری

([illegible])

باہتمام

عبداللہ جمیل

مکتبہ البلاغ دیوبند

اللباس المحمود

شرعی لباس، زینت، وپردہ

تصحیح شدہ نسخہ

مؤلفہ

مفتی ابوالکلام شفیق القاسمی المظاہری

استاذ مدرسہ مظاہر العلوم سیلم

و

دارالعلوم زکریا دیوبند

اجمالی فہرست مضامین ابواب

۱ باب اول لباس سے متعلق قرآنی آیت ۳۰

۲ باب دوم عصر رسالت ﷺ کے پوشاک ۵۲

۳ باب سوم ستر ۱۶۳

۴ باب چہارم لباس ۱۸۵

۵ باب پنجم اسلام اور زینت ۲۶۹

۶ باب ششم فتاوی ۳۰۲

۷ باب ہفتم پردہ سے متعلق رسائل ۴۵۰

تفصیلی فہرست مضامین ابواب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	فہرست مضامین	ا،ب -تا- ق
۱	مقدمہ طبع ثانی	۱
۲	مقدمہ طبع اول	۳

باب اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	لباس سے متعلق قرآنی آیات	۷
۳	لباس کے دو فائدے	۱۰
۴	لباس کی ایک تیسری قسم	۱۱
۵	احکام پردہ سے استثناء	۲۱

باب دوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	عصر رسالت ﷺ کے پوشاک	۲۵
۶	القَلَنْسُوَة ٹوپی	۲۶
۷	العِمَامَة عمامہ	۲۹
۸	عمامہ کا استحباب	۳۰
۹	انواع عمامہ	۳۲
۱۰	عمامہ کا رنگ	۳۴
۱۱	العِصَابَة چھوٹا عمامہ	۳۵
۱۲	النقاب وہ کپڑا جو چہرا ڈھانکنے کے لئے ناک کی پھنگی پر رہتا ہے	۳۶

۱۳	اللِّثَامُ	ناک اور سر کے اردگرد لپیٹا جانے والا کپڑا	۳۸
۱۴	بُرُدَةٌ	دھاری دار چادر	۳۸
۱۵	بُرُد	لکیر والا کپڑا	۴۱
۱۶	البِجَادُ	دھاری دار چادر	۴۲
۱۷	الحِبَـرَة	مزین چادر	۴۳
۱۸	الخَمِيْصَة	اون اور ریشم کی کالی یا سرخ دو لکیر والی چادر	۴۵
۱۹	الرِّدَاء	چادر	۴۷
۲۰	آنحضرت ﷺ کی چادر کی لمبائی چوڑائی		۴۸
۲۱	الرَّيْطَةُ	چادر	۴۹
۲۲	الشَّمْلَةُ	۱- پورے بدن کو ڈھانکنے والی چادر۔ ۲- تہہ بند	۵۰
۲۳	الطَّيْلَسانُ	کندھے اور کمر پر اوڑھی جانے والی گول چادر	۵۱
۲۴	العَبَاءَة	دھاری دار چادر	۵۳
۲۵	المِطْرَف	مخلوط ریشمی دھاری دار چادر	۵۵
۲۶	المُلاءَةُ	دوہری چادر	۵۶
۲۷	النَّمِرَةُ	دھاری دار چادر، یا کمبل	۵۷
۲۸	النِّسَاجةُ	بنی ہوئی چادر	۵۷
۲۹	المِلْحَفَة	شال	۵۸
۳۰	المندیل	۱- چھوٹا تولیہ۔ ۲- دستی	۵۹
۳۱	البُرُنُسُ	وہ کرتا جس کے ساتھ سر ڈھانپنے والا حصہ جڑا ہوا ہو	۶۰
۳۲	القمیص	کرتا	۶۲
۳۳	کرتا پہلے پہنا جائے بعد میں لنگی		۶۲

۳۴ کرتے کے اوپر رومال یا چادر اوڑھنا ۶۳
۳۵ آستین کی لمبائی کہاں تک؟ ۶۳
۳۶ السِرْبَال کرتا، پوشاک ۶۳
۳۷ القُرْطُق کرتا ۶۴
۳۸ الجُبَّة شیروانی نما گرم کوٹ ۶۵
۳۹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگ آستین والا کرتا کیوں؟ ۶۶
۴۰ الفَرُّوج چوغہ ۶۷
۴۱ القَبَاءُ چوغہ ۶۹
۴۲ الفَرْوة ۱ چمڑے کا کوٹ۔ ۲ دباغت دیا گیا ہوا چمڑا ۷۰
جس پر ہلکے ہلکے بال بھی ہوں ۷۳
۴۳ المُسْتُقَةُ دراز آستین کے چمڑے کا کوٹ ۷۱
۴۴ الغِلَالَةُ کرتے کے نیچے پہنا جانیوالا کپڑا ۷۲
۴۵ الحُلَّةُ جوڑا ۷۳
۴۶ حکیم بن حزامؓ کا ایک دلچسپ واقعہ ۷۴
۴۷ حلہ کی بہت سی قسمیں ۷۷
۴۸ حریر، دیباج، سندس، اور استبرق میں فرق ۷۷
۴۹ الیُمْنَةُ یمنی چادروں کی ایک قسم ۷۸
۵۰ الدِّرْعُ عورتوں کی قمیص ۷۸
۵۱ الخِمار اوڑھنی ۸۰
۵۲ سر پر باریک اوڑھنی نہ اوڑھی جائے بلکہ موٹی ہونی ضروری ہے ۸۰
۵۳ اوڑھنی سے متعلق حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا ایک دلچسپ واقعہ ۸۲

۵۴ الجِلبَابُ ۱۔اوڑھنی ۲۔کرتا ۳۔پورے جسم کو ڈھانپنے والی چادر ۸۳

۵۵ القُفّا ز دستانہ ۸۴

۵۶ الخُنف ایک ردی قسم کا باریک اور سفید کپڑا
جس کی چادر اور لنگی بنائی جاتی تھی ۸۵

۵۷ الخَیُشَۃُ ردی قسم کا کپڑا ۸۸

۵۸ المِرْ طُ بے سلا کپڑا ۸۹

۵۹ الإ زا ر لنگی ۹۲

۶۰ لنگی اور پاجامہ آدھی پنڈلی سے زیادہ اوپر نہیں ہونی چاہئے ۹۳

۶۱ السراویل شلوار ۹۳

۶۲ التُبَّانُ نیکر ۹۶

۶۳ نیکر کا تذکرہ آثار صحابہ میں اکثر ملتا ہے ۹۸

۶۴ النِطَاقُ ۱۔کمر بند ۲۔وہ کپڑا جس کو خواتین تہہ بند کی جگہ
پر دوہری کر کے پہنتی ہیں ۹۹

۶۵ النعل چپل ۱۰۰

۶۶ آپ ﷺ کے چپل گائے کے چمڑے کے ہوتے تھے۔ ۱۰۱

۶۷ آپ ﷺ کے چپل کا رنگ ۱۰۲

۶۸ آپ ﷺ نے چپل کس ہاتھ میں اٹھائے اور کیسے؟ ۱۰۲

۶۹ الجورب موزہ ۱۰۴

۷۰ اَلْخُفُّ چمڑے کا موزہ ۱۰۵

۷۱ المُوقُ باریک موزہ پر پہنا جانے والا موٹا موزہ ۱۰۶

باب سوم

”عورۃ“ ستر کی تفصیلات

۷۱ وہ مقدار کیا ہے جس کا چھپانا ضروری ہے؟ ۱۰۸
۷۲ مرد کا ستر ۱۱۵
۷۳ عورت کا ستر ۱۱۷
۷۴ کافرہ عورتوں سے بھی مردوں کی طرح پردہ کرنا ضروری ہے ۱۱۷
۷۵ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب کی رائے غیر مسلم عورتوں کے متعلق ۱۱۸
۷۶ ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی مولانا علی میاں کے گھر میں ۱۱۹
۷۷ بیوی کا ستر ۱۱۹
۷۸ ایک عورت کا اپنے محارم کے علاوہ دوسروں کو دیکھنا ۱۲۱
۷۹ نابالغ بچے کا ستر ۱۲۲
۸۰ امرد کا ستر ۱۲۲
۸۱ خنثی مشکل کا ستر ۱۲۳
۸۲ مندرجہ ذیل خواتین سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے ۱۲۳
۸۳ مندرجہ ذیل مردوں سے خواتین کا پردہ نہیں ہے ۱۲۴

باب چہارم

لباس

۸۴ لباس ۱۲۷
۸۵ مباح و جائز لباس ۱۲۸
۸۶ چست اور باریک کپڑے ۱۲۸
۸۷ ایسے کپڑے جس سے بدن کی ساخت نمایاں ہو منع ہیں ۱۳۰

۸۸	مرد دیندار ہوں گے مگر عورتوں کے کپڑے غیر اسلامی ہوں گے	۱۳۲
۸۹	اگر ریشم مخلوط ہو تو مردوں کے لئے بھی جائز ہے	۱۴۱
۹۰	ریشم کی وہ مقدار جس کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے	۱۴۱
۹۱	چار انگلیوں کی مقدار کیا ہے؟	۱۴۱
۹۲	چھوٹے بچوں کو ریشم پہنانا	۱۴۳
۹۳	مرد و عورت کے لباس میں تشبہ	۱۴۵
۹۴	غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ ناجائز ہے	۱۴۶
۹۵	تشبہ کے متعلق مفتی ارشاد صاحب القاسمی لکھتے ہیں	۱۴۸
۹۶	عورت کے لئے پینٹ پہننا جائز نہیں	۱۴۹
۹۷	خواتین عمدہ کپڑے پہن کر گھر سے باہر نہ نکلیں	۱۴۹
۹۸	مستحب لباس	۱۴۹
۹۹	نماز کے وقت کا لباس	۱۵۰
۱۰۰	ننگے سر نماز پڑھنا عیسائیوں کا طریقہ ہے	۱۵۰
۱۰۱	نماز میں مستحب لباس	۱۵۴
۱۰۲	نماز میں عورت کا مستحب لباس	۱۵۵
۱۰۳	نماز میں مکروہ لباس	۱۵۵
۱۰۴	سدل کس کو کہتے ہیں؟	۱۵۵
۱۰۵	نماز میں اشتمال الیہود مکروہ ہے	۱۵۶
۱۰۶	منہ ڈھانک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	۱۵۷
۱۰۷	نماز میں عورت کا بغیر حاجت کے نقاب ڈالنا مکروہ ہے	۱۵۷
۱۰۸	پینٹ پتلون کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہے	۱۵۷

۱۰۹ قمیص کو لنگی یا شلوار کے اندر گھسا کر نماز نہ پڑھیں ۱۵۸
۱۱۰ کرتا نصف ساق تک مسنون ہے ۱۵۸
۱۱۱ نیا کپڑا جمعہ کے دن پہننا ۱۶۰
۱۱۲ رسول اللہ ﷺ کا روئی کا کرتا پہننا ۱۶۰
۱۱۳ رسول اللہ ﷺ کا اون کا کرتا پہننا ۱۶۰
۱۱۴ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کرتے گول ہوا کرتے تھے ۱۶۱
۱۱۵ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جیب کہاں ہوتا تھا؟ ۱۶۱
۱۱۶ سفید کپڑا پہننا افضل ہے ۱۶۲
۱۱۷ جلسوں اور مجلسوں میں عمدہ کپڑے پہنکر آنا سنت ہے ۱۶۲
۱۱۸ دو کرتے ایک ساتھ ۱۶۳
۱۱۹ رگزین، اور چمڑے کا کوٹ یا کرتا شلوار پہننا جائز ہے ۱۶۳
۱۲۰ مکروہ لباس ۱۶۴
۱۲۱ ٹخنہ سے نیچے ۱۶۵
۱۲۲ آستین کہاں تک ہو؟ ۱۶۵
۱۲۳ مکروہ رنگ ۱۶۶
۱۲۴ مختلف رنگ ۱۶۷
۱۲۵ کپڑے پہننے کے آداب ۱۶۸

ضیاء القلوب في لباس المحبوب

۱۲۶ شملہ کا بیان ۱۷۱
۱۲۷ اقسام شملہ ۱۷۲
۱۲۸ ٹوپی کی تفصیل ۱۷۳

۱۲۹ قمیص کا بیان ۱۷۳
۱۳۰ جیب کا بیان ۱۷۴
۱۳۱ لباس پہننے کا طریقہ ۱۷۵
۱۳۲ قبا کی وضاحت ۱۷۶
۱۳۳ تہ بند کا بیان ۱۷۷
۱۳۴ آستین کا بیان ۱۷۸
۱۳۵ ریشمی لباس کا حکم ۱۷۸
۱۳۶ موزہ کا بیان ۱۸۰
۱۳۷ کمر پر بیلٹ باندھنا کیا ہے؟ ۱۸۰

رسالہ ضیاء القلوب بزبان فارسی

باب پنجم

اسلام اور زینت

۱۳۸ مہندی لگانا ۱۹۳
۱۳۹ مہندی نہ لگانے پر عتاب ۱۹۳
۱۴۰ عورتیں مہندی کب لگائیں ۱۹۴
۱۴۱ سرمہ ۱۹۶
۱۴۲ کونسا سرمہ لگانا زیادہ بہتر ہے ۱۹۶
۱۴۳ آئینہ ۱۹۷
۱۴۴ خوشبو ۱۹۸
۱۴۵ کنگھی کرنا ۱۹۹

۱۴۶ بالوں کے احکام ۱۹۹

۱۴۷ مردوں کے بالوں کے احکام ۲۰۰

۱۴۸ مونچھ ۲۰۰

۱۴۹ ڈاڑھی ۲۰۱

۱۵۰ ڈاڑھی کی مقدار ۲۰۲

۱۵۱ ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا ۲۰۳

۱۵۲ مدارس کے طلباء اور سر کے بال ۲۰۳

۱۵۳ عورتوں کے بال کے احکام ۲۰۴

۱۵۴ چھوٹی بچیوں کے بال کاٹنا ۲۰۴

۱۵۵ مصنوعی بالوں کا استعمال ۲۱۵

۱۵۶ بھویں باریک کرنا ۲۰۵

۱۵۷ گودنا ۲۰۷

۱۵۸ چاندی کی انگوٹھی ۲۰۷

۱۵۹ انگوٹھی میں نام وغیرہ لکھنا ۲۰۸

۱۶۰ کس ہاتھ میں انگوٹھی ۲۰۸

۱۶۱ کئی نگ والی انگوٹھی مرد کے لئے ۲۱۲

۱۶۲ چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنی جائے ۲۱۳

۱۶۳ آنکھ کے اوپر بالی لگانا ۲۱۴

۱۶۴ مردوں کا ہاتھ میں کڑا پہننا ۲۱۴

باب ششم

لباس اور زینت کے متعلق فتاوی

۱۶۵ ٹوپی کا حکم ۲۱۶

۱۶۶ عمامہ کا حکم ۲۲۰

۱۶۷ عمامہ کی مقدار ۲۲۰

۱۶۸ جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال ۲۲۱

۱۶۹ گاندھی ٹوپی پہننا جائز ہے مگر نماز عمامہ میں ہی افضل ہے ۲۲۲

۱۷۰ بلا ٹوپی و عمامہ والے کی امامت ۲۲۲

۱۷۱ مسنون ٹوپی ۲۲۳

۱۷۲ دو پلی ٹوپی اور گول ٹوپی ۲۲۳

۱۷۳ ٹوپی کا ثبوت ۲۲۴

۱۷۴ لمبی ٹوپی کا ثبوت ۲۲۴

۱۷۵ گول اور لمبی ٹوپی کی سنت کی تحقیق مع فتاوی دار العلوم و مظاہر علوم ۲۲۶

۱۷۶ رامپوری کیپ ٹوپی کا استعمال ۲۲۸

۱۷۷ ٹوپی کی مقدار ۲۲۸

۱۷۸ کامدار ٹوپی و جوتا ۲۲۸

۱۷۹ کوٹ، قمیص، بونٹ، ترکی ٹوپی وغیرہ ۲۲۹

۱۸۰ فوجی ٹوپی پہنکر نماز جائز ہے ۲۳۰

۱۸۱ جالیدار ٹوپی کے ساتھ نماز مکروہ نہیں ۲۳۰

۱۸۲ عاجزی کے طور پر ننگے سر نماز بلا کراہت جائز ہے ۲۳۰

۱۸۳ تولیہ یا رومال باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ۲۳۰

۱۸۴ صرف ٹوپی اوڑھ کر امامت مکروہ نہیں ۲۳۱
۱۸۵ گاندھی کیپ ٹوپی کا حکم ۲۳۱
۱۸۶ انگریزی ٹوپی کی ممانعت اور امام ابو یوسف کے قول کی شرح ۲۳۳
۱۸۷ کونسے لباس مذہب اسلام میں جائز ہے اور پینٹ کوٹ کا استعمال ۲۳۴
۱۸۸ شرعی لباس ۲۳۵
۱۸۹ مسنون لباس ۲۳۵
۱۹۰ لباس اور زینت کے مسائل ۲۳۶
۱۹۱ لباس کو سرخ کر کے پہننا ۲۳۷
۱۹۲ حضور ﷺ کو کونسا لباس پسند تھا؟ ۲۳۷
۱۹۳ پیراہن مبارک کی لمبائی، چوڑائی ۲۳۸
۱۹۴ مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں ۲۳۸
۱۹۵ کرتے کی کیفیت ۲۳۹
۱۹۶ کرتا کہاں تک لمبا ہو ؟ ۲۴۰
۱۹۷ قمیص پہننا ۲۴۱
۱۹۸ آستین ۲۴۱
۱۹۹ آستین کا لمبا ہونا ۲۴۱
۲۰۰ کہنی سے اوپر آستین کا کرتا، حضور ﷺ کا عمومی لباس ۲۴۲
۲۰۱ کرتے میں کالر ۲۴۳
۲۰۲ سیاہ کرتا پہننا ۲۴۳
۲۰۳ پائجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے ۲۴۳
۲۰۴ چوڑا پائجامہ ۲۴۴

۲۰۵	چوڑی مہری کا پائجامہ	۲۴۴
۲۰۶	چوڑی دار پائجامہ	۲۴۴
۲۰۷	پتلون، قمیص، علی گڑھ پاجامہ وغیرہ کا حکم	۲۴۵
۲۰۸	نائلون کا استعمال	۲۴۶
۲۰۹	کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ	۲۴۶
۲۱۰	ٹخنوں سے نیچے پائجامہ	۲۴۷
۲۱۱	قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا	۲۴۷
۲۱۲	پینٹ کوٹ کا استعمال	۲۴۸
۲۱۳	دفتر کے وقت پتلون پہننا	۲۴۸
۲۱۴	کوٹ کے کپڑے اور پیٹی کا ہدیہ	۲۴۹
۲۱۵	لنگوٹ	۲۴۹
۲۱۶	اطلس پہننا	۲۴۹
۲۱۷	ٹسر کا استعمال اور اس کا حکم	۲۵۰
۲۱۸	ٹائی کا استعمال	۲۵۰
۲۱۹	ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے	۲۵۰
۲۲۰	کرتے کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا	۲۵۱
۲۲۱	مردوں کو چاندی کے بوتام	۲۵۱
۲۲۲	چاندی کے بٹن کا مسئلہ	۲۵۱
۲۲۳	چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا	۲۵۱
۲۲۴	فینسی مروجہ برقعہ	۲۵۲
۲۲۵	پرانی وضع کا برقعہ	۲۵۲

۲۲۶ سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلاخیں، سرخی کا حکم ۲۵۳
۲۲۷ فیشن کی چیزیں عورتوں کے لئے ۲۵۳
۲۲۸ چوڑیہائے مختلف ۲۵۵
۲۲۹ عورتوں کا لباس اور ستر ۲۵۵
۲۳۰ عورت کے لئے سیاہ لباس ۲۵۶
۲۳۱ سینہ بند اور عورت کا موئے زیر ناف استرے سے ۲۵۶
۲۳۲ عورت کا انگیہ استعمال کرنا ۲۵۷
۲۳۳ عورتوں کو نیم آستین کا کرتا پہننا ۲۵۷
۲۳۴ چوڑی دار پائجامہ ۲۵۸
۲۳۵ ساڑی کا استعمال ۲۵۸
۲۳۶ عورتوں کو فساق وفجار کا شعار اختیار کرنا ۲۵۹
۲۳۷ مردانہ لباس عورتوں کے لئے ۲۵۹
۲۳۸ عورتوں کو لنگی باندھنا ۲۵۹
۲۳۹ دھوتی باندھنا ۲۵۹
۲۴۰ بعد غسل کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ؟ ۲۶۰
۲۴۱ مرد کے لئے مخمل کا استعمال کرنا ۲۶۰
۲۴۲ تنگ لباس پر تنبیہ ۲۶۰
۲۴۳ مخمل کا استعمال مرد کے لئے ۲۶۱
۲۴۴ حکم مخمل ۲۶۱
۲۴۵ جارٹ کا استعمال ۲۶۱
۲۴۶ چھینٹ کا کپڑا عورت مرد کے لئے ۲۶۲

۲۴۷ نائلون کا استعمال ۲۶۲
۲۴۸ ٹیرلنگ کپڑا کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا ۲۶۳
۲۴۹ مردوں کے لئے کونسے رنگ جائز ہیں ۲۶۳
۲۵۰ کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے؟ ۲۶۳
۲۵۱ ریشم کا کپڑا دودالقز کی تعریف ۲۶۴
۲۵۲ ریشمی رومال وازار بند ۲۶۵
۲۵۳ دھوتی باندھنا ۲۶۶
۲۵۴ مسح علی الخفین ۲۶۶
۲۵۵ اونی، سوتی منعل جرابوں پر مسح ۲۶۷
۲۵۶ نائلون کے موزے پر مسح ۲۶۷
۲۵۷ کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے؟ ۲۶۸
۲۵۸ مروجہ موزوں پر مسح کا مسئلہ ۲۶۹
۲۵۹ نائیلون کی مروجہ جرابوں اور سوتی جرابوں پر مسح کا حکم ۲۸۱
۲۶۰ جرابوں اور سوتی موزوں پر مسح کا حکم ۲۸۱
۲۶۱ انگریزی بوٹ جو پورے پاؤں کو چھپالے اس پر مسح کا حکم ۲۸۳
۲۶۲ جراب سوتی کے اوپر چمڑے کا موزہ پہنکر اس پر مسح ۲۸۳
۲۶۳ لوہے کا جوتا ۲۸۵
۲۶۴ عورتوں کو مردانہ جوتہ پہننے کی ممانعت ۲۸۵
۲۶۵ مردانہ جوتہ کی ایڑی بٹھا کر پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے ۲۸۶
۲۶۶ سلیپر جوتہ پہننا ۲۸۶
۲۶۷ عورتوں کو اونچی ایڑی کا مردانی جوتا پہننا ۲۸۶

۲۶۸ چوڑیہائے مختلف ۲۸۷
۲۶۹ نامحرم مرد جس جگہ نہ ہو وہاں عورت کو باجہ والا زیور پہننا ۲۸۷
۲۷۰ عورتوں کو پیتل تانبہ کا زیور پہننا ۲۸۷
۲۷۱ کانچ کی چوڑیاں عورتوں کو پہننا ۲۸۷
۲۷۲ جس دوات کا ڈھکنا چاندی کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں ۲۸۸
۲۷۳ جس قلم کا نب سونے کا ہو اسکا استعمال جائز نہیں ۲۸۸
۲۷۴ انگوٹھی ۲۸۹
۲۷۵ چاندی وغیرہ کی انگوٹھی ۲۰۹
۲۷۶ انگوٹھی میں سونے کا نگ ۲۰۹
۲۷۷ کئی نگ والی انگوٹھی ۲۹۱
۲۷۸ انگوٹھی اور گھڑی کی چین ۲۹۱
۲۷۹ انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے ۲۹۳
۲۸۰ گھڑی باندھنا کیسا ہے؟ ۲۹۳
۲۸۱ گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے ۲۹۴
۲۸۲ گھڑی کس ہاتھ میں؟ ۲۹۴
۲۸۳ گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ ۲۹۵
۲۸۴ گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم ۲۹۵
۲۸۵ گھڑی کی چین ۲۹۵
۲۸۶ گھڑی کی زنجیر کا استعمال کرنا ۲۹۶
۲۸۷ گھڑی میں کسی دھات کا پٹہ ۲۹۷
۲۸۸ چاندی کے کیس کی گھڑی کا استعمال کرنا ۲۹۸

۲۸۹	مردوں کو چاندی کی لیس پہننا	۲۹۹
۲۹۰	استعمال شام آہن وسیم وغیرہ	۲۹۹
۲۹۱	سونے چاندی کے بٹن	۳۰۰
۲۹۲	سونے چاندی کے بٹن کا-استعمال کرنا جائز ہیں	۳۰۰
۲۹۳	کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا	۳۰۱
۲۹۴	مردوں کو چاندی کے بوتام	۳۰۱
۲۹۵	چاندی کے بٹن کا مسئلہ	۳۰۱
۲۹۶	چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا	۳۰۱
۲۹۷	سونے کے بٹن کرتے میں	۳۰۲
۲۹۸	سونے چاندی کے بٹن	۳۰۲
۲۹۹	پیتل کے بٹن	۳۰۳
۳۰۰	رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین لوہے کی انگوٹھی کا حکم	۳۰۳
۳۰۱	غیر مردوں سے خواتین کا زینت کروانا حرام ہے	۳۰۶
۳۰۲	سر کے بال کٹوانا	۳۰۶
۳۰۳	بے بی کٹ بال رکھنا	۳۰۶
۳۰۴	سر کے بال تراشنا	۳۰۶
۳۰۵	بالوں کو ڈیزائن وفیشن سے سنوارنا	۳۰۶
۳۰۶	افزائش کے لئے بال کٹوانا	۳۰۶
۳۰۷	بالوں کو بلیچ کرنا اور رنگنا	۳۰۷
۳۰۸	بالوں میں بال ملانا	۳۰۷
۳۰۹	بالوں کا وگ لگانا	۳۰۸

۳۱۰ وگ کے بال پر مسح اور غسل کا حکم ۳۰۸

۳۱۱ بالوں کو اوپر یا نیچے باندھنا ۳۰۹

۳۱۲ میک اپ کے غیر ملکی سامان کا حکم ۳۰۹

۳۱۳ لپ اسٹک کا استعمال ۳۱۰

۳۱۴ پلکوں پر رنگ لگانا ۳۱۰

۳۱۵ نیل پالش کا استعمال ۳۱۰

۳۱۶ ابٹن لگانا ۳۱۱

۳۱۷ کالا خضاب لگانا ۳۱۱

۳۱۸ نمائش کیلئے زیور پہننے کی ممانعت ۳۱۱

۳۱۹ بجنے ولا زیور پہننے کی ممانعت ہے ۳۱۱

۳۲۰ ناک اور کان میں سراخ کروانا ۳۱۲

۳۲۱ لاکٹ پہن کر بیت الخلاء اور غسل خانہ جانا ۳۱۲

۳۲۲ کلائی گھڑی پہننا ۳۱۲

۳۲۳ زیر ناف بالوں کی صفائی ۳۱۲

۳۲۴ عورتوں کو اسکوٹر یا موٹر سائیکل چلانا جائز نہیں ۳۱۳

۳۲۵ عورتوں کو دکان پر بیٹھکر تجارت کرنا جائز نہیں ۳۱۴

۳۲۶ دفاتر، آفسوں میں جا کر عورتوں کا کام کرنا جائز نہیں ۳۱۸

۳۲۷ ولیمہ اور شادی کی محفلوں میں عورت کا شریک ہونا جائز نہیں ہے ۳۲۰

۳۲۸ مستورات کا مجالس وعظ میں شرکت کرنا ۳۲۱

۳۲۹ مستورات کا دعوت وتبلیغ کے لئے سفر کرنا ۳۲۲

باب ہفتم پردہ کے متعلق رسائل

القول المیسور فی تسہیل اثبات الستور
مؤلفہ
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵

عورتوں کی تعلیم اور پردہ کے احکام
مؤلفہ
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۷

پردہ اور اس کی شرعی حدود
مؤلفہ
حضرت مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم ۳۷۳

۳۳۰ ہماری عورتوں کی تعلیم اور پردہ ۳۷۴
۳۳۱ شرعی پردے کے تین درجے ۳۷۴
۳۳۲ پہلا درجہ ۳۷۴
۳۳۳ دوسرا درجہ ۳۷۵
۳۳۴ تیسرا درجہ ۳۷۵
۳۳۵ پہلا درجہ اصل ہے اور اس کا ثبوت ۳۷۵
۳۳۶ حجاب کے دوسرے درجے کا ثبوت ۳۷۹
۳۳۷ حضرات صحابیاتؓ اور پردہ ۳۸۱
۳۳۸ حجاب کے تیسرے درجے کا ثبوت ۳۸۴
۳۳۹ عورت کی طرف دیکھنے کے مسئلے میں احناف کا مذہب ۳۸۹
۳۴۰ مالکیہ کا مذہب ۳۹۳

۳۴۱ شافعیہ کا مذہب ۳۹۴

۳۴۲ حنابلہ کا مذہب ۳۹۶

۳۴۳ خلاصہ ۴۰۱

بدنظری بدنگاہی سے کیسے بچیں؟

مؤلفہ

حضرت پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

۳۴۴ اقوال سلف کی روشنی میں ۴۰۴

۳۴۵ خیال بدلنا ۴۰۴

۳۴۶ نفس کو سزا دینا ۴۰۵

۳۴۷ راقم الحروف کے چند مجرب نسخے ۴۰۶

۳۴۸ بدنظری کے مواقع سے بچے ۴۰۶

۳۴۹ بیوی کو خوش رکھے ۴۰۸

۳۵۰ اپنے آپ کو بے طمع کرلے ۴۰۹

۳۵۱ حور کی خوبیوں کا تصور ۴۰۹

۳۵۲ دیدار الٰہی سے محرومی کا تصور کرو ۴۱۱

۳۵۳ اپنی ماں بیٹی کا تصور کرو ۴۱۱

۳۵۴ آنکھوں میں سلائی پھیرنے کا تصور کریں ۴۱۲

۳۵۵ اصول کی بات ۴۱۲

۳۵۶ اپنے نفس سے مناظرہ ۴۱۲

۳۵۷ مراقبہ معیت ۴۱۳

۳۵۸ ایک مغالطہ ۴۱۴

مقدمہ

مقدمہ طبع ثانی بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات ،والصلاة والسلام الأتمان والأكملان على أشرف مرسل وأكرم وأجمل ولد آدم، وعلى أزواجه، وذرياته، وأصحابه وأتباعه، ومن سارعلى نهجه اِلى يوم الدين وبعد:

اللہ رب العزت کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے، جس نے میری اس کتاب کو وہ مقبولیت عطا فرمائی جس کا اندازہ مجھ کو نہیں تھا، اب اس کا تصحیح شدہ نسخہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، کشف الاسرار شرح أصول البزدوی **میں شیخ الاسلام عبد العزیز احمد بن محمد البخاری الحنفي المتوفی ۷۳۰ نے لکھا:** وقال المزني قرأت كتاب الرسالة على الشا فعي ثمانين مرةفمامن مرة الاوكنّا نقف على خطأ،فقال الشافعي: هِيهِ أبى اللهُ أن يكون كتابٌ صحيحًاغيرَ كتابه.(۱/ ٤) **امام مزنی کہتے ہیں: الرسالہ کو ہم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اسی بار پڑھا، امام صاحب ہر بار کچھ نہ کچھ اصلاح فرماتے، پھر امام شافعی نے فرمایا: بھائی چھوڑو! اللہ تعالی کا یہ فیصلہ ہے کہ اسکی کتاب کے علاوہ ہر کتاب میں کچھ خامی رہے۔ اسی بات کو علامہ شامی نے بھی ذکر فرمائی ہے، لیکن** الرسا لة **کے مقدمہ میں امام مزنیؒ کا قول اس طرح منقول ہے:** كتبت كتاب الرسالة منذ زيادة على أربعين سنة، وأنا أقرأه ، وأنظر فيه ويقرأ علي فما من مرة قرأت أو قريء عليَّ الا واستفدت". **چالیس سال قبل میں نے** الرسالة **(امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) کو لکھا، میں اس کو پڑھتا ہوں، اور اس کو دیکھتا ہوں، یا میرے سامنے پڑھا جاتا ہے، تو میں اس سے مستفید ہوتا ہوں۔** (انتهى كلامه)

میں کیا؟ میرا علم کیا؟ شہیدوں کو دیکھ کر شہادت کے درجہ کا طالب ہوں، البتہ عزیز طلبہ کے لئے انشاء اللہ یہ مجموعہ مفید ترین ثابت ہوگا، امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ نے فرمایا: كتابُ العَالِم ولدُه المُخلَّدُ **میں اپنے اس بیٹے کو ان کے پاس بطور ہدیہ کے پیش کر رہا ہوں، امت میں لباس سے متعلق**

جو بے راہ روی چل چکی ہے امید کہ وہ حضرات اس سے اصلاح فرمائیں گئے۔

اب جب یہ تصحیح شدہ نسخہ شائع ہو رہا ہے تو میرے والد ماجد میرے شیخ ثانی حضرت اقدس مولانا محمد شفیق خان صاحب دیوبندی، خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بانی ومہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سیلم تامل ناڈو، ودار العلوم زکریا دیوبند، وکنز العلوم کرشنا گری، تامل ناڈو، ومدرسہ تربیۃ البنات نسوان، سیلم جنکشن، ومدرسہء خدیجۃ الکبری نسوان دیوبند محلّہ پٹھان پورا، ویتیم خانہ خلیلیہ رڈی پٹی سیلم، وبانی ٹیپو سلطان اسکول، سیلم- نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

تین رمضان کو مرض کی ابتدا ہوئی، اور سات رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ بروز بدھ، دن کے بارہ بجکر پچیس منٹ پر ہزاروں مریدین، اور طلبہ، اور چھ حافظ مولوی بیٹوں، اور چار بیٹیوں، اور انکی والدہ کو چھوڑ کر واصل بحق ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوا چھ لاکھ روپیوں میں مدرسہ کے ممبران ایک ہزار قدم زمین مدرسہ سے خریدی، اور اس کو مدرسہ کے قبرستان کے لئے ہی وقف کی، اسی دن بعد نماز عصر حضرت اقدس مولانا محمد ابراہیم صاحب افریقی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز چنازہ پڑھائی. اور تدفین عمل میں آئی. سوائے ایک بھائی حضرت مولانا مفتی محمد شریف خان صاحب مدظلہ نائب مہتمم دار العلوم زکریا دیوبند جو اس وقت مدینۃ المنورہ میں تھے، اور میری چھوٹی بہن شکیلہ جو پاکستان کے وہاڑی شہر میں تھیں آنہ سکیں۔

اگرچہ والد صاحب ہم سے پردہ فرما چکے ہیں، لیکن یقیناً ان کی روح کو اس دوسرے ایڈیشن سے خوشی ہوگی، اللہ پاک اس کتاب کا ثواب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائے. آمین بحرمۃ سید المرسلین. فقط

ابو الکلام شفیق القاسمی المظاہری
استاذ مدرسہ مظاہر العلوم سیلم
ودار العلوم زکریا دیوبند
۲۴/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ شب سوا آٹھ بجے

مقدمہ طبع اول

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله سيدنا ونبينا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين أما بعد :

أن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ أخبره قال : رأى رسول الله ﷺ عليَّ ثوبين مُعَصْفَرَيْنِ ، فقال :إنَّ هذه من ثياب الكفارّ فلاتلبسها. (مسلم باب النهي عن ثوب المعصفر)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کافروں کے کپڑے ہیں، تم ان کو نہ پہنو۔

آپ ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمادیا جو راہبوں کا لباس اختیار کرے وہ مجھ سے نہیں؛ چنانچہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں منبر پر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إيَّاكُم ولِباسَ الرُّهْبَانِ فإنَّه مَنْ تَرَهَّبَ أو تشَبَّهَ فليس مِنِّي. (المعجم الاوسط: ۳۹۰۹) راہبوں کے لباس سے پرہیز کرو، جس نے رہبانیت اختیار کی یا ان کی مشابہت اختیار کی اس سے میرا تعلق نہیں ہے۔

مسند احمد میں ہے: **عن ابی عثمان قال: جاء نا كتاب عمرؓ ونحن بأذربيجان : يا عتبة بن فرقد ! إيَّاكم والتَّنَعُّمَ وزِيَّ أهلِ الشرك ، ولَبُوسَ الحرير، فإن رسول ﷺ نهانا عن لَبُوْسِ الحرير، وقال: إلا هكذا ، ورفع لنا رسول ﷺ اِصبعيه.** (مسند احمد رقم: ۹۲)

آذربائیجان کے امیر لشکر عتبہ بن فرقدؓ کے نام فاروق اعظمؓ کا یہ فرمان پہونچا ''اے عتبہ بن فرقدؓ! تم سب کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو عیش پرستی، اور کافروں کے لباس، اور ان کی وضع قطع وہیئت کے اختیار کرنے سے بچاؤ، اور ریشم سے پرہیز کرو۔''

حافظ ابن حجرؒ (متوفی: ۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا ہے: کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فارس میں

مقیم مسلمانوں کو یہ فرمان بھیجا۔ ’’اما بعد: اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال کرو، جوتے پہنو، جد امجد حضرت اسماعیلؑ کے لباس کو لازم پکڑو۔ عجمیوں کے لباس ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رہو۔ موٹے، کھردرے کپڑے پہنو۔ جو تواضع کا لباس ہے‘‘ (فتح الباری: ۲۸۶/۱۰)

نیز عورتوں میں تنگ اور باریک لباس کا اتنا رواج ہوگیا ہے، کہ ڈھیلے ڈھالے لباس کو اسلامی لباس ہونے کا تصور تک ذہنوں سے غائب ہوگیا ہے۔

ماموں زاد، اور خالہ زاد، چچازاد بھائی، مامی، چچی، بھابھی وغیرہ سے پردہ دیندار گھرانوں میں بھی اپنی آخری سانس لے رہا ہے۔ عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے اس وقت کے لباس کو حجاب یا برقع کہتے ہیں، اس میں کتنی کمی دن بدن آرہی ہے، وہ غیور مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں؛ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی اس موضوع پر کچھ مواد جمع کردیا جائے، میرا ایمان ہے کہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے ﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الذاریات: ۵۵) (اور سمجھاتا رہ کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو)۔

اہل علم جانتے ہیں کہ شرعی لباس کے موضوع پر مستقل کتابیں جس میں اس کا مفصل اور محقق کلام ہو، نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اور اس کتاب کی نسبت میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی (ولادت: ۸-۹ شب جمعہ ۱۳۲۵ھ وفات: ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ ۲ دسمبر ۱۹۹۶ء بروز منگل) نور اللہ مرقدہ کی طرف کی ہے۔ اور اس کا نام ”اللباس المحمود،، تجویز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کریم ذات سے مجھے امید ہے کہ اللہ اس کتاب کو بھی وہی مقبولیت عطا فرمائیں گے جو میری کتاب ’’الاوزان المحمودہ‘‘ کو ہوئی، کیونکہ اس میں عصر رسالت کے پیمانوں کا تذکرہ تھا؛ اور اس میں عصر رسالت کے کپڑوں کا، جو بڑا دلچسپ ہے۔ جس کو ’’**اللباس في عصر الرسول** ﷺ‘‘ مؤلفہ ڈاکٹر محمد بن فارس الجمیل کی کتاب سے اخذ کیا ہے، اور یہ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء میں کویت سے نکلنے والے مجلّہ ”حولیات کلیة الاداب،، میں شائع ہوئی تھی۔

میں نے ڈاکٹر محمد عبدالعزیز عمرو کی ’’**اللباس والزینة فی الشریعة الاسلامیة**‘‘ جس کو عزیز القدر مولوی مفتی محمد زبیر سیلمی ۔ بارك الله في علمه و حلمه - مقیم حال دبی نے مجھ تک پہنچائی؛ اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔

چونکہ مجھے پردہ، تعلیم نسواں اور بدنظری پر بھی کچھ لکھنا تھا اس لئے میں نے حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ (ولادت: ۵ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ وفات: ۱۶؍رجب ۱۳۶۲ھ) کا مفصل فتوی ’’اسلام میں پردہ کی حقیقت‘‘ ’’**القول المیسور في تسهیل اثبات الستور**‘‘ جس کی ایک ایک سطر طالب علم پر پڑھنا فرض ہے، جس میں پردہ کے متعلق آیات واحادیث کا ذخیرہ حضرت نے جمع فرما دیا ہے، وہ آپ ہی کی برکت ہے، اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ -ولادت: ۲۱/شعبان ۱۳۱۴ھ وفات: ۱۱/شوال ۱۳۹۶ھ- کا رسالہ ’’عورتوں کی تعلیم اور پردہ کے احکام‘‘ اور ان کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا رسالہ ’’پردہ اور اس کے شرعی حدود‘‘ اور حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی کتاب ’’بدنظری کا علاج‘‘ کو میں نے بعینہ نقل کردیا ہے۔

میں اپنے مخلص ومہربان دوست عالی جناب الحاج سید شاہ عارف صاحب گنٹور خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد شفیق خان صاحب دامت برکاتہم کا کسی طرح شکر ادا نہیں کرسکتا ہوں، جن کے تعاون اور ادب واحترام کے ساتھ شدید اصرار نے اس کتاب کو وجود بخشا ہے، موصوف جب رمضان شریف میں ’’خانقاہ شفیقیہ سیلم‘‘ تشریف لاتے ہیں؛ تو معتکفین کی اس طرح خدمت کرتے ہیں کہ دیکھنے والا ان کو ایک معمولی خادم اور انسان سمجھتا ہے، لیکن اللہ کے پاس ان کا کیا مقام ہے؟ وہ اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں (و لا نزکي علی الله احدا) میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو، اور ان کے داماد عالی جناب سید معین صاحب اور ان کے پورے گھر والوں کو اپنی خصوصی محبت اور رحمت سے ڈھانک لے، اور ان کے خاندان کو بزرگوں اور اللہ والوں کا خاندان بنادے، اور دنیا وآخرت کی نعمتوں سے ہمیشہ ہمیشہ آباد وشاداب رکھے. آمین۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے والد بزرگوار، مدرسہ مظاہر العلوم سیلم کے بانی و مہتمم حضرت اقدس مولانا محمد شفیق خان صاحب دامت برکاتہم جن کی دعاؤں اور توجہات کے ذریعہ سے یہ کام مکمل ہوا، کا شکر ادا نہ کروں، نیز ان تمام حضرات کا شکر گذار ہوں جن کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا، اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ہر ایک کو اپنی کریم شان کے مطابق جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین بحرمة سید المرسلین ﷺ.

ابوالکلام شفیق القاسمی المظاہری
استاذ مدرسہ مظاہر العلوم سیلم
۲۶/ جمادی الثانیہ/۱۴۳۳ھ بروز جمعہ

باب اول

لباس سے متعلق قرآنی آیات

قال اللہ تعالی:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (النحل:۸۹)

اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

اِنّ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له، وأشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

﴿۞يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ ۞ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآلُوْنَ بِهِ وَالاَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً﴾ ۞ ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً، يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً﴾ ۞ أما بعد: (۱)

قرآن کریم نے لباس اور کپڑوں کے متعلق بہت اہتمام کیا ہے مختلف طریقوں اور انداز سے اس کا تذکرہ کیا ہے؛ قرآن کریم اللہ کی ایسی کتاب ہے جس نے ایمان والوں کے لئے ایسی راہ بتادی ہے جس پر چل کر کبھی کوئی انسان ناکام ہو ہی نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے اولاً قرآن کریم کی آیات سے ہم اپنی کتاب کی ابتداء کرتے ہیں:

۱ ۔ ﴿۞يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى

حاشیہ: (۱) یہ خطبۂ مسنونہ ہے، محدثین اس کو خطبة الحاجة کہتے ہیں، احادیث میں آیات کی ترتیب اسی طرح وارد ہے، اور ''ومن يضلل فلا هادي له '' ہے، ضمیر منصوب متصل کے بغیر، نیز شہادتین افراد کے ساتھ مروی ہے. شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لما كانت الشهادة لا يتحملها أحد عن أحد ولا تقبل النيابة بحال أفرد الشهادة بها ۔ (خطبة الحاجة شیخ اَلبانی: ۷) علامہ شامیؒ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ایک کو پہلے ذکر کیا ہے. امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۲ کو اولا ذکر فرمایا ہے۔

ذَالِکَ خَیْرٌ ذَلِکَ مِنْ آیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ﴾ (الأعراف:۲۶)

اے اولاد آدم کی! ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرم گاہیں، اور اتارے آرائش کے کپڑے، اور لباس پرہیز گاری کا وہ سب سے بہتر ہے، یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں۔ ترجمہ ختم ہوا۔

﴿لِبَاسًا یُوَارِيْ سَوْاٰتِکُمْ﴾ اس میں یواری، مواراۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی چھپانے کے ہیں، اور سوآت سوأۃ کی جمع ہے، ان اعضاء انسانی کو کو سوأۃ کہا جاتا ہے جن کے کھلنے کو انسان فطرتاً برا، اور قابل شرم سمجھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہاری صلاح وفلاح کے لئے ایک لباس اتارا ہے، جس سے تم اپنے قابل شرم اعضاء کو چھپا سکو۔

اس کے بعد فرمایا: وریشًا، ریش: اس لباس کو کہا جاتا ہے جو آدمی زینت وجمال کے لئے استعمال کرتا ہے، مراد یہ ہے کہ صرف ستر چھپانے کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے، مگر ہم نے تمہیں اس سے زیادہ لباس اس لئے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت وجمال حاصل کرسکو اور اپنی ہیئت کو شائستہ بنا سکو۔

اس جگہ قرآن کریم نے انزلنا یعنی اتارنے کا لفظ استعمال فرمایا ہے، مراد اس سے عطا کرنا ہے، یہ ضروری نہیں کہ آسمان سے بنا بنایا ہوا اترا ہو، جیسے دوسری جگہ ’’انزلنا الحدید‘‘ کا لفظ آیا ہے یعنی ہم نے لوہا اُتارا، جو سب کے سامنے زمین سے نکلتا ہے، البتہ دونوں جگہ لفظ انزلنا فرما کر اس طرف اشارہ کردیا کہ جس طرح آسمان سے اترنے والی چیزوں میں کسی انسانی تدبیر اور صنعت کو دخل نہیں ہوتا، اسی طرح لباس کا اصل مادہ جو روئی یا اون وغیرہ ہے اس میں کسی انسانی تدبیر کو ذرہ برابر دخل نہیں وہ محض حق تعالیٰ کا عطیہ ہے، البتہ ان چیزوں سے اپنی راحت وآرام اور مزاج کے مناسب سردی گرمی سے بچنے کے لئے لباس بنا لینے میں انسانی صنعت گری کام کرتی ہے، اور وہ صنعت بھی حق تعالیٰ ہی کی بتلائی اور سکھلائی ہوئی ہے، اس لئے حقیقت شناس نگاہ میں یہ سب حق تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے جیسے آسمان سے اتارا گیا ہو۔

لباس کے دو فائدے

اس میں لباس کے دو فائدے بتلائے گئے ایک: ستر پوشی، دوسرے: سردی گرمی سے حفاظت اور آرائش بدن، اور پہلے فائدہ کو مقدم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انسانی لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے، یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے، کہ جانوروں کا لباس جو قدرتی طور پر ان کے بدن کا جزء بن گیا ہے، اس کا کام صرف گرمی سردی سے حفاظت یا زینت ہے، ستر پوشی کا اس میں اہتمام نہیں، البتہ اعضاء مخصوصہ کی وضع ان کے بدن میں اس طرح رکھدی ہے کہ بالکل کھلے نہ رہیں کہیں ان پر دم کا پردہ کہیں دوسری طرح کا۔

اور حضرت آدم وحوا اور اغواء شیطانی کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لباس کا ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ انسان کے لئے ننگا ہونا، اور قابل شرم اعضاء کا دوسروں کے سامنے کھلنا انتہائی ذلت ورسوائی اور بے حیائی کی علامت اور طرح طرح کے شر وفساد کا مقدمہ ہے۔

انسان پر شیطان کا پہلا حملہ اس کو ننگا کرنے کی صورت میں ہوا، آج بھی نئی شیطانی تہذیب انسان کو برہنہ یا نیم برہنہ کرنے میں لگی ہوئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شیطان کا سب سے پہلا حملہ انسان کے خلاف اسی راہ سے ہوا، کہ اس کا لباس اتر گیا، اور آج بھی شیطان اپنے شاگردوں کے ذریعہ جب انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، تو تہذیب وشائستگی کا نام لے کر سب سے پہلے اس کو برہنہ یا نیم برہنہ کر کے عام سڑکوں اور گلیوں میں کھڑا کر دیتا ہے، اور شیطان نے جس کا نام ترقی رکھدیا ہے، وہ تو عورت کو شرم وحیاء سے محروم کر کے منظر عام پر نیم برہنہ حالت میں لے آنے کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتی

ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی ہے، شیطان نے انسان کے اس کمزور پہلو کو بھانپ کر پہلا حملہ انسان کی ستر پوشی پر کیا، تو شریعت اسلام نے جو انسان کی ہر صلاح وفلاح کی کفیل ہے اس ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا، نماز روزہ وغیرہ سب اس کے بعد۔

لباس کی ایک تیسری قسم

ستر پوشی اور راحت و زینت کے لئے دو قسم کے لباسوں کا ذکر فرمانے کے بعد قرآن کریم نے ایک تیسرے لباس کا ذکر اس طرح فرمایا۔

"وَلِبَاسُ التّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ" بعض قراءتوں میں فتح یعنی زبر کے ساتھ "لبا سَ التقو ی" پڑھا گیا ہے، تو انز لنا کے تحت داخل ہو کر معنی یہ ہوئے کہ ہم نے ایک تیسرا لباس تقویٰ کا اتارا ہے۔ اور مشہور قراءت کی رو سے معنی یہ ہیں کہ یہ دو لباس تو سب جانتے ہیں، ایک تیسرا لباس تقوی کا ہے، اور وہ سب لباسوں سے زیادہ بہتر ہے، لباس تقوی سے مراد حضرت ابن عباسؓ اور عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق عمل صالح اور خوف خدا ہے، (روح)۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ظاہری لباس انسان کے قابل شرم اعضاء کے لئے پردہ ہے اور سردی گرمی سے بچنے اور زینت حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے، اسی طرح ایک معنوی لباس عمل صالح اور خوف خدائے تعالیٰ کا ہے، جو انسان کے اخلاقی عیوب اور کمزوریوں کا پردہ ہے، اور دائمی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے، اسی لئے وہ سب سے بہتر لباس ہے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک بدکار آدمی جس میں خوف خدا نہ ہو وہ عمل صالح کا پابند نہ ہو، وہ کتنے ہی پردوں میں چھپے مگر انجام کار رسوا اور ذلیل ہو کر رہتا ہے، جیسا کہ ابن جریرؒ نے بروایت عثمان غنیؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے جو شخص کوئی بھی عمل کرے، لوگوں کی نظر سے چھپا کر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس عمل کی چادر اوڑھا کر اعلان کر دیتے ہیں، نیک عمل ہو تو نیکی کا اور برا عمل ہو تو بُرائی کا۔ چادر اوڑھانے سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح بدن پر اوڑھی ہوئی چادر سب کے سامنے ہوتی ہے، انسان کا عمل کتنا ہی پوشیدہ ہو اس کے اثرات و آثار اس کے چہرے اور بدن پر اللہ ظاہر کر دیتے ہیں، اور اس ارشاد کی سند میں آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَلِبَا س ُ التَّقْوَ ی ذلكَ خَیْرٌ ذَلِكَ مِنْ اٰ یَا تِ اللَّهِ﴾ ظاہری لباس کا بھی اصل مقصد تقویٰ حاصل کرنا ہے، "لباس التقو یٰ" کے

لفظ سے اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ ظاہری لباس کے ذریعہ ستر پوشی اور زینت وتجمل سب کا اصل مقصد تقویٰ اور خوف خدا تعالیٰ ہے، جس کا ظہور اس کے لباس میں بھی اس طرح ہونا چاہئے، کہ اس میں پوری ستر پوشی ہو کہ قابل شرم اعضاء کا پورا پردہ ہو، وہ ننگے بھی نہ رہیں اور لباس بدن پر ایسا چست بھی نہ ہو، جس میں اعضاء مثل ننگے کے نظر آئیں، نیز اس لباس میں فخر وغرور کا اندازہ بھی نہ ہو، بلکہ تواضع کے آثار ہوں، اسراف بیجا بھی نہ ہو، ضرورت کے موافق کپڑا استعمال کیا جائے، عورتوں کے لئے مردانہ اور مردوں کے لئے زنانہ لباس بھی نہ ہو، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ومکروہ ہے، لباس میں کسی دوسری قوم کی نقالی بھی نہ ہو، جو اپنی قوم وملت سے غداری اور اعراض کی علامت ہے۔ (معارف القرآن:۳/۱۲۶)

۲ –﴿ فَأكلَا مِنهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰى﴾ (طه : ۱۲۱)

پھر دونوں نے کھالیا اس میں سے، پھر کھل گئیں ان پر ان کی بری چیزیں اور لگے گانٹھنے اپنے اوپر پتے بہشت کے، اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا۔

۳– ﴿ يٰبَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُونَ﴾ (الأعراف : ۲۷)

اے اولادِ آدم کی! نہ بہکا دے تم کو شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا تمھارے ماں باپ کو بہشت سے، اتروائے ان سے ان کے کپڑے، تاکہ دکھلادے ان کے شرمگاہیں ان کی، وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کی قوم جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے کر دیا شیطانوں کو رفیق ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لائے۔

۴ –﴿يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الأعراف : ۳۱)

اے اولادِ آدم! لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت، اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو، اس کو خوش

نہیں آئے بیجا خرچ کرنے والے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح نماز میں ستر پوشی کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی طرح بقدر استطاعت صاف ستھرا اچھا لباس اختیار کرنے کی فضیلت اور استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔

تیسرا مسئلہ اس جگہ یہ ہے کہ ستر جس کا چھپانا انسان پر ہر حال میں اور خصوصاً نماز وطواف میں فرض ہے اس کی کیا حد ہے؟

قرآن کریم نے اجمالاً ستر پوشی کا حکم دے کر اس کی تفصیلات کو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کیا، آپ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں تک اور عورت کا ستر سارا بدن، صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں۔

روایات حدیث میں یہ سب تفصیل مذکور ہے، مرد کے لئے ناف سے نیچے کا بدن یا گھٹنے کھلے ہوں تو ایسا لباس خود بھی گناہ ہے، اور نماز بھی اس میں ادا نہیں ہوتی اسی طرح عورت کا سر گردن یا بازو یا پنڈلی کھلی ہو تو ایسے لباس میں رہنا خود بھی ناجائز ہے، اور نماز بھی ادا نہیں ہوتی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس مکان میں عورت ننگے سر ہو وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے۔

عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدم جو ستر سے مستثنیٰ قرار دئے گئے اس کے یہ معنی ہیں کہ نماز میں اس کے یہ اعضاء کھلے ہوں تو نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر محرموں کے سامنے بھی وہ بغیر شرعی عذر کے چہرہ کھول کر پھرے۔

یہ حکم تو فریضہ ستر کے متعلق ہے جس کے بغیر نماز ہی ادا نہیں ہوتی، اور چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگا سر پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اسی طرح ایسے لباس میں نماز مکروہ ہے، جس کو پہنکر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم وعار سمجھے جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو، سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹی دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھ دار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے،

سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم ﷺ کی تصریح سے بھی۔ (معارف القرآن:۱۳۴/۳)

۵- ﴿ وَجَاؤُاعَلٰی قَمِیْصِہ بِدَمٍ کَذِب قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ أنفسکُمْ أمْرًا فَصَبرٌ جَمِیْل وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْن ﴾ (یوسف : ۱۸)

ترجمہ: اور لائے اس کے کرتے پر خون لگا کر جھوٹ، بولا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنا دی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں، اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو

۶-﴿ وَاسْتَبَقَ البَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَہُ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ ﴾ (یوسف : ۲۵)

ترجمہ: اور دونوں دوڑے دروازہ کو اور عورت نے چیر ڈالا اس کا کرتا پیچھے سے، اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند دروازہ کے پاس۔

۷-﴿ اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِيْ ھٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ أبِيْ یَأتِ بَصِیْرًا وَأْتُوْنِيْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴾ (یوسف: ۹۳)

ترجمہ: لے جاؤ یہ کرتا میرا، اور ڈالو اس کو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا، اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا۔

۸-﴿ وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلٰلاً وَّجَعَلَ لَکُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَکْنَاناً وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ الحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَأسَکُمْ کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴾ (النحل: ۸۱)

اور اللہ نے بنا دیئے تمہارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے، اور بنا دیں تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں، اور بنا دیئے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی میں، اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر تاکہ تم حکم مانو۔

﴿ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الحَرَّ ﴾، یہاں انسان کو کرتے غرض گرمی سے بچانے کو فرمایا ہے، حالانکہ کرتا انسان کو گرمی اور سردی دونوں سے بچاتا ہے، اس کا جواب تو امام قرطبیؒ اور دوسرے مفسرین نے یہ دیا

ہے کہ قرآن حکیم عربی زبان میں آیا ہے، اس کے اولین مخاطب عرب ہیں اس لئے اس میں عرب کی عادات وضروریات کا لحاظ رکھ کر کلام کیا گیا ہے، عرب ایک گرم ملک ہے وہاں برف باری اور سردی کا تصور ہی مشکل ہے اس لئے گرمی سے بچانے کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے، حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم نے اسی سورہ کے شروع میں ''لکم فیھا دِفْءٌ''، فرما کر لباس کے ذریعہ سردی سے بچنے اور گرمی حاصل کرنے کا ذکر پہلے کر دیا تھا، اس لئے یہاں صرف گرمی دفع کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن:۵/۱۰۸)

۹۔ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ، وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيٰتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ (البقرة: ۸۷)

حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے، وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی، اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے، سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے، پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے، اور کھاؤ اور پیو جب تک نظر آئے تم کو دھاری صبح کی جدا دھاری سیاہ سے، پھر پورا کرو روزہ کو رات تک، اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں، یہ حدیں باندھی ہوئی اللہ کی، سو ان کے نزدیک نہ جائیں اس طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے، تا کہ وہ بچتے رہیں۔ (معارف القرآن:۱/۱۰۰)

۱۰۔ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرّٰتٍ، مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيْرَةِ، وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلٰثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ

بَعْدَهُنَّ طَوّافُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِکَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الاٰيَاتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! اجازت لیکر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں، اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی نماز کے پیچھے، یہ تین وقت بدن کھلنے کے ہیں تمہارے، کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ ان پر ان وقتوں کے پیچھے پھرا ہی کرتے ہو ایک دوسرے کے پاس، یوں کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے باتیں، اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (معارف القرآن:۶/۱۵۴)

۱۱ - ﴿ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ ﴾ (الانبیاء : ۸۰)

اور اس کو سکھلایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی میں سو تم کچھ شکر کرتے ہو

۱۲ - ﴿ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴾﴿ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾﴿ وَرَبَّکَ فَكَبِّرْ ﴾﴿ وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ ﴾ (المدثر : ۱، ۲، ۳، ۴)

اے لحاف میں لپٹنے والے! کھڑا ہو، پھر ڈر سنا دے، اور اپنے رب کی بڑائی بول، اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ (معارف القرآن:۸/۹۸)

۱۳ - ﴿يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾﴿ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً ﴾ (المزمل: ۱، ۲)

اے کپڑے میں لپٹنے والے! کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات۔

۱۴ - ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاَيْمَانَ، فَكَفَّارَتُهُ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذَلِکَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ كَذَلِکَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

(المائدة : ۸۹)

نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس

کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو، اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے، اپنے حکم تا کہ تم احسان مانو۔

۱۵ - ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِلَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهُ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَ فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَا اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَاتَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (البقرة: ۲۳۳)

اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے، جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت، اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کہ کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے، تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق، نہ نقصان دیا جاوے ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے، اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ ہے، یعنی باپ کو، اس کے بچے کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے، پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورے سے تو ان پر کچھ گناہ نہیں، اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جبکہ حوالے کر دو جو تم نے دینا ٹھہرا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔

(معارف القرآن: ۱/۲۲۶)

۱۶ - ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَانِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا

كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (الأحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! مت جاؤ نبی ﷺ کے گھروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے اس کے پکنے کی لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ پھر جب کھا چکو تو آپ آپ کو چلے آؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں اس بات سے تمہاری تکلیف تھی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا ٹھیک بات بتلانے میں، اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردے کے باز و سے اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو اور ان کے دل کو اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی، البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے۔ (معارف القرآن ۷/۲۱۷)

۱۷ – ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ (الفاطر: ۳۳)

باغ ہیں بسنے کے جن میں وہ جائیں گے وہاں ان کو گہنا پہنایا جائیگا کنگن سونے کے اور موتی کے اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہے۔

۱۸ – ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ (الحج: ۲۳)

بے شک اللہ داخل کریگا ان کو جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں باغوں میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں گہنا دلہنائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے اور موتی کے اور ان کی پوشاک ہے وہاں ریشم کی۔

دنیا میں مردوں کیلئے سونے کا زیور پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی لباس بھی اس کے عوض میں ان کو جنت میں یہ سب چیزیں دی جائینگی، اور اس پر یہ شبہ نہیں کیا جائے کہ زیور پہننا تو عورتوں کا کام ہے مردوں کے شایانِ شان نہیں کیونکہ آخرت اور جنت کے حالات کو دنیا کے حالات پر قیاس کرنا بے عقلی ہے جو شخص دنیا میں سونے چاندی کا برتن اور ریشمی لباس استعمال کریگا جنت میں ان سے محروم ہوگا،

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ریشمی لباس نہ پہنو اور سونے چاندی کے برتنوں میں پانی نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹ کھانے میں استعمال کرو کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں کفار کیلئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس مرد نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا وہ آخرت میں نہ پہن سکے گا۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی بھی روایت ہے کہ دنیا میں ریشمی لباس پہننے والا مرد آخرت میں اس سے محروم رہیگا اگر چہ جنت میں چلا بھی جائے۔

(مظہری، معارف القرآن: ۷/۲۱۷-۲۲۷)

۱۹ - ﴿اُولَـئِکَ لَهُمْ جَنَّـاتُ عَدْ نٍ تَجْرِ يْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَ نْهَارُ يُحَلَّوْ نَ فِيْهَا مِنْ اَسَـا وِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُوْ نَ ثِيَا بًا خُضْرًامِنْ سُنْدُ سٍ وَاِسْتَبْرَ قٍ مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَ رَآئِکِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْ تَفَقًا﴾ (الکہف : ۳۱)

ایسوں کے واسطے باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں پہنائے جائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے اور پہنیں گے کپڑے سبز باریک اور گاڑھے ریشم کے تکیہ لگائے ہوئے ان میں تختوں پر کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آرام۔

ریشم کے کپڑے مردوں کیلئے حرام ہے، آیت مذکورہ میں ہے اہل جنت کا لباس ریشم ہوگا مراد یہ ہے کہ ان کے تمام ملبوسات اور فرش اور پردے وغیرہ ریشم کے ہوں گے جو دنیا میں سب سے زیادہ بہتر لباس سمجھا جاتا ہے اور جنت کا ریشم ظاہر ہے کہ دنیا کے ریشم سے صرف نام کی شرکت رکھتا ہے ورنہ اس کی عمدگی اور بہتری کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔

امام نسائی اور بزاز اور بیہقی نے بسند جیّد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اہل جنت کا ریشمی لباس جنت کے پھلوں میں سے نکلے گا اور حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا جس سے ریشم پیدا ہوگا اہل جنت کا لباس اسی سے تیار ہوگا۔ (مظہری)

محمود بن عبداللہ الحسنی الجزاویؒ المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی کتاب روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں: زیورات کو اللہ تعالیٰ نے لباس پر مقدم فرمایا، کیونکہ زیورات نفس پر بڑے ہوتے ہیں، اور دل میں محبوب اور قیمت میں زیادہ اور آنکھوں میں شیریں۔ (تفسیر روح المعانی: ۲۵۹/۸)

۲۰-﴿عَلَيْهِمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٍ وَاِسْتَبْرَقٍ وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ (الدهر : ۱۲۶)

اوپر کی پوشاک ان کے کپڑے ہیں باریک ریشم کے سبز اور گاڑھے اور ان کو پہنائیں جائیں گے کنگن چاندی کے اور پلائیگا ان کو ان کا رب شراب جو پاک کرے دل کو۔ (معارف القرآن: ۱۲۶/۸)

۲۱-﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوْهَهُمْ النَّارُ﴾ (ابراهيم: ۵۰)

کرتے ان کے ہیں گندھک کے اور ڈھانک لیتی ہو ان کے منہ کو آگ۔

۲۲-﴿هٰذَانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِى رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُم ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الحَمِيْمُ﴾ (الحج : ۱۹)

یہ دو مدعی ہیں جھگڑتے ہیں اپنے رب پر سو جو منکر ہوئے ان کے واسطے بیونتے ہیں کپڑے آگ کے ڈالتے ہیں ان کے سر پر جلتا پانی۔

۲۳-﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِن اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱)

اور کہدے: ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں، اور تھامتے رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے۔

زینت لغوی معنی کے اعتبار سے اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان اپنے آپ کو مزین اور خوش منظر بنائے، وہ عمدہ کپڑے بھی ہو سکتے ہیں، زیور بھی یہ چیزیں جبکہ کسی عورت کے بدن پر نہ ہوں

علیحدہ ہوں تو باتفاق امت ان کا دیکھنا مردوں کیلئے حلال ہے جیسے بازار میں بکنے والے زنانہ کپڑے اور زیور کہ ان کے دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے جمہور مفسرین نے اس میں زینت سے مراد محل زینت یعنی وہ اعضاء جن میں زینت کی چیزیں زیور وغیرہ پہنی جاتی ہیں وہ مراد لئے ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ عورتوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی زینت یعنی مواقع زینت کو ظاہر نہ کرے (کذا فی الروح) اس آیت میں جو عورت کیلئے اظہار زینت کو حرام قرار دیا ہے آگے اس حکم سے دو استثناء بیان فرمائے گئے ایک منظور کے اعتبار سے ہے یعنی جس کی طرف دیکھا جائے دوسرا ناظر یعنی دیکھنے والوں کے اعتبار سے۔

احکام پردہ سے استثناء

پہلا استثناء ''ما ظهر منها،، کا ہے یعنی عورت کیلئے اپنی زینت کی کسی چیز کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں بجز ان چیزوں کے جو خود بخود ظاہر ہو ہی جاتی ہیں یعنی کام کاج اور نقل وحرکت کے وقت وہ چیز عادۃً کھل ہی جاتی ہیں، اور عادۃً ان کا چھپانا مشکل ہے، وہ مستثنیٰ ہیں ان کے اظہار میں کوئی گناہ نہیں۔ (ابن کثیر) مراد اس سے کیا ہے اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیریں مختلف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کہ'' ما ظهر منها،، میں جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ اوپر کے کپڑے ہیں جیسے برقع یا لمبی چادر جو برقع کے قائم مقام ہوتی ہے یہ کپڑے زینت کے کپڑوں کو چھپانے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں تو مراد آیت کی یہ گئی کہ زینت کی کسی چیز کو ظاہر کرنا جائز نہیں بجز ان اوپر کے کپڑوں کے جن کا چھپانا بضرورت باہر نکلنے کے وقت ممکن نہیں جیسے برقع وغیرہ۔

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں کیونکہ جب عورت کسی ضرورت سے باہر نکلنے پر مجبور ہو تو نقل وحرکت اور لین دین کے وقت چہرے ہتھیلیوں کو چھپانا مشکل ہے، اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود کی تفسیر کے مطابق تو غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ

اور ہاتھ کھولنا بھی جائز نہیں صرف اوپر کے کپڑے برقع وغیرہ کا اظہار بضرورت مستثنٰی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کے تفسیر کے مطابق چہرہ اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں غیرمحرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے اس لئے فقہاء امت میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں پردے سے مستثنٰی اور ان کا غیرمحرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر ڈالنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور عورت کو ان کا کھولنا بھی جائز نہیں اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ستر عورت جو نماز میں اجماعاً اور خارج نماز علی الاصح فرض ہے اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنٰی ہیں اگر ان کو کھول کر نماز پڑھے تو نماز باتفاق صحیح و درست ہو جائیگی۔

قاضی بیضاویؒ اور خازنؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ مقتضاء آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کیلئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ اپنے زینت کی کسی چیز کو بھی ظاہر نہ ہونے دیے بجز اس کے جو نقل وحرکت اور کام کاج کرنے میں عادۃً کھل ہی جاتی ہیں ان میں برقع اور چادر بھی داخل ہے اور چہرہ اور ہتھیلیاں بھی کہ جب عورت کسی مجبوری اور ضرورت سے باہر نکلتی ہے تو برقع چادر وغیرہ کا ظاہر ہونا تو متعین ہی ہے لین دین کی ضرورت میں بعض اوقات چہرہ اور ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی کھل جاتی ہیں تو وہ بھی معاف ہیں گناہ نہیں۔

لیکن اس آیت سے کہیں ثابت نہیں کہ مردوں کو چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا بھی بلاضرورت جائز ہے، بلکہ مردوں کا تو وہی حکم ہے کہ نگاہ پست رکھیں اگر عورت شہوت اور بلاضرورت کے اس کی طرف نہ دیکھیں اس توجیہ میں دونوں روایتیں اور تفسیریں جمع ہو جاتی ہیں۔

امام مالکؒ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے کہ غیرمحرم عورت کے چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر کرنا بھی بغیر ضرورت مبیحہ کے جائز نہیں اور زواجر میں ابن حجر مکیؒ شافعی نے امام شافعیؒ کا یہی مذہب نقل کیا ہے کہ اگرچہ عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں ستر عورت کے فرض میں داخل نہیں ان کو کھول کر بھی نماز ہو جاتی ہے مگر غیرمحرم مردوں کو ان کا دیکھنا بلاضرورت شرعیہ جائز نہیں اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جن فقہاء نے چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز قرار دیا ہے وہ بھی اس پر متفق ہیں کہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو چہرہ وغیرہ کا

دیکھنا بھی ناجائز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حسن اور زینت کا اصل مرکز انسان کا چہرہ ہے اور زمانہ فتنہ وفساد غلبہ ہواء اور غفلت کا ہے، اس لئے بجز مخصوص ضرورتوں کے مثلاً علاج معالجہ یا کوئی خطرہ شدیدہ وغیرہ عورت کو غیر محارم کے سامنے قصداً چہرہ کھولنا بھی ممنوع ہے اور مردوں کو اس کی طرف قصداً نظر کرنا بھی بغیر ضرورت شرعیہ کے جائز نہیں۔

آیت مذکورہ میں زینت ظاہرہ کے استثناء کے بعد ارشاد ہے: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ ﴾ یعنی آنچل مارلیا کریں اپنے دوپٹوں کا اپنے سینوں پر، خمر خمار کی جمع ہے اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عورت سر پر استعمال کرے اور اس سے گلا اور سینہ چھپ جائے، جیوب جیب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: گریبان، چونکہ زمانہ قدیم سے گریبان سینہ ہی پر ہونے کا معمول ہے اس لئے جیوب کے چھپانے سے مراد سینہ کا چھپانا ہے، شروع آیت میں اظہار زینت کی ممانعت تھی اس جملہ میں اخفاء زینت کی تاکید اور اس کی ایک صورت کا بیان ہے جس کی اصل وجہ ایک رسم جاہلیت کا مٹانا ہے، زمانہ جاہلیت میں عورتیں دوپٹہ سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس سے گریبان اور گلا اور سینہ اور کان کھلے رہتے تھے اس لئے مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹے کے دونوں پلّے ایک دوسرے پر اُلٹ لیں تاکہ یہ سب اعضاء چھپ جائیں۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن ابن زبیر، روح)

آگے دوسرا استثناء ان مردوں کا بیان کیا گیا ہے جن سے شرعاً پردہ نہیں جس کے دو سبب ہیں: اول تو جن مردوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان سے کسی فتنہ کا خطرہ نہیں وہ محارم ہیں جن کی طبائع کو حق تعالی نے خلقۃً ایسا بنایا ہے کہ وہ ان عورتوں کی عصمت کے محافظ ہوتے ہیں ان سے خود کوئی فتنہ کا احتمال نہیں، دوسرے ہر وقت ایک جگہ رہنے سہنے کی ضرورت بھی سہولت پیدا کرنے کی مقتضاء ہے، یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ شوہر کے سوا دوسرے محارم کو جو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ احکام حجاب و پردہ سے استثناء ہے ستر عورت سے استثناء نہیں عورت کا جو بدن ستر میں داخل ہے جس کا کھولنا نماز میں جائز نہیں اس کا دیکھنا محارم کے لئے بھی جائز نہیں۔ (معارف القرآن: ۶/۱۰۷)

۲۴ -﴿ وَالُقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الْلاتِيْ لا يَرُجُوُنَ نِكَاحاً فَلَيُسَ عَلَيُهِنَّ جُنَاحُ اَنْ يَضَعُنَ ثِيَابَهُنَّ غَيُرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيُنَةٍ وَاَنْ يَسُتَعُفِفَن خَيُرٌ لَهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيُعٌ عَلِيُمٌ ﴾(النور: ٦٠)

اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہارے عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی ان پر گناہ نہیں کہ اتار رکھیں اپنے کپڑے یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں اپنا سنگار اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے ان کیلئے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے۔

عورتوں کے احکام پردہ کی تاکید اور اس میں سے ایک اور استثناء، اس سے پہلے عورتوں کے حجاب اور پردہ کے احکام دو آیتوں میں مفصل آچکے ہیں اور اُن میں دو استثناء بھی ذکر کئے گئے ایک استثناء ناظر یعنی دیکھنے والے کے اعتبار سے دوسرا استثناء منظور یعنی جس کو دیکھا جائے اس کے اعتبار سے، ناظر کے اعتبار سے تو محارم کو اور اپنی مملوکہ کنیزوں نابالغ بچوں کو مستثنیٰ کیا گیا تھا، اور منظور یعنی جس چیز کو نظروں سے چھپانا مقصود ہے اس کے اعتبار سے زینت ظاہرہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، جس میں اوپر کے کپڑے برقع یا بڑی چادر باتفاق مراد ہیں، بعض کے نزدیک عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی اس استثناء میں داخل ہیں۔

یہاں اگلی آیت میں ایک تیسرا استثناء عورت کے شخصی حال کے اعتبار سے یہ کیا گیا کہ جو عورت بڑی بوڑھی ایسی ہو جاوے کہ نہ اس کی طرف کسی کو رغبت ہو اور نہ وہ نکاح کے قابل ہو تو اس کیلئے پردہ کے احکام میں یہ سہولت دیدی گئی ہے کہ اجانب بھی اس کے حق میں مثل محارم کے ہو جاتے ہیں جن اعضاء کا چھپانا اپنے محرموں سے ضروری نہیں ہے اس بوڑھی عورت کیلئے غیر مردوں غیر محرموں سے بھی ان کا چھپانا ضروری نہیں، اسلئے ’’وَالُقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الْلاَ تِيْ ،، آیت جس کی مختصر تفسیر اوپر گذر چکی ہے، مگر ایسی بڑی بوڑھی عورت کیلئے بھی ایک قید تو یہ ہے کہ جو اعضاء محرم کے سامنے کھولے جائیں یہ عورت غیر محرم کے سامنے بھی کھول سکتی ہے، بشرطیکہ بن سنور کر زینت کر کے نہ بیٹھے۔ دوسری بات آخر میں یہ فرمائی، وَاَنْ يَسُتَعُفِفُنَ خَيُرٌ لَهُنَّ یعنی اگر وہ غیر محرموں کے سامنے آنے سے بالکل ہی بچیں تو یہ ان کیلئے بہتر ہے۔ (معارف القرآن: ٦/ ۴۵۱)

باب دوم

عصر رسالت ﷺ کے پوشاک

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيْرًا. (الاحزاب:۲۱)

تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ ﷺ کی چال اس کے لئے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

عصر رسالت ﷺ کے پوشاک

﴿١﴾ القَلَنْسُوَة

ٹوپی: سر پر اوڑھا جانے والا کپڑا جو سر کے مطابق سلا ہوا ہو۔

عن ابی یزید الخولانی أنه سمع فضالة بن عبید یقول سمعت عمر بن الخطاب یقول : سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول الشهداءُ أربعةٌ : رجلٌ مؤمنٌ جیِّدُ الایمانِ ،لَقِيَ العدوّ، فَصَدَّقَ اللّٰهَ حتی قُتلَ فذالک الذي یَرفعُ الناسُ الیه أعینَهم یومَ القیامةِ هکذا ورفعَ رأسَهُ حتَّی وقعتْ قلنسُوتُه .

قال : فما أدري أقلنسوةَ عمرَ أرادَ أم قلنسوةَ النَّبِي ﷺ . (ترمذی رقم : ١٦۴۴)

فضالہ بن عبیدؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ سے سنا انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: شہید چار طرح کے ہیں: ایک مؤمن جو پکے ایمان والا ہے، دشمن سے ملتا ہے، اللہ کو مان کر (قتل کیا گیا) یہاں تک کہ شہید ہوگیا، یہ وہ ہے جس کی طرف لوگ قیامت کے دن اپنی آنکھوں کو اٹھائیں گے اس طرح، اور پھر انھوں نے اپنا سر اٹھایا، یہاں تک کہ ان کی ٹوپی گر گئی، راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں وہ کیا چاہتے تھے، آیا حضرت عمرؓ کی ٹوپی گری، یا آنحضرت ﷺ کی۔

عن عائشةؓ قالت: کان لرسول اللّٰه ﷺ قلنسوةٌ بیضاءُ لاطیةٌ یَلبِسها .

(المُخَلِّصِیَّات : ۳/۲۸۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس سفید سر سے چپکی ہوئی ٹوپی تھی جس کو آپ ﷺ اوڑھتے تھے۔

عن ابن عمرؓ قال: كان رسول اللّٰه ﷺ يلبس قلنسوةً بيضاءَ. (مجمع الزوائد للهيثمي رقم : ٨٥٠٥٠) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی اوڑھتے تھے

عن ابن عمرؓ قال كان رسول اللهﷺ يلبس كُمَّةً بيضاءَ. (مجمع الزوائد للهيثمی : ٨٥٠٦)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی اوڑھتے تھے۔ پہلی روایت میں ''قلنسوة'' اور دوسری روایت میں ''کمة '' کا کلمہ راوی نے استعمال کیا ہے۔

عن عَزَّةَ بنت عِياضٍ قالت سمعتُ أبا قِرْصَافَةَ قال: كساني رسول اللّٰه ﷺ بُرْنُسًا وقال: أَلْبِسْهُ. (المعجم الكبير للطبرانی رقم : ٢٥٢٠)

ابوقرصافہؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو برنس پہنایا اور فرمایا: اس کو پہن لو۔

عن أبي هريرةؓ قال : رأيتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ و عليه قلنسوةٌ بيضاءُ شاميةٌ ۔ (اخلاق النبی رقم:۳۱۳)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ سفید شامی ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے۔

عن جرير بن عثمان قال لقيتُ عبدَ لله بن بُسرؓ فقلتُ أخْبِرني : قال رأيتُ رسولَ اللّٰه ﷺ وله قلنسوةٌ طويلةٌ لَها أذنان وقَلنسوةٌ لاطيَةٌ. (اخلاق النبی : ٣١٦)

جریر بن عثمانؒ روایت کرتے ہیں: کہ میں نے عبداللہ بن بسرؓ سے ملاقات کی، میں نے عرض کیا: بتادیجئے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے پاس ایک لمبی دو کانوں والی ٹوپی تھی، اور ایک پھیلی ہوئی ٹوپی تھی۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی ٹوپیاں **عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال: كان على موسى يوم كلَّمَهُ ربَّهَ كِسَاءُ صوفٍ أوجُبَّةُ صوفٍ وكُمَّةُ صوفٍ وسراويلُ صوفٍ وكانتْ نَعلاهُ مِنْ جلد حمارٍ ميِّتٍ.(ترمذی رقم : ۱۷۳۴)وفي كتاب ''الشريعة'' للأجُرِّي :وعصى راع .**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دن؛ اللہ سے ہم کلام ہوئے؛ اس وقت وہ اون کی چادر، یا اون کا جبہ، اون کی ٹوپی، اون کی شلوار پہنے ہوئے تھے، اور آپ کے چپل مردار گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے۔ آجری کی کتاب ” الشر یعه “ میں مزید یہ اضافہ ہے: بکریوں کی ایک لاٹھی بھی آپ کے ساتھ تھی۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ أن عمر بن الخطاب رأی رجلا يُصلِّي وعليه قلنسوة بطانتها من جلود الثعالب، قال: فألقاها عن رأسه وقال ما يدريک لعله ليس بذكي (مصنف ابن أبي شيبه رقم: ۶۴۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ٹوپی پہنے نماز پڑھ رہا ہے، اور اس ٹوپی کے اندر کا حصہ لومڑی کے چمڑے کا تھا، آپ نے اس کی ٹوپی گرادی اور فرمانے لگے: تجھے کیا معلوم کہ ہوسکتا ہے وہ پاک نہ ہو۔

عن يزيد بن بلال قال رأيت على عليٍّ رضی اللہ عنہ يومَ صِفِّيْنَ قلنسوةً بيضاءَ مُضرَّبةً.

(الکنی والأسماء للدولابی رقم: ۱۳۲۹)

یزید بن بلال رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر صفین کے دن سفید دور، دور، ٹانکے لگی ہوئی ٹوپی دیکھی۔

فقال الفُرَافِصة لابنه ضَبٍّ وكان مسلماً، والفُرافصة نصرانيٌ زوج أختک أمير المؤمنين فزوجَّه نائلة، وحملها إليه فلما دخلت على عثمان وضع القلنسوة عن رأسه (اعتلال القلوب للخرائطی: ۱/۱۶۹)

ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمہ اللہ نے ایک تفصیلی واقعہ میں لکھا ہے: کہ فرافصہ نے اپنے لڑکے ضب سے کہا وہ مسلمان تھا، اپنی بہن کا نکاح امیر المؤمنین سے کردو، انھوں نے نائلہ سے ان کا نکاح کردیا، اور نائلہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے، جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ٹوپی نکالی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول ٹوپی پہننے کا تھا۔

حدثنا معتمرٌ سمعتُ أبي قال: رأيتُ على أنس برنسًا أصفرَ من خزٍّ (بخاری رقم: ۵۸۰۲)

حضرت معتمرؒ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ پر زرد رنگ کے اون اور ریشم سے بنا ہوا برنس دیکھا۔

عن أشعث عن أبيه : أن أبا موسى خرج من الخلاء وعليه قلنسوةٌ فمسح عليها

(مصنف ابن شيبه : ۲۴۸۵۹)

حضرت ابو موسیٰؓ بیت الخلاء سے نکلے اور آپ ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے، پھر آپ نے اس پر مسح کیا۔

سمعت أبا كبشة الأنماري يقول : كانت كِمامُ أصحاب رسول الله ﷺ بُطحاً.

(ترمذی رقم : ۱۷۸۲)

میں نے ابو کبشہ انماریؓ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ٹوپیاں پھیلی ہوئی کشادہ ہوتی تھیں۔

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ أن رجلاً سأله ما يَلْبِسُ المحرم ؟ فقالَ : لا يلبسُ القميصَ ولا العمامةَ ولا السراويلَ ولا البرنسَ ولا ثوبًا مسَّه الزعفران.

(بخاری رقم : ۱۳۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے دریافت کیا، کہ محرم کیا پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: قمیص، عمامہ، پاجامہ، برنس، اور وہ کپڑا جس کو زعفران لگا ہوا ہو نہ پہنے۔ (برنس: وہ ٹوپی ہے جو کرتے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے)

یہ حدیث مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں موجود ہے۔ ٹوپی اوڑھنے سے اس وقت منع کیا جائیگا جبکہ ٹوپی اوڑھنے کا رواج ہو۔

﴿۲﴾ العمامة

عمامة : عین کے کسرہ کے ساتھ پگڑی کو کہا جاتا ہے۔

عرف میں: سر پر لپیٹا جانے والا کپڑا جس کو ایک سے زائد مرتبہ لپیٹا گیا ہو اور بیچ میں سے سر کھلا ہوا نہ ہو، جس کا ایک یا دو شملہ لٹکا ہوا ہو۔

عن جابرؓ قال : دخل النبی ﷺ مكة وعليه عمامة سوداء (ترمذی رقم : ۱۷۳۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں سیاہ پگڑی باندھے ہوئے داخل ہوئے تھے۔

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال : كان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمامتَه بين كتفيه ، قال : نافع وكان ابن عمر يَسْدِلُ عمامته بين كتفيه . (ترمذی رقم :۱۷۳۶)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں شانوں کے درمیان ہوتا، نافعؒ کہتے ہیں: ابن عمرؓ جب عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے

عن ابي هريرة وعبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰہ عنہما قالا : ما خرج رسول اللّٰہ ﷺ يوم جمعة قطُّ اِلَّا وهو مُعتمٌ . (امتاع الأسماع ۶/۳۶۹)

حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمیشہ جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر ہی نکلتے تھے۔

عن ام سلمةؓ أن النبيَّ ﷺ دخل عليها وهي تختمر فقال : لَيَّةً، لا لَيَّتَيْن، قال ابو داود: معنی قوله لية لا ليتين :يقول لا تعتم مثلَ الرجلِ لا تُكررهُ طاقا أوطاقين. (ابو داود رقم : ۴۱۱۵)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، اور وہ اوڑھنی لپیٹ رہی تھیں، آپ نے فرمایا، ایک مرتبہ لپیٹنا دو مرتبہ نہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں لية لا ليتين کا مطلب ہے ایک کے اوپر ایک نہ لپیٹنا مردوں کی طرح۔

عمامہ کا استحباب

نُدب لُبسُ السوادِ وإرسالِ ذَنَبِ العمامةِ بين الكتفين اِلی وَسَطَ الظهر كذافي

الكنز، واختلفوا في مقدارما ينبغي من ذنب العمامة منهم من قَدَّرَ بِشِبْرٍ ومنهم من قال الى وسط الظهر، ومنهم من قال الى موضع الجلوس، كذا في الذخيرة. (عالمگیریه: ۵/ ۳۳۰ في اللبس وما يكره)

کالے کپڑے پہننا، اور عمامہ کے شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان پیٹھ کے وسط تک چھوڑنا مستحب ہے، کنز میں اسی طرح ہے۔

علماء کا اختلاف ہے کہ شملہ مقدار کیا ہونی چاہئے؟ بعض نے کہا ایک بالشت، بعض نے کہا پیٹھ کے وسط تک، بعض نے کہا بیٹھنے کی جگہ تک ذخیرہ میں اسی طرح ہے۔

وتُكره الصلاةُ حاسِراً رأسه إذا كانَ يَجدُ العِمامةَ، وقد فعل ذلك تكاسُلاً أو تهاونا بالصلاة، ولا بأس به إذافعله تَذلُلًا وخشوعاً بل هو حسن. (هندية: ۱/ ۱۰۶)

عمامہ کے موجود ہوتے ہوئے سستی یا کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں اس طرح کرنا بہت اچھا ہے۔

وبعض الفقهاء قالوا: المستحب أن يصلي في ثلاثة أثواب قميص و إزار وعمامة. (مجمع الأنهر: ۱/ ۸۰)

بعض فقہاء نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ تین کپڑوں میں نماز ادا کرنا قمیص، لنگی، عمامہ۔ (نورالایضاح نیز البحر الرائق: ۱/ ۴۶۸ اور فتاوی ہندیہ ۱/ ۵۹)

بعض حضرات کو نماز کے وقت عمامہ پر بہت زیادہ اصرار ہے جو غلط ہے، اسی طرح بعض حضرات کو نماز کے وقت عمامہ نہ باندھنے پر اصرار ہو گیا ہے، کبھی بھی نماز کے وقت سر پر عمامہ نہیں ہوتا ہے انا لله وانا اليه راجعون، حالانکہ ہمارے علماء دیوبند نے عمامہ پر اصرار کو منع کیا ہے، اور اس پر اس سختی سے عمل ہونے لگ گیا ہے کہ اگر عمامہ نماز کے وقت باندھے تو اسکو بدعتی کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے، علماء پر ضروری ہے کہ اس مستحب کو دوبارہ زندہ فرمائیں۔

عمامہ کی لمبائی کے متعلق کوئی صریح صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، علامہ نوویؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک عمامہ چھوٹا تھا جس کی لمبائی چھ ذراع کی تھی اور ایک عمامہ لمبا تھا جو بارہ ہاتھ کا تھا۔

طبرانی وغیرہ میں جو روایات اس سلسلہ میں وارد ہیں ان کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

ہر ایک علاقہ والے اپنی صوابدید پر جس قدر لمبا عمامہ باندھیں؛ وہ انشاء اللہ سنت کے موافق سمجھا جائیگا، بشرطیکہ غیروں سے مشابہت نہ ہو۔

انواع عمامہ

۱– عمامة حرقانية ۲– عمامة حوتكية ۳– عمامة قطرية .

عن جعفر بن عمر بن حريث عن أبيه قال : رأيت على النبيَّ ﷺ عمامة حرقانية.

(نسائي رقم :۵۳۴۳)

جعفر بن عمر بن حریث اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ پر سیاہ مائل پھول سے کڑھی ہوئی پگڑی دیکھی۔

حرقانية : علامہ سیوطیؒ وغیرہ راء کے سکون سے پڑھتے ہیں، ابن منظور نے لکھا ہے:

قال الجوهري : وقد يسكن ، وعمامة حَرَقانية : وهو ضرب من الوشي فيه لون كأنه محترق . (لسان العرب : ۱۰/۴۳)

علامہ جوہریؒ نے کہا حرقانیۃ: کبھی راء کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، جلے ہوئے رنگ کی طرح پھول نکالے ہوئے عمامہ کو حرقانیۃ کہتے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں: **عمامة حرقانية : بسكون الراء أي سوداء على لون ما أحرقته النار كأنها منسوبة بزيادة الألف والنون إلى الحرق ، بفتح الحاء والراء قاله الزمخشري .** (حاشية السيوطي على النسائي رقم : ۳۵۴۳)

عمامہ حرقانیۃ راء کے سکون کے ساتھ ہے یعنی کالا، آگ سے جلانے کے بعد جو رنگ ہوتا ہے، وہ مراد ہے، گویا کہ وہ حرق آگ کی طرف منسوب ہے، الف اور نون کی زیادتی کے ساتھ۔

قال العرباض بن سارية كان النبي ﷺ يخرج إلينا في الصفة وعلينا الحوتكية؛ فيقول: لو تعلمون ما ذُخِرَ لكم ما حَزِنتم على مازُوِي عنكم ولَيُفْتَحَنَّ لكم فارسُ والرومُ . (مسند أحمد رقم : ۱۷۱۶۱)

عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس صفہ میں تشریف لائے اور ہم صفہ میں تھے، اور ہم چھوٹے چھوٹے معمولی عمامہ باندھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے لئے آخرت میں کیا ذخیرہ جمع کر رکھا گیا ہے تو جو چیزیں تم سے روک لی گئی ہیں ان پر تم غم نہ کرو گے، فارس اور روم کو ضرور بالضرور تمہارے لئے کھول دیا جائیگا۔

الحَوْ تَکُ : الصغيرُ مِنْ كل شئٍ .... القصيرُ من ثعلب حمار حوتكي قصير.

حو تک: ہر چھوٹی چیز کو کہتے ہیں، ثعلب سے مروی ہے: پست قد والا گدھا. الحو تکیة ، کے متعلق المحیط الأعظم میں لکھا ہے: **والحو تكية عمامة تَعُمُّ بها الأعراب.** (المحکم والمحيط الأعظم: ۳/۷۳)

حوتکیہ وہ عمامہ ہے جس کو عرب کے بدو باندھتے ہیں۔ ابن منظورؒ نے اس میں مزید یہ اضافہ کیا ہے: **قيل هو م ضا ف الى رجل يسمى حوتكاً.** (لسان العرب: ۱۰/۴۱۰) بعض نے بتایا حوتک: نامی شخص کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

لیکن اصحاب صفہ کے صحابہ کرام کی حالت کو دیکھتے ہوئے، یوں کہنا بالکل ٹھیک ہے کہ: وہ حضرات معمولی اور چھوٹے چھوٹے عمامہ باندھے ہوئے تھے، ہوسکتا ہے کہ حوتک نامی شخص اور عرب کے بدوؤں کا بھی یہی حال رہا ہو، لہذا العمامة الحو تكية کوئی خاص عمامہ نہیں ہے۔

عن انس بن مالکؓ قال : رأيتُ رسول الله ﷺ يتوضأ وعليه عمامة قطرية. (أبو داود رقم :۱۴۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر لال قسم کا موٹے کپڑے کا عمامہ تھا۔

علامہ عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: **عمامة قطرية :هي ثيابٌ حمرٌ لها أعلامٌ فيها بعض الخشونة منسوبة الى قطر وقيل هي حلل تحمل من البحرين، القطر بفتح القاف والطاء** (شرح أبي داود للعيني : ۱/۳۴۷)

عمامہ قطریہ: وہ قدرے موٹا سرخ لکیر دار کپڑے کا عمامہ ہے؛ جو قطر کی طرف منسوب ہے۔ اور

بعض نے کہا، وہ عمدہ جوڑے ہوتے ہیں، جو بحرین سے لائے جاتے ہیں۔

قطر: قاف اور طاء کے فتح کے ساتھ ہیں۔ علامہ شوکانیؒ متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں: قطرية: **بكسر القاف وسكون الطاء ويروى بفتحهما۔** (نیل الاوطار:۱۹۹/۱)

قطرية : قاف اور طاء کے کسرہ کے ساتھ ہے ان دونوں کا فتح بھی منقول ہے۔

عن أبي أمامةؓ قال: كان رسول اللّٰه ﷺ لا يولّي والياً حتى يُعَمِّمَه و يُرْخيَ له عَذَبة من جانب الأذن . (المعجم الكبير للطبراني : ۱۴۴/۸)

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی والی کو عمامہ باندھنے کے بعد ہی حاکم بناتے اور اس کا کنارہ کان کی طرف چھوڑتے تھے۔

آپ ﷺ سے دو شملوں کو چھوڑنا بھی ثابت ہے۔ (مسلم، ابوداود)

عمامہ کا رنگ

أخبرني هشام بن عروة عن أبيه قال: نزلت الملائكة يوم بدر على خيل بُلُق و عليهم عمائم صفر و كان على الزبير عمامة صفراء . (تفسير عبد الرزاق: ۴۱۱/۱)

ہشام بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے بیان کیا: بدر کے دن چتکبرے رنگ کے گھوڑوں پر فرشتوں کا نزول ہوا، ان پر زرد رنگ کے عمامہ تھے، اور حضرت زبیرؓ زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ في قوله "مُسَوِّمِيْنَ" قال مُعَلَّمِيْنَ، و كانت سِيماءُ الملائكة يوم بَدر عمائمَ سودٍ ويومَ أحدعمائمَ حُمْرٍ . (المعجم الكبير رقم : ۱۱۴۶۹)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "مسومین" کے متعلق فرمایا، بدر کے دن ملائکہ کی علامت یہ تھی کہ وہ کالے عماموں میں تھے، اور احد کے دن لال عماموں میں۔

عن ابن عباسؓ قال كان سيماء الملائكة يومَ بدرٍ عمائمَ بيضٍ . (المعجم الكبير

رقم: ١٢٠٨٥)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ بدر کے دن ملائکہ کی نشانی یہ تھی کہ وہ سفید عمامہ باندھے ہوئے تھے

عن محمد بن ركانة عن ابيهؓ أنه قال سمعت النبي ﷺ يقول فرقُ ما بيننا وبينَ المشركينَ العَمائمُ عَلى القلانسِ. (ابوداود رقم : ۴۰۷۸)

حضرت رکانہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے ہمارے اور مشرکین کے درمیان (عمامہ میں) فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔

عن سليمان بن أبي عبد اللّه قال : أدركت المهاجرين يَعْتَمُّونَ بعمائمَ كرابيسَ حمرٍ وسُودٍ وخُضْرٍ وصُفْرٍ، يضع أحدُهم طَرْفَ العِمامةِ على رأسه ثم يَضَعُ القلنسوةَ عَلَيْها ثم يُدِيرونَ علَى رُءُوسِهِمْ. (مسند اسحاق بن راهويه رقم : ١٥٥٦)

حضرت سلیمان بن ابی عبداللہؒ کہتے ہیں: میں نے مہاجرین کو پایا کہ وہ کپڑوں کے سرخ وکالے وسبز اور زرد رنگ کے عمامہ باندھتے تھے، عمامہ کا کنارہ سر پر رکھتے اور پھر ٹوپی پہنتے اور عمامہ کو اپنے سروں پر لپیٹ دیتے تھے۔

۳ العِصَابَة چھوٹا عمامہ

عرف میں: وہ چھوٹا کپڑا جو سر پر ایک دو بار لپیٹ کر باندھا جائے.

تاج العروس میں ہے: **أنّ العصابة ما يُسْتَرُ بِه الرأسُ ، ويُدارُ عَليه قليلاً فإن زاد فعمامة.**
(تاج العروس : ۳۸۰/۳)

عصابة : وہ کپڑا ہے، جس سے سر کو چھپایا جائے، اور سر پر معمولی طور پر گھمایا جائے، اگر زیادہ گھمایا جائے تو وہ عمامہ کہلائیگا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ تحریر فرماتے ہیں: **العصابة بالكسر ما يَعْصِبُ به الرأسَ، من عمامة أومنديل ، أوخرقة السوداء.** (عمدة القاري : ٢٦٦/١٦)

عصابة : عین کے کسرہ کے ساتھ وہ کپڑا جس سے سر کو باندھا جائے خواہ وہ عمامہ ہو یا رومال یا

کپڑے کی کتر ہو۔

سمعت ابن عباس ؓ يقول : خرج رسول الله ﷺ وعليه مِلْحَفَةٌ متعطّفا بها على منكبيه، وعليه عصابة دَسْمَاءُ حَتَّى جَلَسَ عَلَى المنبر فحمد الله وأثنى عليه. (بخاري رقم : ٣٨٠٠)

میں نے حضرت ابن عباس ؓ سے سنا وہ فرماتے تھے: کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے اور آپ کے اوپر چادر تھی، اور اس کو اپنے کندھے پر ڈال رکھی تھی، اور کالا چھوٹا عمامہ باندھے ہوئے تھے، پھر آپ ممبر پر بیٹھ گئے اور اللہ کی تعریف کی.

بعض حضرات " عصابة دسماء " کو چکنی پٹی کہتے ہیں جو غلط ہے، الدسماء: کے معنی کالے کے ہیں، اور اس جگہ کالا عمامہ مراد ہے۔

عن ثوبان قال بعث رسول الله ﷺ سَرِيَّةً فأَصَابَهُمْ البَرْدُ فلماقدموا على رسول الله ﷺ أمرهم أن يمسحوا على العصَائِبِ والتَّسَاخِيْنِ. (ابو داود رقم: ١٤٦)

حضرت ثوبان ؓ کہتے ہیں: کہ آپ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا، ان کو ٹھنڈ لگ گئی، جب وہ واپس آئے تو آپ نے فرمایا: کہ پٹیوں پر اور موزوں پر مسح کریں۔

سمع انس بن مالك يقول جئت رسول ﷺ يوماً فوجدته جالساً مع أصحابه يحدثهم وقدعصّب بطنه بعِصَابَةٍ. (مسلم : ٣/١٦١٤)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ صحابہ کہ ساتھ گفتگو فرمارہے تھے، اور آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی تھی۔

﴿٤﴾ النقاب

وہ کپڑا جو چہرا ڈھانکنے کے لئے ناک کی پھنگی پر رہتا ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: **النقاب الخمار الذی يُشَدُّعلى الأنف أوتحت المَحَاجِر.** (عمدة القارى : ١٠/١٩٩)

اوڑھنی جس کو ناک پر یا آنکھ کی پتلی پر باندھی جائے نقاب کہلاتی ہے۔

قال الفَرَّاء اذاأدنت المرأة نقابها الى عينها فتلك الوَصْوصة ، فان أنزلته دون

ذلک الی المَحْجَرِ فهو النقاب. (لسان العرب : ٦٧٨/١)

فراء نے کہا: اگر عورت اپنے نقاب کو اپنی آنکھوں کے قریب کرلے تو اسکو ''وصوصہ'' کہا جاتا ہے اگر اس کو اور نیچے کرلے آنکھوں کی پتلی تک تو وہ نقاب کہلاتا ہے۔

قال ابن الاعرابی : فلا ن میمونُ النقیبة و النقِیْمَةِ أي اللون ومنه سمّيَّ نقا ب المرأة لأنّه يستر نقا بهاأي لونَهَا بِلَونِ النِّقاب. (لسان العر ب : ٧٦٨/١)

ابن منظورؒ آگے لکھتے ہیں: **وقال ابوزيد : النقاب على مارن الانف وفی حديث ابن سيرين النقاب مُحْدَثٌ أراد أنّ النساء ماكُنَّ منتقبن ،أي يختمر ن ، قال ابو عبيد ليس هذا وجه الحديث،ولكن النقاب عندالعرب هوالذي يبدومنه مَحْجِرُ العين ، ومعنا ہ :أن ابداء هن المَحَاجِرَ مُحْدَ ثٌ .**

ابوزیدؒ نے کہا: نقاب ناک کے نرم حصہ پر ہوتا ہے۔ ابن سیرینؒ نے کہا: نقاب محدَث ہے (نئی ایجاد ہے) ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں نقاب نہیں استعمال کرتی تھیں، بعد میں عورتوں نے اس کو شروع کر دیا ہے، ابوعبیدؒ نے کہا: کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں، کہ خواتین چہرہ کو نہیں چھپاتی تھیں، بلکہ نقاب عربوں کے پاس وہ کہلاتا ہے جس سے آنکھ کی ایک پتلی دکھائی دے؛ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنکھوں کی پتلیوں کو دکھانا محدَث ہے۔ نقاب آنکھوں سے ملا ہوا ہوتا تھا، جس سے ایک آنکھ ظاہر ہوتی تھی، اور دوسری چھپی ہوئی ہوتی تھی۔

عن نافع أنَّ عبد الله بن عمرؓ كا ن يقول : لا تنتقبُ المرأة المُحرِمةُ ولا تلبَس القُفَّازينِ. (موطأمالک برقم: ١٠٥٢)

حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے: کہ احرام والی عورت نقاب نہیں ڈالیگی، اور نہ دستانہ پہنے گی۔

﴿۵﴾ اللثامُ

ناک اور سر کے اردگرد لپیٹا جانے والا وہ کپڑا۔

ابن منظورؒ لکھتے ہیں: **اللثام ما كان على الفم من النقاب.** (لسان العرب : ۱۲/۵۳۳) لثام وہ کپڑا جو منہ کو چھپائے. بدرالدین عینیؒ نے فرمایا: **اللثام وهو ما يغطي الشفة** (عيني: ۹/۱٦٦) لثام وہ کپڑا جو ہونٹوں کو چھپائے. ابوعبید القاسم بن سلامؒ لکھتے ہیں: **ولكن النقاب عند العرب هو الذي يبدو منه المَحْجِر فاذا كان على طرف الأنف فهو اللَّفَامُ وان كان على الفم فهو اللِّثام** (غريب الحديث: ۴/۴٦۳)

نقاب عربوں کے ہاں وہ ہوتا ہے جس سے آنکھ کی پتلی نظر آئے، اگر ناک کے کنترہ پر ہو تو وہ لفام کہلاتا ہے، اور اگر منہ کے اوپر ہو تو لثام کہلاتا ہے.

ولِبِستْ عائشةُ رضي الله تعالى عنها الثيابَ المُعَصْفَرةَ وهي مُحرِمةٌ وقالت: لاتَلَثَّمْ ولا تَتبَرْقَعْ. (بخاري: باب ما يلبس المحرم من الثياب، ۲/۱۳۷) حضرت عائشہؓ نے احرام کی حالت میں زرد رنگ کے کپڑے پہنے، اور فرمایا: عورت حالت احرام میں اپنے ہونٹوں کو نہیں ڈھانکے گی، اور نہ چہرہ ڈھانکے گی۔

عن نافع عن ابن عمرؓ أنّه كره أن يَتَلَثَّمَ الرجل في الصلاة. (مصنف ابن ابي شيبة رقم: ۷۳۸۴)

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں: ابن عمرؓ ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی شخص نماز میں منہ کو ڈھانکے۔

﴿٦﴾ بُرْدَةٌ دھاری دار چادر

علامہ ابن منظورؒ تحریر فرماتے ہیں:

البردة كِساءٌ يُلْتَحفُ به وقيل اذاجعل الصوف شُقَّةً وله هُدْبٌ، فهي بردة، قال الأزهري وجمعها برد وهي الشملة المخططة، قال الليث: البرد معروف من

بردود العَصْبِ والوَشْيِ، قال: وأمّا البردة فكساء مربعٌ أسودُ فيه صِغْرٌ، تَلْبَسُه الأعراب. (لسان العرب: ۳/ ۸۲)

بردة: لپیٹے جانے والی چادر، اور کہا گیا: جب چادر کے آدھے حصے کو اُون سے بنا جائے، اور اس کا جھالر بھی ہو تو ''بردة'' کہلائیگی۔

علامہ ازہریؒ نے کہا: اس کی جمع ''برد'' آتی ہے، وہ دھاری دار شال ہوتی ہے، لیث نے کہا: بُرد'' مشہور ہے، مضبوط اور پھول دار چادر ہے، مزید لیث نے کہا: بردة: چوکور کالی چھوٹی چادر ہوتی ہے جس کو بدو پہنتے ہیں۔

محمد بن أحمد الازہریؒ متوفی (۳۷۰ھ) تہذیب اللغۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

قال شَمِرٌ: رأيت أعرابياً بِحَزِيمِيَّة وعليه شبه مِندِيل من صوف قد اتّزر به فقلت ما تسميه؟ قال بردة. (تهذيب اللغة: ۱۴/ ۷۶)

شمر نے بتایا کہ میں نے ایک بدو سے حزیمیہ میں پوچھا: اس نے اون کے رومال کی، لنگی بنا رکھی تھی، اسکو تم کیا کہتے ہو؟ اس نے جواب دیا ''بردة''۔

مذکور اسماعیل بن حماد الجوہری نے لکڑی کے دو پَر بنائے تھے، اور ان کو اپنے دائیں بائیں لگائے، اور لوگوں کو جمع کیا، اور اپنے گھر کے اوپر چڑھے، اور کہا: کہ میں اب اڑنے والا ہوں، اور گھر کے اوپر سے چھلانگ لگائی، اور پروں کو پرندہ کی طرح چلائے، لیکن ان کے لگائے ہوئے پروں نے ان کا ساتھ نہ دیا، گرے اور مر گئے. (الاعلام للزركلي) بعد والوں نے ان کے کام کو آگے بڑھایا اور ہوائی جہاز بنایا۔

جوہریؒ نے اپنی کتاب الصحاح میں تحریر فرمایا ہے: **البردة: كساء أسود مربع فيه صورٌ تلبسه الأعراب والجمع برد.** (الصحاح: ۱/ ۳۸) '' بردہ'' چوکور کالی چادر ہے جس میں صورتیں ہوتی ہیں، جس کو بدو پہنتے ہیں، حدیث میں ہے:

أن امرأة جاءت النبي ﷺ ببردة منسوجة فيها حاشيتها، أتدرون ما البردة؟

قالوا : الشملة . قال: نعم ! قالت: نسجتهابيدى فجئت لأكسوكها، فأخذهاالنبى ﷺ محتاجااليها، فخرج الينا، وانّهاازاره، فَحَسَّنَها فلان، فقال: اكسنيها ماأحسنها؟ قال القوم : ماأحسنت، لبسها النبي ﷺ محتاجاً اليها، سألته، وعلمت أنه لايرد. قال :اني والله ماسألته لألبسه انماسألته، لتكون كفني قال سهل: فكانت كفنه . (بخاری رقم:۱۲۱۸)

ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی چادر لیکر آئیں، اس کے دونوں کناروں میں پھندنے تھے، حضرت سہلؓ نے لوگوں سے معلوم کیا، تم جانتے ہو کہ ”بردۃ“ کس کو کہتے ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا: ”شملۃ“ کو۔ انھوں نے جواب میں فرمایا: ہاں! اس آنے والی عورت نے عرض کیا اس چادر کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنا ہے، اور آپ کو پہنانے کے لئے آئی ہوں، آپ کو اس کی ضرورت تھی، آپ نے اس کو لے لیا، اور اس کا تہ بند بنایا، اور آپ باہر تشریف لائے، فلاں آدمی نے اس کی تعریف کی، اور کہنے لگے: کتنی اچھی ہے، آپ مجھ کو پہنا دیجئے؟

لوگوں نے اس آدمی سے کہا: کہ تم نے اچھا نہ کیا، آنحضرت ﷺ کو اس کی ضرورت تھی، تم نے سوال لگا دیا، اور تم کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو انکار نہیں کرتے ہیں، اس سائل نے کہا: بخدا میں نے پہننے کے لئے اس کو نہیں مانگا ہے، میں نے اس کو اپنا کفن بنانے کے لئے مانگا ہے، حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ وہی چادر ان کا کفن تھی۔

علامہ عینیؒ (متوفی ۸۵۵) نے فرمایا: کہ سائل: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے، اور بعض نے کہا وہ سعد بن أبی وقاصؓ تھے۔

بردۃ مدینہ منورہ میں تیار ہوتی تھی، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک کالی شال تیار کی (بردۃ سوداء) آپ نے اس کو زیب تن فرمایا، جب آپ کو پسینہ آیا تو آپ نے اون کی بدبو محسوس فرمائی، اور اس کو نکال دیا۔ (ابوداود رقم:۴۰۷۶) مسند احمد میں مزید اضافہ یہ ہے کہ راوی نے شال کی سیاہی، اور آپ ﷺ کی سپیدی کا تذکرہ بھی کیا۔

”بـردۃ“ کا تذکرہ روایات میں کثرت سے آیا ہے: صحابہ اس کو بدن کے اوپر کے حصہ کی چادر اور کبھی تہ بند، اور کبھی شال کی جگہ استعمال کیا کرتے تھے، اور یہ کہنا کہ وہ چھوٹی ہی ہوتی تھی درست نہیں۔

یہ چادریں مختلف رنگ کی ہوتی تھیں مثلاً: **بردۃ سوداء** (کالی چادر) **بردۃ ملحاء** (سفید اور کالی دھاردار چادر) **بردۃ صفراء** (زرد چادر)۔

﴿۷﴾ بُرد لکیر والا کپڑا۔

مرتضی الزبیدیؒ (متوفی: ۱۲۰۵) نے لکھا ہے: **البُرد : بالضم: ثوب مُخَطَّطٌ وخص بعضهم به الوَشْيَ قاله ابن سيده ، جمع أبراد.** (تاج العَرُوْس: ۷/۱۳۴)

بُــــــرد لکیر والا کپڑا ہے، بعض نے کہا اس میں پھول ہونے چاہئے اور یہ بات ابن سیدہؒ نے کہی ہے، الجوھریؒ نے لکھا ہے: **والبرد من الثياب والجمع برود وأبراد**= بُرد کپڑے کی ایک قسم ہے اس کی جمع بُرود اور ابراد آتی ہے۔ (الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ: ۱/۳۸)

المطَر زیؒ (متوفی ۶۱۰) تحریر فرماتے ہیں: **والبُرد معروف من برود القصب والوشي...... واما البردة فكساء مربع أسود صغير.** (المُغْرِبْ فی ترتیب المُعْرِب: ۱/۴۰) = ”بُرد“ مشہور سن سے بنا ہوا، پھول دار کپڑا ہے، ایک دو سطر بعد لکھتے ہیں، لیکن ”بـردۃ“ چوکور کالی چھوٹی چادر ہوتی ہے۔

عن هلال بن عامر عن أبيه قال : رأيت رسول ﷺ بمنى يخطب على بغلة وعليه برد أحمر وعلیؓ أمامه يعبر عنه . (ابو داود رقم: ۴۰۷۵) حضرت ہلال بن عامر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ میں نے آپ ﷺ کو منیٰ میں تقریر کرتے ہوئے دیکھا آپ خچر پر سوار تھے اور آپ پر لال کپڑا تھا، اور حضرت علیؓ آپ کی ترجمانی فرما رہے تھے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: **عن أنس بن مالكؓ قال : كنت أمشي مع النبي ﷺ وعليه بردٌ نجراني غليظ الحاشية.** (بخاری: ۲۹۸۰)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور آپ کے اوپر نجرانی موٹے کنارے والا کپڑا تھا۔

احادیث پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’برد‘‘ کا اطلاق ایک خاص قسم کے کپڑے پر ہوتا تھا، جس کو لوگ کبھی گلے میں ڈال لیا کرتے تھے، اور کبھی اس کی لنگی بنالیا کرتے، اور کبھی اوپر کی چادر بنالیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔۔۔

﴿۸﴾ البِجَادُ دھاری دار چادر۔

ابن منظورؒ (متوفی ۷۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: **البِجَاد کساء مخطط من أکسیة الأعراب، وقیل اذا غزِل الصوف بسُرَّة ونُسج بالصّیصَةِ فهو بِجَاد والجمع بُجُدٌ.** (لسان العرب: ۳؍۷۷) = دھاری دار بدووں کی چادر، البجاد کہلاتی ہے، اور کہا گیا ہے: جب بہترین اون سے اس کو کاتا جائے تکلے سے بنا جائے تو وہ بجاد کہلاتی ہے اس کی جمع بُجُد آتی ہے۔

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه أنّ النبی ﷺ قال: لرجل یقال له ذوالبجادین، انه أوّاه، وذلک أنه کان رجلا کثیر الذکر للّٰه عزَّوجل فی القرآن ویرفع صوته في الدعاء. (مسند احمد رقم: ۱۸۴۵۳)

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا: جن کو ذوالبجادین کہتے تھے کہ وہ ’’اوّاہ‘‘ ہیں، بہت زیادہ دعائیں کرنے والے یا نرم دل، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرتے تھے، اور قرآن کو بآواز بلند پڑھا کرتے تھے، بآواز بلند دعا کیا کرتے تھے۔

علامہ ذھبیؒ متوفی (۷۴۸) تحریر فرماتے ہیں:

کان عبد الله ذوالبجادین من مُزینةَ، وکان یتیمًا في حِجرِ عمِّه، وکان یُحْسِنُ الیه، فلما بَلَغَه أنه أسْلَمَ قال: لئن فعلتَ لأنزعَنَّ منک جمیعَ ماأعطیتُک. قال: فانّي

مسلمٌ قالَ : فنزعَ كلَّ شئٍ أعطاه ، حتى جرَّدَه ثوبَه ، فأتى أمَّه ، فقطعتْ بِجَاداً ، لها باثنين ، فأتَّزَرَ نِصْفاً وارْتَدَى نِصْفاً ولزِمَ بابَ رسولِ اللّٰه ﷺ (سير اعلام النبلاء: ۲/۱۷۵)

عبداللہ ذوالبجادینؓ، قبیلہ مزینہ کے تھے، اور وہ اپنے چچا کی پرورش میں تھے، ان کے چچا ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کرتے تھے، جب ان کے چچا کو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہوگئے: تو اس نے کہا: اگر تم نے ایسا کیا تو وہ تمام چیزیں جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے لے لونگا، حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا: میں تو مسلمان ہوگیا ہوں، تو اس نے اپنی تمام چیزیں ان سے لے لیں: حتی کہ ان کے کپڑے بھی نکال لئے، وہ اپنی والدہ کے پاس آئے، والدہ نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کئے اس میں سے ایک کی انھوں نے لنگی اور دوسری کی چادر بنالی، اور رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر پڑے رہے، وہ بآواز بلند قرآن شریف کی تلاوت کرتے، اور بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

ذکر کی مجالس اور ذکر بالجہر کے اثبات میں بندہ ناچیز نے ایک مختصر سا رسالہ "مجالس ذکر احادیث کی روشنی میں"، لکھا ہے جو الحمد اللہ عزیزم محمد ابراہیم خان کے مکتبہ یوسفیہ دیوبند سے شائع ہوچکا ہے۔

طبرانی میں ایک جگہ بجاد کا تذکرہ آیا ہے: **عن محمد بن اسحاق عن ابيه قال سمعت جبير بن مطعم يقول رأيتُ يومَ حنين شيًأ أسودَ مثلَ البجادِ بَينَ السماء والأرض.** (المعجم الأوسط: ۱/۲۵۷) = جبیر ابن مطعمؓ نے کہا: میں نے حنین کے دن دیکھا چادر کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان کوئی چیز ہے۔ واللہ اعلم و علمه أتم.

﴿۹﴾ الحِبَرَة مزین چادر۔

۱۔ عرف میں: روئی سے بنی ہوئی دھاری دار منقش سبز چادر ۲۔ یمن کی سفید وسیاہ دھاری دار چادر۔

علامہ نوویؒ شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں: "**الحبرة هى بكسر الحاء وفتح الباء وهى ثياب من كتان او قطن محبرة أي مزينة**" حبرۃ حاء کے کسرہ کے ساتھ، اور باء کے فتح کے

ساتھ سن یا روئی کا خوبصورت کپڑا کہلاتا ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۲۰۷۹)

زبیدیؒ لکھتے ہیں: **الحبرة ضرب من برود الیمن، مُنَمَّرَة.** (تاج العروس: ١٠ / ٥٠٧) یمن کی سفید وسیاہ دھاریوں والی چادر.

عن انس بن مالکؓ قال کان أحب الثیاب إلی النبي ﷺ أن یلبسها الحِبَرَة.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ حبرہ تھی۔

(بخاری رقم: ۵۸۱۳)

ابو منصور ثعالبیؒ (متوفی: ۴۲۲ھ) **فقه اللغة** میں تحریر فرماتے ہیں: **الفصل الرابع عشر في الأكسية:**

۱- **اِلاضْرِيْجُ**: ریشم اور اون سے بنی ہوئی چادر، بعض نے کہا: بکری کے نرم بالوں سے بنی ہوئی چادر۔ ابن سیدہ متوفی ۴۵۸ھ نے کہا کہ وہ پہلے ریشم کی بنتی تھی۔

۲- **الخَمِيْصَة**: چوکور کالی دو لکیر والی چادر۔

اصمعیؒ نے کہا: خمیصہ ریشم اور اون سے یا صرف اون سے بنی ہوئی چادر جس کو عورتیں استعمال کرتی ہیں، جو دوہری ہوتی ہے۔

۳- **البُرْجُد**: موٹی لکیر دار چادر جس سے خیمہ وغیرہ بنا سکتے ہوں، تاج العروس میں ہے: **هو كساء غليظ۔**

۴- **المِشْمَلَة**: قطیفہ سے چھوٹی چادر ہے۔

۵- **قَطِيْفَة**: پھندنے والی چادر یا کمبل۔ (القاموس الوحید: ۱۳۳۴)

۶- **المِرْط**: ریشم اور اون سے ملی ہوئی چادر یا صرف اون سے بنی ہوئی چادر جس کو تہہ بند کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۷- **المُطْرَفُ**: وہ چادر جس کے دونوں کناروں میں لکیریں ہوں۔

۸- **اللِّقَاعُ**: موٹی چادر، ازہری نے کہا وہ فاء کے ساتھ لفاع ہے۔

۹- **السَّبِيْجَة**: کالی چادر۔

۱۰- **البَتُّ**: موٹے اون کی چادر جس کو گرمی اور سردی میں استعمال کیا جا سکے۔

﴿۱۰﴾ **الخَمِيْصَة** اون اور ریشم کی کالی یا سرخ دولکیر والی چادر۔

قال الاصمعيؒ: الخميص: كساء من خز وصوف، قال أبو عبيد: هي كساء أسود مربع له علمان. (الزاهر في غريب الفاظ الشافعی: ۸٦/۱)

اصمعیؒ نے کہا الخمیصہ: ریشم اور اون سے بنائی ہوئی شال ہے، ابوعبیدؒ نے کہا وہ کالے رنگ کی چوکور دولکیر والی شال ہوتی ہے۔

فأما الخميصةُ فالكساءُ الأسودُ(مقايس اللغة: ۲۱۹/۲): خمیص کالی شال ہوتی ہے۔

ابوعبداللہ ابن ابی نصرؒ متوفی ۴۸۸ھ فرماتے ہیں: **الخميصة كساء أسود مُعْلَمٌ فان لم يكن مُعْلَماً فليس بخميصة، وقد يكون من صوف، ومن خز وجمعها، خمائص. وقال الاصمعي: وهومن لباس النساء ولا تكون الخمائص الا مُعْلَمَةً.** (تفسير غريب ما في الصحيحين: ۵۱۳/۱-۵۷۵) الخمیصۃ کالی شال کو کہا جاتا ہے، بشرطیکہ اسمیں دھاری ہو، کبھی وہ اون سے بنتی تھی ہے، کبھی ریشم کی، اصمعیؒ نے کہا: کہ اس کو عورتیں زیب تن کیا کرتی تھیں، دھاری دار ہی خمیصہ ہوتی ہے۔

الخميصة عن الاصمعى: مُلَاءَةٌ من صوفٍ او خَزٍّ مُعْلَمَةٍ فان لم تكن معلمة فليست بخميصة: سُمِّيَتْ لرِقَّتِها ولِيْنِهَا وصِغْرِ حَجْمِهَا اذا طُويتْ ومن بعض الاعراب في وصفها، الخميصةُ الملاءةُ اللَّيِنَةُ الرَّقِيْقَةُ الواسعةُ التي تتَّسِعُ مَنْشُورةً وتَصْغُرُ مَطويةً تكفي مِن القرِّ، وتُجَمِّل المَلْبَسَ ليست بِقَرْدَةٍ ولا ثَخِيْنَةٍ ولا عظيمة الكور. (الفائق فی غريب الحديث: ۱٦۷/۲)

وفي مشارق الأنوار إذا كان الكساء ذا علمين فهو الخميصة، فإن لم يكن له علم فهو الانبجانية.

اصمعیؒ سے منقول ہے: کہ اون اور ریشم سے بنی ہوئی لیکردار شال کو خمیصہ کہتے ہیں، اگر اس میں لکیریں نہ ہوں تو اس کو انبجانیۃ کہا جائیگا، اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی علت یہ ہے کہ

وہ باریک اور نرم ہوتی ہے، اور لپیٹنے سے اس کا حجم (سائز) چھوٹا ہو جاتا ہے۔

بعض روایتوں میں منقول ہے: کہ خمیصہ نرم باریک کشادہ چادر کو کہتے ہیں، کھولیں تو پھیل جاتی ہے، لپیٹیں تو چھوٹی ہو جاتی ہے، سردی میں کام دیتی ہے، لباس کو آراستہ کر دیتی ہے۔ مشارق الانوار میں ہے: اگر چادر دو لکیروں والی ہے تو خمیصہ ہے، ورنہ انجانیۃ۔

عن ام خالد بنت خالد اتي النبی ﷺ بثيابٍ فيها خَميصَة سَوداء صغيرة. قال: من ترون أن نكسوَهذه ؟ فسكتِ القومُ، قال: ائتوني بأم خالد فاتي بها تُحْمَلُ: فأخذ الخميصة بيده فألبسها، وقال: أبلي وأخلقي، وكان فيها علم أخضَرُ أو أصْفَرُ، فقال: يا أم خالد هذ اسَناهْ، وَسَناهْ بالحبشيَّة حسنٌ. (بخاري رقم : ۵۸۲۳۰)

ام خالدؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کپڑے لائے گئے، اس میں ایک چھوٹی کالی چادر تھی (خمیصۃ) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اسے کس کو پہنایا جائے؟ تو لوگ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ام خالد کو لے آؤ، ان کو اٹھا کر لایا گیا۔ آپ ﷺ نے چادر کو ہاتھ میں لیا اور ان کو پہنایا، اور فرمایا: کہ پہنو اور پرانا کرو، اس میں ہرے یا لال پھول تھے۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا: ام خالد یہ کتنے خوبصورت ہیں۔

اِنَّ عائشة زوج النبيَّ ﷺ قالتْ: أهْدى أبو جهمِ بن حذيفة رسول الله ﷺ خميصةً شاميةً لَها علمٌ فَشَهِدَ فيها الصلاة فلما انصرف، قال: رُدِّي هذه الخميصةَ، إلى أبي جهم فإني نظرت إلى علمها في الصلاة، فكاد يفتنني (موطأ مالک رقم : ٦٧)

حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ فرماتی ہیں: کہ ابو جہم ابن حذیفہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چادر (خمیصہ) ہدیہ میں دی، جو ملک شام کی تھی جس پر پھول بنے ہوئے تھے۔ آپ اس کو پہن کر نماز میں تشریف لے گئے، جب نماز سے لوٹے تو فرمایا: اس چادر کو ابو جہم کے پاس واپس کر دو، اس کے پھولوں پر نماز میں نظر پڑ گئی قریب تھا کہ میں اس میں لگ جاتا۔

﴿۱۱﴾ الرِّدَاء

چادر ، عرف میں: بدن کے اوپر کے حصہ میں استعمال کیا جانے والا کپڑا۔

احمد بن فارسؒ کہتے ہیں: **الرداء ، هو نفسه عطاف** ۔(مقاييس اللغة : ٤/ ٣٥١) رداء نام ہے عطاف کا۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: **وجاء ذكر الرداء في غير حديث وهو ممدود وهو ما كان على أعلى الجسد، والإزار أسفله** .(مشارق الانوار: ١/ ٢٨٧)

رداء کا لفظ بہت سی حدیثوں میں آیا ہے اور وہ مد کے ساتھ ہے، اور وہ اس کپڑے کا نام ہے جو بدن کے اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے، اور ازار بدن کے نیچے کے حصہ کے کپڑے کا نام ہے۔

عن عبد الله بن سرجسؓ قال : أتيتُ رسولَ اللّهِ ﷺ وهو في ناسٍ من أصحابه فدُرْتُ هكذا من خلفه، فعَرَفَ الذي اُريدُ ،فألْقَى الرِّداءَ عن ظهرِه فرأيتُ موضعَ الخاتَم على كَتِفِه مثلَ الجَمْعِ ،حوْلَها خِيلانُ كأنَّها ثآلِيْلُ فرجعتُ حتى استقبلتُه ، فقلتُ: غفر اللّهُ لك يا رسول الله، فقال:ولك ، فقال القوم: استغفرلك رسول اللّه ﷺ فقال : نعم ، ولكم ثم تلا هذه الآية : واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات(الشمائل للترمذی رقم : ٢٢)

عبداللہ بن سرجسؓ کہتے ہیں: کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اقدس ﷺ کے پاس اس وقت مجمع تھا، میں نے اس طرح حضور اقدس ﷺ کے پس پشت چکر لگایا (راوی نے اس جگہ غالبا چکر لگا کر صورت بیان کی) حضور ﷺ میرا منشاء سمجھ گئے، اور اپنی پشت مبارک سے چادر اتار دی، میں نے مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہم شکل دیکھا، جس کے چاروں طرف تل تھے، جو مسّوں کے برابر معلوم ہوتے تھے، پھر میں حضور ﷺ کے سامنے آیا اور میں نے عرض کیا: کہ اللہ تعالی شانہ آپ کی مغفرت فرمائے، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضور نے تیرے لئے دعاء مغفرت فرمائی،

میں نے کہا: ہاں! اور تم سب کیلئے بھی، اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے حکم فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ اپنے لئے اور مؤمن مردوں اور عورتوں کیلئے مغفرت کی دعا کریں۔

آنحضرت ﷺ کی چادر کی لمبائی چوڑائی

ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلیؒ المتوفی ۵۸۱ھ فرماتے ہیں: **أما ردائه ﷺ فكان يقال له الحضرمي، وبه كان يشهد العيدين كان طوله أربعة أذرع وعرضه ذراعان وشبرا.**
(الروض الأنف: ۲۴۹/۵)

آپ ﷺ کی چادر کا نام ''الحضرمی'' تھا، آپ اسی کو زیب تن فرما کر عیدین میں تشریف لاتے، اس کی لمبائی چار ذراع کی ہوتی تھی، اور اس کی چوڑائی دو ذراع ایک بالشت کی تھی۔

ابن القیم الجوزیہؒ المتوفی (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: **قال الواقدي: كان ردائه وبرده طول ستة أذرع في ثلاثة وشبر، وازاره من نسج عُمَان طولَ أربعةَ أذرع وشبر في عرض ذراعين وشبر.** (زاد المعاد: ۱۳۲/۱)

واقدیؒ کہتے ہیں: آپ ﷺ کی چادر، اور دھاری دار چادر چھ ذراع کی تھی، اور اس کی چوڑائی تین ذراع، اور ایک بالشت کی تھی. اور آپ کی ازار عمان کی بنی ہوئی تھی، جس کی لمبائی چار ذراع اور ایک بالشت کی تھی، اور چوڑائی دو ذراع ایک بالشت کی.

ایک ذراع اٹھارہ انچ کی ہوتی ہے، اس حساب سے آپ ﷺ کی چادر مبارک چھ ذراع ایک سو آٹھ انچ کی ہوتی تھی، یعنی تین گز لمبی = پونے تین میٹر، = اور اس کی چوڑائی اکتالیس انچ یعنی ایک میٹر سے کچھ زائد ہوتی تھی.

اور آپ ﷺ کی ازار مبارک ۸۱-اکاسی انچ = پونے تین گز کی ہوتی تھی = دو میٹر سے کچھ زائد۔

شرعی پیمانے، اوزان، اور مقادیر، مساحت کی تفصیلات کے لئے ناچیز کی بے مثال کتاب ''الاوزان المحمودۃ جو دار الکتاب دیوبند سے شائع ہوئی ہے ملاحظہ فرمائیں، اہل علم کے لئے نہایت ضروری کتاب ہے۔

﴿۱۲﴾ **الرَّيُطَةُ** چادر

فراہیدیؒ لکھتے ہیں: الريطة :ملاء ليست بلفقين ، كلها نسج واحد،وجمعها رياط۔(العين :٤٤٦/٧) ریطہ: ایک ساتھ بنی ہوئی ہو چادر ہے، بشرطیکہ دوہری نہ ہو، اس کی جمع ریاط آتی ہے۔

ابن سیدہؒ نے لکھا ہے: **الأصمعیؒ :الرَّيطَة كل ملاءة لم تكن لِفُقَيْن ، وقال غيره من الأعراب، كل ثوبٍ رقيقٍ لين فهو ريطة ،والجمع رِياط ،ورَيُط** (المخصص : ١/ ٣٨٩)=ریطۃ : باریک اور نرم کپڑا ہوتا ہے اس کی جمع ریاط اور رَ یُط ہے۔

علامہ مطرزیؒ نے اسی کو مزید وضاحت سے بتایا ہے: **الرّبطة كل ملاءة لم تكن لِفُقَين،اي قطعتين متضا منتين .** (المغرب:١/ ٣٥٨) ریطہ وہ چادر ہے جو دوہری نہیں ہوتی ہے، یعنی دو ملے ہوئے ٹکڑے نہ ہوں۔

ابن منظورؒ نے کہا: **قال الازهريؒ :لاتكون الريطة اِلَّا بيضاء ، والرائطة كالرَّيُطَةِ.** (لسان العرب : ٣٠٧/٧) ریطہ سفید ہوتی ہے، دوسرا رنگ اس کا نہیں ہوتا ہے الرائطۃ اور الرایطہ دونوں کا اطلاق ایک ہی شئ پر ہوتا ہے۔

قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے: **الرَيطةُ بفتح الراء فيهما**. ریطہ راء کے فتح کے ساتھ ہے۔

عن حنظلة بن أبی سفيان أنه سمع القاسم بن محمد يقول كُفِّنَ أبو بكرؓ في ريطتين رَيطةٍ بيضاءَ وريطةٍ مُعَصْفَرَةٍ (الأحاد والمثانی:١/ ٢٤)

قاسم بن محمد نے کہا: حضرت ابوبکرؓ کو دو چادروں میں کفن دیا گیا، ایک سفید اور ایک زرد۔

أن صِلةَ بنَ زُفَرَحدثه أنّ حذيفةَ بنَ اليَمانِ كُفِّن في ثوبين ،قال :بعثني وأبامسعود فابتعناله كفنًا حُلَّةَ عَصْبٍ بثلاث مئةِ درهمٍ ، فقال: أرياني ما ابتعتما لي فأريناه ، فقال : ما هذا لي بكفنٍ اِنّما يكفيني رَيُطَتَان بيضاوان ليس معمها قميصٌ ، وانی لا اُتْرَکُ اِلَّا قليلا حتی أنالَ خيراً منها أوشَرًّا منهما فابتعنا له رَيطتينِ بَيْضَاوَيْنِ (المعجم الكبير للطبرانی : ٣/ ١٦٣)

صلۃ بن زفر نے حدیث بیان کی، کہ حضرت حذیفہ بن یمان رض کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا، اور بتایا کہ: مجھ کو اور ابو مسعود کو حضرت حذیفہ رض نے کفن خریدنے کے لئے روانہ کیا، ہم نے ان کے تین سو درہم کا ایک ''جوڑا'' حلۃ خریدا، حضرت حذیفہ رض نے فرمایا: تم نے میرے لئے کیا خریدا ہے، دکھلاؤ ہم نے اس کو دکھلایا۔ حضرت حذیفہ رض نے فرمایا: یہ میرا کفن نہیں ہے، میرے لئے تو دو سفید معمولی چادریں کافی ہیں، جس میں کرتا نہیں ہونا چاہئے، مجھے ان کپڑوں میں تھوڑی ہی دیر رکھا جائیگا، یا تو اس سے اچھا بدل دیا جائیگا، یا اس سے بدتر، پھر ہم نے ان کے لئے دو سفید معمولی چادریں خرید لیں۔

عن علي رض عن النبي ﷺ اذا كان يوم القيامة قيل يا أهل الجمع غُضُّوا أبصاركم، حتى تمر فاطمةُ بنتُ رسول الله، فتمر وعليها رَيطتان خضراوان، وفي رواية حمراوان(فضائل الصحابه لأحمدبن حنبل ۲/۷۶۳برقم: ۱۳۴۴)

حضرت علی رض نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو قیامت کے میدان میں کہا جائیگا، لوگو! نگاہیں پست کرلو، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رض گذر رہی ہیں، پھر حضرت فاطمہ رض گذریں گی، اور ان پر دو ہری چادریں ہونگی، ایک روایت میں ہے کہ لال چادریں ہونگی۔

وعن أبي هريرة أن النبي ﷺ كفن في ريطتين، وبرد نجراني. (البزار: برقم ٤٠٨٥)

حضرت ابو ہریرۃ رض سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو دو ''رَیطَہ'' چادروں میں کفن دیا گیا، اور ایک نجرانی چادر میں۔

﴿۱۳﴾ **الشَّمْلَةُ** ۱- پورے بدن کو ڈھانکنے والی چادر ۲- تہہ بند

علامہ فیومی رح (متوفی ۷۷۰) فرماتے ہیں: **الشَّمْلَةُ كساء صغير يؤتزر به، والجمع شَمَلات**(المصباح المنيرفى غريب الشرح الكبير: ۳۲۳/۱) شملہ: چھوٹی چادر جس سے ازار بنائی جاتی ہے.

علامہ زبیدی رح نے فرمایا: **الشَّمْلَةُ عند العرب مئزر من صوف أوشعر يؤتزر به، فاذا**

لُفِّقَ لِفْقَيْنِ، فهي مِشْمَلَةٌ. (تاج العَرُوس: ۲۹/ ۲۸۹) اون یا بالوں سے بُنا گیا ہو تہہ بند عربوں کے ہاں شملہ کہلاتا ہے، اگر اس کو دوہرا کیا جائے تو اس کا نام ”مشملہ“ پڑ جاتا ہے۔

علامہ ازہریؒ لکھتے ہیں: **قلتُ : الشَمْلَةُ عندالبادية، مِئْزَرٌمن صوفٍ أوشعر يُؤْتزربه، فاذالُفِّقَ لِفْقَان فهی مِشْمَلَةٌ ، يشتمل بها الرجل اذا نام بالليل ،والشِّملة الحالة التی يشتمل بها .** (تهذيب اللغة : ۱۱/۲۵۴) میں کہتا ہوں: شملہ دیہات میں وہ تہہ بند کہلاتا ہے، جو اون یا بالوں سے بنا جاتا ہو، اگر اس کو دوہرا کیا جائے اور سوتے وقت اس کو لپیٹ لیا جائے تو وہ مشملہ کہلاتا ہے، اور الشملہ اس ہیئت کا نام ہے جو شملہ کے اوڑھنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

عن عبد الله بن الغَسيلؓ قا ل: كنتُ مع رسو ل الله ﷺ فمرَّبالعباس ، فقال ، يا عم اتْبَعْنِي بِبَنِيْک فانطلق بهم فأدخلهم النبيُّ ﷺ بيتاًوغَطّاهم بِشَمْلَةٍ، وقال: اللّهم انّ هؤلا ء أهل بيتي وعترتي فاستر هم من النا ر ، كما ستر تهم بهذ ه الشَمْلَة قا ل : فما بقي في البيت جُدْرٌ ولا با بٌ الّا أ مَّنَ . (الخصائص الكبرى: ۲/۱۱۹)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں: کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ کا گذر حضرت عباسؓ کے پاس سے ہوا، آپ نے فرمایا: میرے چچا اپنے بچوں کو بلاؤ، وہ ان کو لیکر آئے، آپ ﷺ نے ان کو گھر میں داخل فرمایا اور چادر سے ان کو ڈھانک لیا اور پھر دعا کی یا اللہ یہ میرے گھر والے ہیں اور میرے خاندان والے ہیں، ان کو آپ آگ سے محفوظ فرما لیجئے، جیسا کہ میں نے ان کو اپنی چادر سے ڈھانک لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ گھر میں کوئی دروازہ اور دیوار ایسی نہیں تھی جس نے آمین نہ کہا ہو۔

﴿١٤﴾ الطَيلَسانُ کندھے اور کمر پر اوڑھی جانے والی گول چادر۔

تهذيب اللغة میں ہے: **وحُكی عن أصمعی أنَّه قال : الطيلسا ن ليس بعربی : قال: وأصله فارسیٌّ انّماهوتالشان، فأعرب .** (تهذيب اللغة : ۱۲/۲۳۴)

اصمعیؒ سے نقل کیا گیا: کہ طیلسان عربی لفظ نہیں، وہ اصل میں فارسی لفظ ہے وہ تالشان تھا، بعد میں عربی بنادیا گیا۔

ابن سیدہؒ متوفی (۴۵۸) نے لکھا ہے: **الطیلسان بفتح اللام وکسرها والفتح أعلی: ضرب من الأکسیة.** (المخصص : ۳۸۹/۱) **طیلسان** لام کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے، اور فتح زیادہ بہتر ہے چادر کی ایک قسم ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: **الطیلسان شبه الأردیة یوضع علی الکتفین والظهر.** (مشارق الأنوار : ۳۲۴/۱) طیلسان چادر کے مشابہ ہوتی ہے جو مونڈھوں اور پیٹھ پر اوڑھی جاتی ہے۔

المطرزیؒ (متوفی ۶۱۰) فرماتے ہیں: **الطیلسان تعریب تَالَشَانْ وجمعه طیالسة وهو من لباس العجم مُدَوَّرٌ أسود منه قولهم في الشتم یا ابنَ الطیلسانِ یُرادُ أنَّک أعجمي وعن أبي یوسف في قلب الرداء في الاستسقاء أن یجعل أسفله أعلاه فان کان طیلساناً؛ لا أسفل له، او خمیصة أي کساء یثقل قلبه حوّل یمینه علی شماله، وفي جمع التفاریق الطیالیسة لحمتها وسداها صوف.** (المغرب : ۲۹۲/۱)

طیلسان تالیشان سے بنایا گیا ہے، اس کی جمع طیالسۃ آتی ہے، وہ عجمی لباس ہوتا ہے، گول کالی چادر ہے، گالی دیتے ہوئے کہتے ہیں: یا ابن الطیلسان (اے عجمی کی اولاد)۔ امام ابو یوسفؒ سے صلاۃ الاستسقاء میں چادر کو پلٹنے کے بیان میں مروی ہے کہ چادر کے نیچے کے حصہ کو اوپر کر دیا جائیگا، اگر وہ طیلسان ہو، جس کا نچلا حصہ نہیں ہوتا، یا ''خمیصہ'' ہو جس کو پلٹنا دشوار ہو، تو اس کے دائیں حصہ کو بائیں طرف کر دیا جائیگا۔ جمع التفاریق میں لکھا ہے: کہ طیالسۃ کا تانا اور بانا اون کا ہوتا ہے۔

ہمارے استاذ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ متوفی ۱۴۱۵ھ جن کے احسانات اس بندہ پر بہت زیادہ ہیں، دار العلوم کے انتشار وانقلاب کے بعد میں نے حضرت مرحوم سے ادب پڑھا، اور پڑھنے لکھنے کا سلیقہ سیکھا تھا، حضرت مرحوم اپنی کتاب القاموس الوحید میں تحریر فرماتے ہیں: الطیلسان: زرد رنگ کی شال جو مشائخ کندھوں پر ڈالتے ہیں۔

عن أنس بن مالک أن رسولَ اللّٰه ﷺ قال: یَتبعُ الدَّجالُ مِنْ یهود أصبهَانَ سبعونَ ألفاً علیهم الطَّیَالِسَةُ. (مسلم: باب بقیة من أحادیث الرجال)

حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اصبہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے چلیں گئے۔ اور وہ گول چادریں اپنے اوپر ڈالے ہوئے ہوں گے۔

مولى أسماء عن أسماء قال: أخرجتْ اليَّ جُبَّةً طيالسةً عليها لِبُنَةُ شَبْرٍ من ديباج كِسُرَواني وفرجيهامَكْفُوفانِ به . قالت :هذه جُبَّةُ رسول الله ﷺ كان يلبسها ،كانت عند عائشة فلمَّا قُبِضَتُ عائشة قبضتها اِليّ فنحن نَغُسِلُهَا للمريض مِنَّا يَسْتَشْفِي بها. (مسند احمد برقم : ۲۶۹۴۲)

حضرت اسماءؓ نے ہم کو شیروانی نما ایک کوٹ گویا کہ وہ گول چادر ہے نکال کر دکھلایا، اس میں جو گریبان تھا اس کا ایک بالشت (طول) ایرانی ریشم تھا، اور اس کے دونوں ہاتھوں کے کف اسی کے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا کوٹ ہے، یہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا جب حضرت عائشہؓ کا انتقال ہوگیا، تو میں نے اس کو لے لیا، ہم اس کو دھو کر، اپنے مریضوں کو پلاتے ہیں؛ اس سے علاج کرتے ہیں۔

۱۵ العَباءَة دھاری دار چادر۔

العَباءَة والعَبايَةُ: ضرب من الأكسية ،والجمع :العَباء ، وَالعَباءاتُ.

(الصحاح: ۶/۲۴۱۸) عبائَة ،عَباية: ایک قسم کی چادر ہے، اس کی جمع عباء، عباءات آتی ہے۔

قاضی عیاضؒ مالکی فرماتے ہیں: **العباء ممدود، قال ابن دُريد : العَباء هو كساء معروف، والجمع أعبية ، قال الخليل : العَباية ضرب من الأكسية فيه خطوط سود. وأدخله الزبيدي في حرف الياء وغير المهموز وقال غيره العباءة هي لغة فيه ، ويقال: كل كساء فيه خطوط فهو عباية.** (مشارق الانوار : ۲/۲۴)

العباء: مد کے ساتھ ہے، ابن دریدؒ نے کہا، عَباء ایک چادر ہے جس کی صفت اور کیفیت معلوم ہے۔ الخلیل نے کہا: عبایۃ: ایک کالی لکیر والی چادر ہے، اور الزبیدی نے اس کو یاء کے حرف میں داخل

کیا ہے، اور ہمزہ میں نہیں، دوسروں نے بتایا: کہ عباءۃ ہمزہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے، اور ہر وہ چادر جس میں لکیریں ہوں، ان کو عبایۃ کہا جاتا ہے۔

المطرزیؒ لکھتے ہیں: **العبایة کساء واسع مخطط.** (المغرب: ۳۰۲/۱) **عبایة:** لکیردار وسیع چادر ہوتی ہے۔

معجم اللغة العربية میں ہے **:عباءة ج عباوات وأعبئة: کساء واسع مشقوق من الأمام بلا كمين، يلبس فوق الثياب.** (معجم اللغة: ۱۴۴۶/۲)

عباءۃ کی جمع عباءات اور أعبئۃ آتی ہے، وسیع چادر جو آگے سے کھلی ہوئی ہو، آستین نہ ہوں، کپڑوں کے اوپر پہنی جاتی ہے۔

عن أنسؓ قال: ذهبت بعبد الله بن أبي طلحة الى النبي ﷺ حين وُلد والنبي ﷺ في عباءة يهنأ بعيراً له، قال: هل معك تمرٌ؟ قلت نعم قال: فنا ولته تمرات، فألقاهن في فِيهِ فَلا كَهُنَّ ثُمَّ فَغَرَفَاهُ فأوْجَرَهُنَّ ايَّاه، فجعل الصبيُّ يتلمَّظُ فقال النبي ﷺ حُبُّ الانصار التمرَ، وسمَّاه عبد الله. (ابو داود برقم: ۴۹۵۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے: کہ میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو ان کی پیدائش کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں لے گیا آپ عباء پہنے ہوئے تھے، اور اپنے اونٹ کو تارکول کی مالش فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے معلوم کیا کہ کیا تمھارے ساتھ کھجور ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں نے کچھ کھجوریں آپ کو دیں، آپ نے ان کو منہ میں ڈال لیں، اور پھر بچہ کو چٹایا پھر بچہ اس کا ذائقہ لینے لگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ انصار کھجور سے محبت رکھتے ہیں، پھر اس کا نام عبداللہ رکھا۔

عن عائشةؓ أنها قالت: كان النّاس ينتابون الجمعة من منازلهم من العوالي، فيأتون في العباء ويُصِيبُهم الغبارُ فتخرجُ منهم الريحُ، فأتى رسولَ الله ﷺ انسانٌ منهم وهو عندي، فقال: رسول الله ﷺ لو أنّكم تطهرتُم ليومِكُمْ هذا. (مسلم: باب وجوب غسلٍ يوم الجمعة على كل بالغ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ لوگ باری باری کر کے اپنے مکانات عوالی سے جمعہ کے لئے آتے تھے، اور وہ عباء پہنے ہوئے ہوتے تھے؟ ان کو غبار لگتا اور ان سے بدبو نکلتی تھی، ان میں سے ایک شخص رسول ﷺ کے پاس آئے، جبکہ آپ میرے پاس تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم آج کے دن پاکی حاصل کر لیا کرو، (کتنا اچھا ہوگا)

﴿۱۶﴾ **المطْرَف** مخلوط ریشمی دھاری دار چادر۔

ازھریؒ نے لکھا ہے: **المطرف من الثیاب ما جُعل فی طرفیه علمان، قالوا: والأصل مُطرفٌ فکسر المیم لتکون أخف .** (تهذیب اللغة: ۱۳/۲۲۱)

مطرف اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کے دونوں کناروں میں دھاری ہو، علماء اہل لغت نے لکھا ہے: اس کی اصل مُطرف ہے، میم کو کسرہ تخفیف کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

ابن منظورؒ نے لکھا ہے: **والمِطْرف و المُطرف واحد المطارف، وھی أردیة من خز مربعة لها أعلام قیل ثوب مربعٌ من خز له أعلام.** (لسان العرب: ۹/۲۲۰)

المطارف کا مفرد مطرف ہے، (میم کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) چوکور ریشمی چادر ہے، جس میں پھول بوٹے ہوتے ہیں، اور بعض نے کہا اس کا چادر ہونا ضروری نہیں بلکہ مطلق ریشمی چوکور کپڑے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

الخز : وہ کپڑا جس کا تانا ریشم کا ہو، اور بانا دوسرے دھاگے کا ہو، بعض حضرات نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں خز کا اطلاق مخلوط ریشم کے کپڑوں پر ہوتا تھا۔

حدیث میں ہے: **أن عائشةؓ کست عبدَالله بن الزبیر مِطْرَفَ خزٍّ کانت تلبسه.** حضرت عائشہؓ نے اپنی چادر جس میں ریشم مخلوط تھا، عبداللہ بن زبیر کو پہنایا۔ (موطا: ۲/۹۱۲)

﴿۱۷﴾ المُلاَءَ ةُ دوہری چادر۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **المُلاءَ ةُ بالضَّمِّ والمدِّ الرَّيْطَةُ ، وهي الملحفة ، والجمع :مُلاءٌ** میم کے ضمہ کے ساتھ اور مد کے ساتھ ہے، اس کے معنی ریطۃ کے ہیں، اور ریطۃ کے معنی ملحفۃ کے ہیں اس کی جمع مُلا ءٌ آتی ہے۔ (لسان العرب:۱/۱۶۰)

ابن قتیبہؒ غریب الحدیث میں لکھتے ہیں: **الشُّقَةُ نِصْفُ المُلاءة، في العرض، فاذا وصلت نصفاً بنصف فهي مُلاءة ، فان كانت الملاءة قطعة واحدة فهي رَيطَةٌ** .(غریب الحدیث:۱/۳۹۱) **شقه** ، **ملاءة** کا چوڑائی میں نصف ہوتا ہے، جب آدھے کو آدھے کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو وہ "ملاءة" کہلاتا ہے، اگر "ملاءةٌ" کا ایک ہی ٹکڑا ہو تو وہ ریطۃ کہلاتا ہے۔

علامہ ابن الاثیرؒ نے فرمایا: **الملاء بالضم والمدجمع مُلاءة ، وهى الا زار.** الملاء ضمہ کے اور مد کے ساتھ ہے مُلاءة کی جمع ہے، ازار کو کہتے ہیں۔ (النهاية فى غريب الحديث : ۴/ ۳۵۲)

معجم لغة الفقهاء میں ہے: **المُلاءة بضم الميم ج ملاء ، ثوب من قطعة واحدة ذو شقين متصامين يلبس فوق الثياب.** (۱/ ۴۵۷) **ملاء** میم کے ضمہ کے ساتھ ملاء کی جمع ہے، دوہرا ملا ہوا کپڑا جو کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔

عن أحنف بن القيس قال: قدمت المدينة ، فجاء عثمان فدخل وعليه مُلاءة صفراء قد قَنَعَ بها. (الا دب لا بن أبى شيبة : ۱/ ۱۳۲) احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا، حضرت عثمان تشریف لائے اور زرد دوہری چادر سے سر ڈھانکے ہوئے تھے۔

روایات اور اہل لغت کی تصریحات سے لگتا یہ ہے کہ ملاءۃ، کبھی لنگی کی جگہ اور کبھی رومال کی جگہ استعمال ہوتا تھا بعض نے بتایا کہ وہ اون کا بھی ہوتا ہے، اور کبھی ریشم کا بھی ہوتا ہے.

عن قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَقَالَتْ :رَأيْتُ النَّبِيَّ ﷺ : وَعَلَيْهِ أسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتْهُ .(الشمائل للترمذي:٦٧) حضرت قیلہ بنت مخرمہؓ کہتی ہیں: کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دو پرانی چادریں اوڑھ رکھی تھیں، روایات میں "مُلَیتین" کا لفظ بھی آیا ہے جو مُلاءۃ کی تصغیر، کہ خود آنحضرت ﷺ دوہری چادر پہنے ہوئے تھے۔

﴿۱۸﴾ اَلنَّمِرَةُ دھاری دار چادر، یا کمبل۔

خطابیؒ (متوفی:۳۸۸) نے لکھا ہے: **النَمْرَةُ بردةٌ من صوفٍ تُلْبَسُ (غريب الحديث : ۲/۲۹۶)** نمرۃ اونی چادر کو کہتے ہیں۔

ابن فارسؒ (متوفی:۳۹۵) نے کہا: **النَّمِرَة ثوب مخططٌ تلبَسُه العجوز** .(مجمل اللغة : ۱/۸۸۶) نمرہ دھاری دار کپڑا، جس کو سن رسیدہ مرد یا خاتون پہنتی ہے۔

احمد بن فارس متوفی (۳۹۵) نے لکھا ہے: **النمرة هی كساء ملوَّنٌ مخطط** (مقاييس اللغة : ۵/۴۸۰) نمرہ دھاری دار رنگین چادر کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **والنمرة بردة مخططة ، والنمرة الأنثى من النمر، الجوهرّی : والنمرة بردة من صوف يلبسها الأعراب ،وفي الحديث :فجاءه قوم مجتابی النِّمار. كل شملة مخططة من مآزر الأعراب فهي نمرة ، وجمعها نِمارٌ.**

(لسان العرب : ۵/۲۳۶)

نمرۃ دھاری دار چادر کو کہتے ہیں نمرۃ مؤنث چیتے پر بولا جاتا ہے، جوہری نے کہا: نمرۃ: اون کی وہ چادر جس کو عرب کے بدو پہنتے ہیں، اور حدیث میں ہے: آپ ﷺ کے پاس ایک قوم آئی، جو دھاری دار کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ ہر وہ ازار جس میں دھاریاں ہوتی ہیں ان کو نمرۃ کہا جاتا ہے۔

أن النبی ﷺ خطب يو م الجمعة ،فرأى عليهم ثياب النِّمارِ،فقال رسول اللّٰه ﷺ :ماعلى أحدكم ان وجد سَعَةً أن يتخذثوبين سوىٰ ثوبي مِهْنَتِه. (صحيح ابن حبان رقم : ۲۷۷۷)

آنحضرت ﷺ نے جمعہ کا خطبہ دیا، اور صحابہ کو دیکھا کہ وہ اون کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر گنجائش ہو تو کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے اگر (نماز کے لئے) ہوں تو کیا حرج ہے۔

﴿۱۹﴾ اَلنِّسَاجَةُ بنی ہوئی چادر۔

علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں: **فقام فی نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًابها ،هي ضربٌ من الملا حف**

مَنْسُوجَةٍ كأنَّهَا سُمِّيَتْ بِالْمَصْدَرِ. (لسان العرب : ۳۷۶/۲) یہ ایک طرح کی بنی ہوئی چادر ہے، گویا کہ مصدر سے اس کا نام متعین کیا گیا۔

ابن الأ ثیرؒ لکھتے ہیں: **نِساجة وهي ضرب من الملاحف منسوجة.** (النهاية فی غریب الحديث : ۴۲۲/۲) نساجۃ: ایک طرح کی ہلکی یا گرم چادر (یا کمبل ہے) جو بنی ہوئی ہوتی ہے ۔

ابن منظور اور ابن الاثیر کے الفاظ ایک ہی ہیں، اس سے زیادہ تفصیل ابتک مجھکو مل نہ سکی۔

عن جعفر عن أبيه قال دخلت على جابر بن عبد الله وهو أعمى فجاء وقت الصلاة فقام في نساجة ملتحفاً كلمّا وضعها على منكبيه رجع طرفاها اليه من صغرها، ورداءه الى جنبه على المشجب فصلى بنا. (مصنف ابن ابی شیبة : ۲۷/۲)

حضرت جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس گئے اس وقت آپ کی بینائی جا چکی تھی، نماز کا وقت آ گیا تو ایک چادر (نساجۃ) کو لپیٹ کر وہ کھڑے ہو گئے جب اس کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو اس کے چھوٹے ہونے کے سبب وہ گر جاتی تھی، حالانکہ آپ کی ''رداء'' بڑی چادر کھُنٹی (ہینگر) پر تھی۔

﴿۲۰﴾ المِلْحَفَة شال۔

عرف میں: ۱- شال۔ ۲- کپڑوں کے اوپر سردی سے بچنے یا خوبصورتی کے لئے استعمال کی جانے والی چادر۔ ۳- اون سے بنی ہوئی چادر جس کو اوڑھکر عورتیں گھر سے باہر نکلتی تھیں۔ احادیث میں ''ملحفة'' کا کلمہ مذکورہ تینوں معنوں میں مستعمل ہے۔

ابوالحسن علی بن اسماعیلؒ متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں: **الملحفة: المُلاءَة، واللحاف: اللباس الذي فوق سائر اللباس من دِثار البرد ونحوه.** (المخصص: ۳۸۸/۱) ملحفہ، ملاءہ، اور لحاف کو کہتے ہیں، وہ کپڑا جو تمام کپڑوں کے اوپر ہوتا ہے، چادر وغیرہ۔

ملحفة : الملاءة وهي ما تلتحفُ به المرأةُ ، واللِّحَافُ كلُّ ثوبٍ تَغَطَّيْتَ به .

(المغرب : ۴۲۲/۱)

ملحفۃ کے معنی ملاءۃ کے ہیں، اور وہ ایسا کپڑا ہے جسکو عورت لپیٹتی ہے، اور ''لحاف'' کے معنی وہ کپڑا جس سے آپ اپنے آپ کو ڈھانک لیں۔

عن ابن عباسؓ قال صعِدَ النبيُّ ﷺ المنبر وكان آخر مجلس جلسه، مُتَعَطِّفًا مِلْحفةً على مَنْكِبَيْه، وقد عَصَبَ رأسَه بِعِصَابَةٍ دَسِمَة، فحمِدَ للّه وأثنى عليه ثم قال يا ايها الناس إليّ فثابوا إليه. (بخاری رقم: ۹۲۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے، اور یہ آپ کی لوگوں کے ساتھ آخری مجلس تھی، شال اپنے مونڈھے پر ڈالے ہوئے تھے، کالا چھوٹا عمامہ اپنے سر پر باندھے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: لوگو! میرے قریب آجاؤ لوگ جلدی سے آپ کے قریب آگئے۔

﴿۲۱﴾ المنديل

۱-چھوٹا تولیہ ۲-دستی جس سے: منھ اور ہاتھ وغیرہ کے پانی اور پسینہ کو دور کیا جاتا ہے۔

علامہ نوویؒ شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

المناديل: جمع مِنديل بكسر الميم في المفرد، وهو هذا الذي يُحْمَلُ فِي اليد قال ابن الاعرابي وابن فارس وغيرهما: وهو مشتق من الندل وهو النقل لأنه ينقل من واحد إلى واحد وقيل من الندل، وهو الوسخ، لأنه يندل به. (شرح النووی علی مسلم: ۱۶/۲۳)

مناديل منديل کی جمع ہے، اسکا مفرد میم کے کسرہ کے ساتھ ہے اور وہ اس کپڑے کا نام ہے جو ہاتھ میں رکھا جاتا ہے۔ ابن الاعرابی اور ابن فارس نے کہا ہے: کہ وہ ندل سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں: ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، اور بعض نے کہا اسکے معنی میل کے بھی ہیں، کیونکہ اس سے میل دور کیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں تو مندیل کا اطلاق تولیہ اور میل کچیل کے صاف کرنے کے لئے جو دستی اور تولیہ ہوتا تھا اسی پر بولا جاتا تھا۔

البتہ علامہ زیلعیؒ متوفی ۷۴۳ھ نے تبیین الحقائق میں سدل کی تفصیل بیان کی ہے: جس سے معلوم ہوتا ہے آج کل رومال جو مونڈھوں پر ڈالا جاتا ہے؛ اس پر بھی مندیل کا استعمال ان کے زمانہ میں ہونے لگا تھا. چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''قولہ'' **وهو أن يجعل ثوبه على رأسه وكتفيه أو يرسل جوانبه يصدق على أن يكون المنديل مُرْسَلاً بَيْنَ كتفيه كما يعتاده كثير، فينبغي لمن على عنقه منديل أن يضعه عند الصلاة قاله الكمال.** (تبین الحقائق ۱/۱۶۴)

(سدل) اسکی شکل یہ ہے کہ اپنے سر اور دونوں مونڈھوں پر کپڑا ڈال لے اور اسکے کنارے کو لٹکا دے۔ یہ بات صادق آتی ہے جب کہ رومال دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا ہوا ہو، جیسا کہ بہت سے لوگوں کی عادت ہے جسکے گردن میں رومال لٹکا ہوا ہو وہ نماز کے وقت اسکو نکال کر رکھ دے۔

عن عبد اللّٰه بن الحارث قال كان له منديلٌ يتمسح به بعدَ الوضوءِ
(مصنف ابن ابی شیبه رقم : ۱۵۷۲)

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک تولیہ تھا جس سے آپ وضو کے بعد پونچھا کرتے تھے۔

سمعت البراءؓ يقول: أهْدِيتْ للنبي ﷺ حلةُ حرير فجعلَ أصحابُه يَمَسُّونَها، ويعجبون مِن لِيْنِها، فقال: أتعجبون من لينِ هَذِه؟ لَمَناديلُ سعدِ بنِ معاذ خيرٌ منها أو ألْيَنُ. (بخاري رقم : ۳۵۹۱) میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ریشم کا جوڑا ہدیہ میں دیا گیا، آپکے صحابہ اس کو چھونے لگے اور اس پر تعجب کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا: کہ کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کر رہے ہو؟ جنت میں سعد بن معاذ کے دستی تولیہ اس سے بہتر ہیں، یا یہ فرمایا: کہ اس سے نرم ہیں۔

﴿۲۲﴾ **البُرنُس** وہ کرتا جس کے ساتھ سر ڈھانپنے والا حصہ جڑا ہوا ہو

الخلیل بن أحمد الفراهیدیؒ (المتوفی: ۱۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں: **البُرنُس كل ثوب**

رأسه منه ملتزق به دُرَّاعة كان أو مِمْطَراً أو جُبَّةً. (کتاب العین: ۷/۳۴۳)

برنس وہ کپڑا ہے جس کے ساتھ اس کے سر کے ڈھانکنے کا کپڑا ملا ہوا ہو، خواہ وہ چوغہ ہو، یا برساتی ہو، یا جبہ ہو۔

علامہ ابوالفتح ناصرالدین المُطَرِّ زِی (٦١٠ھ) لکھتے ہیں: **البرنس قلنسوة طويلة كان النسّاک يلبسونها، في صدر الاسلام وعن الازهري كل ثوب رأسه منه ملتزق به دُرّاعة كانت أو جبة أو مِمطراً.** (المُغْرِب فی ترتیب المُعْرِب : ۱/۷۰) برنس لمبی ٹوپی ہوتی تھی، جس کو زاھد اسلامی ابتدائی دور میں پہنا کرتے تھے۔ ازھری سے منقول ہے: برنس وہ کپڑا ہے جس کے ساتھ اس کے سر ڈھانکنے کا کپڑا ملا ہوا ہو، خواہ وہ چوغہ ہو یا برساتی یا جبہ۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: **البرنس بضم الباء الموحدة وسكون الراء وضم النون، وهو ثوب رأسه منه ملتزق به، وقيل قلنسوة طويلة وكان النُسَّاک يلبسونها في صدر الاسلام، وهو من البِرس، بكسر الباء وهو القطن والنون زائدة، وقيل غير عربي، وقال ابن حزم: كل ما جُبَّ منه لاخراج الرأس منه فهو جبة، في لغة العرب، وكل ماخِيط أو يُنسجُ في طرفيه ليتمسک على اللابسين فهو بر نس.**

(عمدۃالقاری: ۳/۶۱۴)

برنس باء کے ضمہ کے ساتھ اور راء کے سکون اور نون کے ضمہ کے ساتھ وہ کپڑا ہے جس کے سر کے ڈھانکنے کا کپڑا اس کے ساتھ ہی ملا ہوا ہو، اور کہا گیا ہے، وہ لمبی ٹوپی ہوتی تھی جسکو عابد وزاہد لوگ ابتداء اسلام میں پہنا کرتے تھے۔

اور یہ بِرنس باء کے کسرہ کے ساتھ ہے جس کے معنی روئی کے ہیں، سین سے قبل نون بڑھا دیا گیا ہے، اور بعض نے کہا یہ لفظ عربی نہیں ہے، علامہ ابن حزم اندلسی متوفی (۴۵۶) نے فرمایا: ہر وہ کپڑا جس کے دونوں کناروں کو سیا، یا بنا گیا ہو، تا کہ وہ پہننے والوں کو گرفت میں رکھے، وہ برنس کہلاتا ہے، برنس کرتا ہوتا تھا، جسمیں ٹوپی سلی ہوئی ہوتی ہے اور الگ نہیں ہوتی۔

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ أن رجلا سأله مایلبسُ المحرم ؟فقال : لا یلبس القمیصَ ، ولا العمَامةَ ، ولا السَّراویلَ ،ولا البُرنسَ. (بخاری رقم : ۱۳۴)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے معلوم کیا کہ محرم کونسے کپڑے پہنے گا ؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص اور عمامہ کو شلوار کو اور برنس کو نہیں پہنے گا۔

﴿۲۳﴾ القمیص کرتا

عرف میں: مونڈھوں کے اوپر سے گھٹنے تک سلا ہوا لباس جس میں آستین اور گریبان ہو، بعض علماءِ لغت نے کہا، عربی زبان میں قمیص کیلئے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ روئی کا ہونا ضروری ہے۔

عن ام سلمةؓ عنها قالت: کان أحبُّ الثیابِ إلی رسول اللّٰہ ﷺ القمیصَ. (ابو داود رقم : ۴۰۲۵) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے پاس کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ قمیص تھی۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: **و کان قمیصه مشدود الاَزْرَارِ وربَّمَا حَلَّ الاَزْرَارفي الصلاة وغیرها.** (احیاء علوم الدین: ۲/۳۷۴) آپ ﷺ کی قمیص کے بٹن بند رہتے، کبھی کبھی نماز وخارج نماز میں کھلے بھی رہتے۔

کرتا پہلے پہنا جائے بعد میں لنگی

عن أبي رُهْمٍ السَّمَاعِيؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ وإن من لِبْسَةِ الاَنْبِیَاءِ علیهم السلام القُمُصُ قبلَ السَّرَاوِیْلِ . (انظر : الأحادو المثاني رقم الحدیث ۲۶۳۸) في المعجم اللکبر للطبراني بدل القمص ، القمیص ،بالمفرد. (المعجم الکبیر رقم: ۳۳۶/۳۲)

حضرت ابو رہم السماعی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کرتے کو شلوار سے قبل پہنتے تھے۔

کرتے کے اوپر رومال یا چادر اوڑھنا

أتينا عبد اللّه بن بسر المازني فقلنا : كيف كان لباس رسول اللّه ﷺ فقال كان إزاره فوق الكعبين ,وقميصه فوق ذلك,وردائه فوق القميص. (مسند الشاميين للطبراني رقم : ۱۰۴۹)

ہم حضرت عبداللہ بن بسر مازنیؓ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کے لباس کے متعلق معلوم کیا، انہوں نے جواب دیا: آپ کی ازار ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی، کرتا اس سے اوپر اور چادر کرتے کے اوپر ہوتی تھی۔

آستین کی لمبائی کہاں تک؟

عن أسماء بنت يزيد قالت : كانت يد كم رسول اللّه ﷺ إلى الرسغ (ابو داود رقم: ۴۰۲۷) حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آستین ہاتھ کے گٹوں تک ہوتی تھی

عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ لبس قميصاً وكان فوق الكعبين ، وكان كمه مع الأصابع . (المستدرک للحاکم : ۷۴۲۰) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے کرتا پہنا، جو ٹخنوں سے اوپر تھا، اور اس کی آستین انگلیوں کے برابر تھی۔

﴿٢٤﴾ السِرْبَال کرتا . پوشاک

ابن منظورؒ کہتے ہیں: **السربال القميص والدرع ، وقيل كل ما لُبِسَ فهو سربالٌ.** (لسان العرب : ۱۱/۳۳۵) سربال: کے معنی قمیص اور درع کے ہیں، اور کہا گیا ہے: ہر وہ چیز جو پہنی جائے وہ سربال ہے۔

عبد الله بن سلامؓ قال : لمّا حوصر عثمان وَلّى أبا هريرة على الصلاة وكان ابن عباس يصلي أحياناً،ثم بعث عثمان اليهم ، فقال ، ماتريدون منى ؟ قالوا: نريد أن تخلع اليهم أمرهم ،قال :لا أخلع سربالاً سَرْبلنيه اللّه تعالیٰ. (جامع الاصول : ۴/۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں: جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کرلیا گیا، تو انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو نماز پڑھانے کا ذمہ دار بنادیا، اور حضرت ابن عباسؓ کبھی کبھی نماز پڑھاتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ان محاصرہ کرنے والوں سے پوچھا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: آپ خلافت کو ان لوگوں کے سپرد کردیں، حضرت عثمان نے فرمایا: جس کرتے کو اللہ نے مجھ کو پہنایا ہے، اس کو میں نہیں نکالونگا۔

جمهرة اللغة میں ہے: **السربال : القميص. والدِّرْعُ أيضاً سِرْبَالٌ، وكذاهو في التنزيل﴿ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ الحَرَّوَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأسَكُمْ ﴾** (جمهرة : ۲/۱۱۲۰)

سربال کے معنی قمیص کے ہیں، اور درع کو بھی سربال کہا جاتا ہے، اسی طرح قرآن کریم میں بھی ہے، کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی میں اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی میں۔

﴿۲۵﴾ الْقُرْطُق کرتا

میرے استاذ حضرت مولانا وحید الزماں صاحبؒ کیرانوی ولادت ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء وفات ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء القاموس الوحید میں تحریر فرماتے ہیں: **قَرْطَقَةُ:** کرتا پہننا، **تقرطق :** کرتا پہننا، **القُرْطُقُ :** کرتا۔ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **قُرْطَقُ، في حديث منصور جاء الغلام وعليه قُرْطَقٌ أبيض، أي قَبَاءٌ وهو تعريب كرته، وقد تُضَمُّ طاؤه، وابدال القاف من الهاء في الاسماء المعربة كثيرٌ كالبرق، والباشق، والمستق وفي حديث الخوارج : كأني أنظر اليه حبشيٌ عليه قُرَيطَقٌ هو تصغير قرطق.** (لسان العرب : ۱/۳۲۳)

قرطق : منصور کی حدیث میں ہے: لڑکا آیا وہ سفید کرتا پہنا ہوا تھا، یعنی قباء قرطق کرتہ کا معرب ہے، اور کبھی اس کو طاء کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے، عربی زبان میں کثرت سے یہ کیا جاتا ہے کہ ہا کو قاف سے بدل دیا جاتا ہے، جیسے، برق، باشق مستق وغیرہ خوارج کی حدیث میں ہے: گویا کہ میں اسکو دیکھ رہا ہوں حبشی ہے اور اسپر چھوٹا کرتا ہے، قرطق کی تصغیر قریطق آتی ہے۔

حدثنا أبو الوضيء قال قال عليٌّ عليه السلام اطلبوا الْمُخْدَجَ فذكر الحديث فاستخرجوه من تحت القتلى في طين ، قال ابو الوضيء فكأني أنظر اليه حَبشيٌّ عليه قريطق ، له احدىٰ يدين مثل ثدي المرأة ، عليها شُعيراتٌ ، مثل شعيرات التي تكون على ذَنَب اليَربوع . (ابو داود رقم : ۴۷٦۹)

حضرت ابوالوضی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا، ناقص کو تلاش کرو اس کے بعد انھوں نے حدیث کو ذکر کیا اس کو مقتولین کے بیچ سے نکالا گیا، ابوالوضی کہتے ہیں کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں، اس کی طرف حبشی ہے اس پر ایک چھوٹا کرتا ہے، اس کے دو ہاتھوں میں سے ایک، عورت کی پستان کی طرح ہے، اس پر چھوٹے چھوٹے بال ہیں جیسا کہ گھونس کی دُم پر ہوتے ہیں۔

﴿۲٦﴾ الجُبَّة شیروانی نما گرم کوٹ

عرف میں: شیروانی نما گرم کوٹ جس میں استر ہو، اور درمیان میں روئی رکھی گئی ہو جبہ کہلاتا ہے۔

حدثنی المغيرة بن شعبةؓ قال: انطلق رسول اللّٰه ﷺ لحاجته ثم أقبل فلقيته بماء فتوضأ وعليه جبة شامية . (بخاری رقم : ۲۹۱۸)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ اپنی ضرورت کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو میں پانی لایا، آپ نے وضو فرمایا، اور آپ شامی جبہ میں ملبوس تھے۔

عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال : كان على موسىٰؑ يوم كلمه ربه كساء صوف وجبة صوف . (ترمذی : ۱۷۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ جس دن اللہ سے ہم کلام ہوئے اس دن اون کی چادر اور اون کا جبہ پہنے ہوئے تھے۔

عن ابن عباسؓ أن رسول اللّٰه ﷺ ......قال كأني أنظر إلى يونس بن متىؑ على ناقة حمراء جعدة خطامها ليف، عليه جبه سِيَرَاءُ يطوف بالبيت وهو يلبي .

(المعجم الكبير للطبراني: ۱۲/۱۵۹)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گویا میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، ایک لال پیچ دار اونٹنی پر کہ اس کی لگام کھجور کے درخت کے ریشوں سے بٹی ہوئی تھی، دھاری دار جبہ میں ملبوس ہیں، اور کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے ہیں، اور تلبیہ پڑھتے جا رہے ہیں۔

عن عبد اللّه بن عمرؓ أن رسول اللّه ﷺ قال: رأيتُ عيسى بن مريم عليه جبّة سيراء يطوف بالبت. (المعجم الكبير للطبراني: ١٢/٣٦١)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اراشاد فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا ان پر ایک ریشم کی دھاری والا جبہ تھا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔

عن سلمان الفارسي أن رسول اللّه ﷺ توضأفقلّبَ جُبَّةَ صوفٍ كانت عليه فمسح بها وجهه. (ابن ماجه: ١/١٥٨) حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے پہنے ہوئے جبہ کو الٹ کر اپنے چہرہ کو پوچھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگ آستین والا کرتا کیوں؟

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تنگ جبہ اس لئے پہنا تھا کہ سفر میں اس کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

ترجم له فى الصلاة في الجبة الشامية وفي الجهاد الجبة في السفر والحرب وكأنه يشير إلى أن لبس النبي صلى اللّه عليه وسلم الجبة الضيقة إنما كان لحال السفر لاحتياج المسافر إلى ذالک وأن السفر يغتفر فيه لبس غير المعتاد في الحضر، وقد تواترت الاحاديث عمن وصف وضوء النبى ﷺ وليس في شيً منها أنّ كميه ضاق عن إخراج يديه منها أشار إلى ذلک ابن بطال. (فتح البارى: ١٠/٢٦٨)

کتاب الصلاۃ میں امام بخاریؒ نے الجبۃ الشامیۃ کا باب باندھا ہے، اور کتاب الجهاد الجبة فى السفر والحرب کا باب باندھا ہے، گویا کہ امام بخاریؒ نے اس بات کی طرف اشارہ فر

یا ہے: کہ آپ ﷺ کا تنگ جبہ پہننا سفر کے وجہ سے تھا، کیونکہ سفر میں اس کی ضرورت ہوتی ہے، اور سفر میں معاف کر دیا جائیگا، غیر معتاد لباس پہننے کو، جو حضر میں معاف نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے وضو کی منظر کشی کرنے والی حدیثیں تواتر کے ساتھ منقول ہیں، کسی میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ آپ ﷺ کی آستین تنگ ہوگئی تھی علامہ ابن بطال نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجرؒ نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تنگ قمیص اور کرتے کو عام حالات میں درست نہ جانا جائے، یہاں ضرورت تھی اور یہ الضرورات تبیح المحظورات کے قبیل سے ہے۔

﴿۲۷﴾ الفَرُّوج چوغہ

علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: **أنّـه صلّى وعليه فَرُّوج من حرير ”وهو القَباء الذي فيه شَق من خَلْفِهِ.** (النهاية فى غريب الحديث : ۴۲۳/۳)

آپ ﷺ نے ریشمی فروج میں نماز ادا فرمائی، فروج وہ قباء ہوتی ہے جس کا گلا پیچھے کی جانب سے ہوتا ہے۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **الـفَـرُّوج قَباء فيه شَقٌّ من خلفه.** (لسان العرب : ۳۴۴/۲)

فروج قباء ہوتی ہے جس میں پیچھے کی جانب بھی گلا ہوتا ہے۔

تاج العروس میں ہے: **الـفَـرُّوج كتَنُّورقميصُ الصغيرِ ، وقيل هو قباء فيه شق من خلفه .** (تاج العروس : ۱۴۶/۶) فروج تنور کے وزن پر ہے، بچے کی قمیص، اور بعض نے کہا: فروج قباء ہی کو کہتے ہیں، جس میں پیچھے کی جانب سے چاک کیا ہوا ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ متوفی (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: **القَباء بفتح القاف وبالموحدة ممدود فـارسـيٌّ مـعربٌ ، وقيل عربيٌّ واشتقاقه من القبو ، وهو الضم قوله وفَرّوج حرير ، بـفـتـح الـفـاء وتشديد الرّاء المضمومة وآخره جيم، قوله :وهو القَباء قلت ووقع كـذلك مفسرًافي بعض طرق الحديث كماسأبينّه ، قوله :ويقال:هوالذي له شق**

من خلفه أي فهو قباء مخصوص ،وبهذاجزم أبو عبيد ومن تبعه من أصحاب الغريب نظرا لاشتقاقه،وقال بن فارس هو قميص الصبي الصغير، وقال القرطبي :القباء الفروج كلاهما ثوب ضيق الكمين ،والوسط مشقوق من خلف يلبس في السفر والحرب ، لأنه أعون على الحركة. (فتح الباری : ١/٢٦٩)

القَباء قاف اور باء کے فتح اور مد کے ساتھ ہے، فارسی سے عربی بنایا گیا ہے، بعض نے بتلایا کہ وہ عربی لفظ ہی ہے، ''القبو'' سے مشتق جس کے معنی ملانے کے ہیں، فَرّوج حریر'' فاء کے فتح اور راء کی تشدید اور ضمہ کے ساتھ ہے اخیر میں جیم ہے۔

امام بخاری نے فرمایا وہ قَباء ہی ہے، میں کہونگا کہ بعض طرق میں اسی طرح تفصیل کے ساتھ وارد ہے، جیسا کہ عنقریب میں بیان کرونگا، اور کہا جاتا ہے کہ اسکو پیچھے سے چاک کیا گیا ہو، یعنی وہ مخصوص قَباء ہے، ابوعبید اور ان کے متبعین نے یقین کے ساتھ اسی معنی کو راجح قرار دیا ہے، اس کے اشتقاق کو دیکھ کر۔

ابن فارس نے کہا کہ فرّوج'' چھوٹے بچے کی قمیص پر بولا جاتا ہے، قرطبی نے کہا: قباء اور فرّوج وہ کپڑا جس کی آستین اور درمیان کا حصہ تنگ اور پیچھے سے چاک کیا گیا ہو، سفر اور جنگ میں پہنا جاتا ہے، اس لئے کے اس میں چلنے پھرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

عن عقبةَ بن عامر ؓ أنه قالَ : أهديَ لرسولِ الله ﷺ فَرّوجُ حريرٍ فلبِسَه ثُمَّ صلى فيه ،ثم انصرف فنزعَهُ نزعاً شديداً كالكاره له ، ثم قال : لا ينبغي هذا للمُتقين . (بخاری رقم: ٥٨٠١)

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی قبا ہدیہ میں پیش کی گئی، آپ نے اس کو زیب تن فرمایا، پھر آپ نے اس میں نماز ادا فرمائی، لوٹے، اور تیزی کے ساتھ اس کو نکالا، جیسا کہ آپ اس کو ناپسند فرما رہے ہوں، پھر آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لئے مناسب نہیں ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسی وقت ریشم حرام ہوا تھا۔

علامہ عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: **قال یحیی بن بکیر : سألتُ اللیثَ بن سعد عن الفروج ، فقال : القَباء.** (عینی : ۹۷/۴) یحیی بن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے لیث بن سعد سے فروج کے متعلق معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ وہ قباء ہی کا نام ہے۔

﴿۲۸﴾ القَبَاءُ چوغہ

عرف میں: کرتا نما پوشاک جسکی آستین اور کمر کا حصہ بدن سے ملا ہوا ہوتا ہے، اور پشت کی طرف سے کھلا ہوا ہو۔ فروج اور قباء ایک ہی پوشاک کے دو نام ہیں۔

القباء ،القبوۃ سے مشتق ہے، **القبوۃ انضمام ما بین الشفتین ، من قبوت الشئَ إذاضممتَ علیه أصابعک ،سُمِّي به لانضمام أطرافه.** القبوۃ کے معنی ہیں دونوں ہونٹوں کے درمیان کا ملنا، کہا جاتا ہے: قبوت الشیُ جبکہ تم انگلیوں کو کسی چیز کے ساتھ ملا دو، چونکہ کنارے ایک دوسرے سے ملجاتے ہیں؛ اس لئے اسکو قبوۃ کہتے ہیں؛ چونکہ قباء بھی اسی طرح بدن سے ملا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اسکو قباء کہہ دیا گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: **القَبَاءُ والفَرُّوجُ کلاھما ثوبٌ ضیق الکمین والوَسَط مَشْقُوقٌ مِن خلفٍ یُلْبَسُ في السفر والحرب ،لأنه أعون علی الحرکة** (فتح الباری: ۲۶۹/۱۰) قباء اور فروج دونوں ایک ہی طرح کے کپڑے ہیں اس کی آستین اور بیچ کا حصہ تنگ ہوتا ہے پچھلی طرف سے کھلا ہوا ہوتا ہے، سفر اور جنگ میں پہنا جاتا ہے؛ اسلئے کہ اسمیں اٹھنا بیٹھنا اور چلنا آسان ہوتا ہے۔

ابوعبیدہ نے کہا: **فروج : ھو القباء الذي فیه شق من خلفه .** (تھذیب اللغه: ۳۲/۱۱)

فروج چوغہ کو کہتے ہیں وہ پچھلی جانب سے چاک کیا گیا ہوا ہوتا ہے۔

سب سے قبل چوغہ کا استعمال حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا جبکہ ان کو بتلایا گیا کہ کپڑا پہنتے وقت شیطان انکا مزاق اڑاتے ہیں۔ (دیکھئے لسان العرب: ۲۷۶/۷)

عـن مسور بن مخر مه قال : قسم رسول اللّٰه ﷺ أقبيه و لم يُعط مَخْرَمَةَ شيئاً ، فـقـال مـخـرمة: يا بني انطلق بناإلى رسول اللّٰه ﷺ ،فانطلقتُ معه فقا ل:ادخل فادعه لي ، قال فد عو ته له ، فخرج إليه وعليه قباء منها ، فقا ل : خَبَأتُ هذالک، قال: فنظر إليه فقا ل: رضي مخر مة . (بخاري:۵۸۰۰)

مسور بن مخر مہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چوغے تقسیم فرمائے ،اس میں سے مخر مہ کو نہیں دیا، مخر مہ نے کہا: میرے بیٹے مجھ کو لے کر رسول ﷺ کی خدمت میں چلو، میں ان کے ساتھ گیا، مخر مہ نے کہا: جاؤ اور حضور ﷺ کو بلا لاؤ۔ مسور کہتے ہیں: کہ میں آپ کو بلانے گیا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے ،اور آپ کے پاس ایک چوغہ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے اس کو چھپا رکھا تھا، مخر مہ نے اس کو دیکھا پھر آپ نے ﷺ فرمایا: مخر مہ خوش ہو گیا۔

﴿۲۹﴾ الفَرْوة

(۱) چمڑے کا کوٹ (۲) دباغت دیا گیا ہوا چمڑا جس پر ہلکے ہلکے بال بھی ہوں

علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں: **الفر وة ،لُبسٌ معروف، قيل باثبات الهاء وقيل بحذفها والجمع فِرَاء ....وهي جلودُ حيواناتٍ تُدْبغ فتخيطُ ،ويُلْبَسُ بها الثياب فيلبِسُونها اتِّقَاءَ البرد ،وقا ل الا زهري :الجلدة اذا لم يكن عليها وَبُرٌ ولا صوف لا تُسَمّٰى فروة .** (تاج العروس : ۲۲۵/۳۹)

الفروة مشہور لباس ہے، بعض نے بتایا کہ ھاء کے ساتھ ہے اور بعض نے ھاء کے حذف کے ساتھ بتایا ہے، حیوانات کے چمڑے ہوتے جس کو دباغت دیا جاتا ہے پھر اس کو سیا جاتا ہے، اور کپڑوں کی طرح اس کو پہنا جاتا ہے، سردی سے بچاؤ کے لئے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ ازھری نے کہا: چمڑے پر اگر بال نہ ہوں تو اس کو فروۃ نہیں کہا جائیگا۔

المعجم الوسیط میں ہے: **الفر وة الجلدة ذات الشعر** (المعجم الوسيط : ٦٨٦/٢)

الفروۃ بال والے چمڑے کو کہا جاتا ہے۔ *معجم لغت الفقہاء* میں ہے: **الفَرْوة: بفتح فسكون ففتح قطعة من الفرء، جلد بعض الحيوانات كالثعلب ونحوه اذا دبغ.** (معجم لغة الفقهاء: ۱/۳۴۵) **الفروة** : فاء کے فتح کے اور اس کے بعد جزم ہے۔ فرو کا ٹکڑا: بعض حیوانات مثلاً لومڑی وغیرہ کا چمڑا جب دباغت دیدیا جائے، تو فروۃ کہلاتا ہے۔

عن المغيرة بن شعبة قال : كان رسول الله ﷺ يصلي على الحصير والفَرْوة المدبوغة . (ابوداود برقم : ۶۵۶) حضرت مغیرۃ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ حصیر اور دباغت دے ہوئے چمڑے پر نماز ادا فرماتے۔

عن المغيرة بن شعبةؓ قال : كان رسول الله ﷺ يُصَلِّي أويَسْتَحِبُّ أن يُصلّي على فَرْوة مدبوغة. (مسند احمد برقم: ۱۸۲۲۷) حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے یا پسند فرماتے کہ دباغت دئے ہوئے چمڑے پر نماز پڑھیں۔

﴿۳۰﴾ المُسْتُقَةُ درازآستین کے چمڑے کا کوٹ

ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **قال ابوعبيد : المَسَاتِقُ فراء طويل الأكمام واحدتها مُسْتُقَةٌ ، قال وأصلها بالفارسية مُشْتَه فُعُرِّب ، قال شِمرٌ: يقال :مُسْتُقَة مُسْتَقَة ،، وروي عن أنس أن ملكَ الروم أهدى الى رسول الله ﷺ مُستُقة من سندس فلبسها رسول الله ﷺ فكأنى أنظر الى يَدَيُهَاتذبذبان ، فبعث بها الى جعفر وقال : ابعث بها الى أخيك النَّجاشِي ، هي بضم التَّاء وفتحها فروٌطويل الكمين ، وقوله من سندس يُشْبِهُ أنها كانت مكفوفة بالسندس وهو الرفيع من الحرير والديباج ،لا نّ نفسَ الفَروِ لا يكون سُندسًا وجمعهامَساتق ،وفي الحديث أنه كان يلبس البرنسَ والمساتقَ ويصلي فيها.**

ابوعبیدؒ نے کہا: المساتق : لمبے کوٹ کو کہتے ہیں جس کی آستین لمبی ہو، اسکا مفرد مستقۃ ہے مزید ابو عبید نے کہا: اس کو فارسی سے عربی بنایا گیا ہے، فارسی میں اس کو مشتہ کہتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت ﷺ کے پاس دراز آستین کے چمڑے کا کوٹ بھیجا، آپ ﷺ نے اس کو زیب تن فرمایا، گویا کہ میں اس کوٹ کے دونوں آستینوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ لہلہا رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اس کو حضرت جعفر کے پاس بھیجا، اور فرمایا: کہ اس کو اپنے بھائی نجاشی کے پاس روانہ کر دو۔

مستقة یہ تاء کے ضمہ اور فتح کے ساتھ ہے، لمبی آستین والا کوٹ، وقولہ من سندس: لگتا ہے کہ اس کے آستین ریشم کے رہے ہوں، سندس اعلیٰ قسم کے ریشم پر بولا جاتا ہے، اس لئے کہ ''فرو'' سندس نہیں ہوتا ہے، اس کی جمع مساتق آتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ برنس اور مستقہ زیب تن فرمایا کرتے تھے، اور اس کو پہنکر نماز ادا فرماتے تھے۔ (لسان العرب: ۱۰/۳۴۳)

علامہ فراھیدیؒ متوفی ۱۷۰ھ فرماتے ہیں: **المستقة فرو طويل الكمين** . (العين : ۵/ ۷۴)

مستقۃ: لمبی آستین والا چمڑے کا کوٹ۔

علامہ نسفیؒ متوفی ۵۳۷ھ تحریر فرماتے ہیں: **الـمُستَقَةُ: وهى بضم الميم وفتح التاء وهى فروٌطويل الكمين ، وهى مُعَرَّبةٌ وأصلها بَوُسَتَيْن** . (طِلْبَةُ الطَلَبَة : ۵۱)

المستقة : میم کے ضمہ کے ساتھ اور تاء کے فتح کے ساتھ ہے، وہ لمبی آستین ولا چمڑے کا کوٹ ہے، اور وہ معرب ہے، اس کا اصل بوستین ہے۔

۳۱ **الغلالة** کرتے کے نیچے پہنا جانیوالا کپڑا

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **الغِلا لةُ شعارٌ يلبس تحت الثوب لأنّه يُتَغَلَّلُ فيها أي يُدخلُ وفي التهذيب ،الغِلا لة الثوب الذي يُلبس تحت الثياب ، أوتحت درع الحديد.** (لسان العرب: ۱۱/ ۵۰۲ فصل الغين) غِلا لہ بدن سے ملا ہوا کپڑا جو کپڑوں کے اندر پہنا جاتا

ہے، کیونکہ وہ اس میں داخل کیا جاتا ہے، التھذیب میں ہے: غلالہ وہ کپڑا جو کپڑوں یا لوہے کی زرہ کے اندر پہنا جاتا ہے۔

القاموس الفقہی میں ہے: **الغلالة: ثوب رقيق يلبس تحت الدِّثار (ج) غلائل.** (القاموس الفقهی: ۱/۲۷۷) غلالہ باریک کپڑا ہوتا ہے، جو اوپر کے کپڑے کے اندر پہنا جاتا ہے، اسکی جمع غلائل آتی ہے۔

حدیث پاک میں ایک موقعہ پر غلالہ کا تذکرہ آتا ہے: **عن ابن أسامة بن زيد أنّ أباه أسامة قال: كساني رسول الله ﷺ قُبْطِيَّةً كثيفةً كانت ممّا أهداها دِحيةُ الكلبي، فقال لي: رسول الله ﷺ ما لک لم تلبس القُبْطيّة؟ قلتُ يارسولَ الله كسوتها امرأتي، فقال لي رسولُ اللّه ﷺ مُرْها فلتجعلْ تَحْتَهَا غِلالَةً اِنِّي أخافُ أنْ تصفَ حَجْمَ عِظَامَهَا.** (مسند احمد: ۲۱۷۸۶)

محمد بن اُسامہ کہتے ہیں کہ ان کے والد اُسامہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دبیز پاپلین دیا، جسکو حضرت دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ میں نے اس کو اپنی اہلیہ کو دیدیا، آپ ﷺ نے مجھ سے معلوم کیا کہ تم نے پاپلین کیوں نہیں پہنا؟ میں نے عرض کیا: کہ یارسول اللہ میں نے وہ اپنی اہلیہ کو دیدیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اہلیہ سے کہدینا کہ اس کے نیچے کپڑا لگالے، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اس کے بدن کی ہڈیوں کو نمایاں نہ کردے۔

﴿۳۲﴾ الحُلَّةُ جوڑا

عرف میں: ایک ہی قسم کے دو کپڑے جو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیئے جاسکیں، حلہ کہلاتے ہیں.

تہذیب اللغۃ میں ہے: **الحُلَّة رداء وقميص تمامها العمامة...... وسمعت اليماميَّ يقول: الحلة كل ثوب جيِّد جديدٍ تلبسه غليظٌ أو رقيقٌ ولا يكون الاذا ثوبين.** (۳/۲۸۳) حلہ چادر اور قمیص ہوتی ہے عمامہ ہو تو مکمل جوڑا ہو جاتا ہے. یمامی سے میں نے

سنا: ہر نیا اور عمدہ کپڑا خواہ وہ باریک ہو یا موٹا حلہ کہلاتا ہے، لیکن دو کپڑوں کا ہونا ضروری ہے۔

عن البراء بن عازب رضى اللّٰه عنه قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم مربوعاً بَعِيْدَ ما بين المنكبين له شَعَرٌ يبلغ شحمةَ أذُنِهِ، رأيتُه فِي حُلَّةٍ حمراءَ لم أر شيئًاقطُّ أحسَنَ منه. (بخاري: ۳۵۵۱)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میانہ قد کے تھے، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا، آپ کے بال آپ کے کان کی لو تک پہنچے ہوئے تھے، میں نے آپ پر ایک سرخ دھاری دار جوڑا دیکھا، آپ سے زیادہ خوبصورت کبھی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

عن أنس بن مالکؓ أنَّ ذَايَزَنْ أهدى إِلَى النبيِّ ﷺ حلةً اُشْتُرِيت بثلاثة وثلاثين بعيرًا فلبسها مرة. (أخلاق النبي لأبي الشيخ: ۲/۱۱۰) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، ذویزن نے ایک جوڑا آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کیا جو تینتیس اونٹوں کے بدلے خریدا گیا تھا، آپ نے اس کو ایک مرتبہ پہنا۔

عن عون بن أبي جحيفة عن أبيه قال: خرج النبي ﷺ وعليه حلة حمراء مُشْهِرًا. (أخلاق النبي لأبي الشيخ: ۲۶۵) عون بن جحیفہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ سرخ جوڑے میں مستعدی کے ساتھ باہر تشریف لائے۔

عن اسحاق بن عبد اللّٰه بن الحارث أن رسولَ اللّٰه ﷺ اشترى حلةً بسبع وعشرين ناقة. (أخلاق النبي لأبي الشيخ: ۲/۱۶۲) اسحاق بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوڑا ستائیس اونٹنیوں کے بدلے خریدا۔

حکیم بن حزام کا ایک دلچسپ واقعہ

إنّ حكيم بَنَ حزامٍ قال: كان محمد أحبَّ رجل إليَّ من الناس في الجاهلية فلما تنبَّأ وخرج المدينة شَهِدَ حكيم بن الحزام المَوْسِمَ وهو كافر فوجد حلةً

لذي يَزَنٍ تُبَاع فاشتراها بخمسين دينارًا لِيُهْدِيها لرسول اللّه ﷺ فقَدِم بها عليه المدينة فأراده على قَبْضِهَا هَدِيَّةً .فأبى ، قال عبيد اللّه : حسبتُ أنه قال :إنا لا نقبل شيئاً من المشركين ولكن ان شئت أخذناها بالثمن، فأعطيتُه حينَ ابىٰ عليّ الهدية (رواه احمد:۱۵۳۲۳) وزاد الطبراني : فلبسها فرأيتُها عليه على المنبر فلم أرشيئًا أحسنَ منه فيها يومئذ، ثم أعطاها أسامةَ بن زيد،فرآها حكيمٌ على أسامة، فقال:يا أسامةُ أنتَ تلبسُ حلَّةَ ذي يَزَنٍ ؟ قال: نعم ! واللّه لأنا خيرمن ذي يزن ولأبي خير من أبيه قال حكيم : فانطلقتُ إلى أهل مكة أُعْجِبُهُم بقول أسامة .

(مجمع الزوائد للهيثمی: ۴/۱۵۱)

حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی مجھے سب سے زیادہ محبت محمد ﷺ سے تھی، جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے، اور صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا ''ذی یزن'' جو ملک یمن کا بادشاہ تھا اسکا حلہ (جوڑا) پچاس دینار میں بک رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ دینے کیلئے میں نے خرید لیا۔

ابن عساکرؒ متوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں: جب وہ ملک شام تجارت کی غرض سے جارہے تھے تو راستہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ ہدیہ لیکر آئے، ان کو خواہش ہوئی کہ رسول ﷺ اس کو لے لیں، آپ ﷺ نے (کسی خاص مصلحت کی بنا پر) فرمایا: ہم مشرکین سے کوئی چیز نہیں لیتے، اگر تم چاہو تو قیمت دیکر خرید لیتا ہوں۔

حکیم بن حزام نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نہیں لینگے تو انھوں نے آپ کو فروخت کر دیا، رسول اللہ ﷺ اس حلہ کو پہنکر منبر پر تشریف لائے، حکیم کہتے ہیں: میں نے اس حلہ میں آپ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔

پھر بعد میں آپ ﷺ نے یہ جوڑا حضرت اسامہ کو دیدیا، (حضرت اسامہ نے پہنا تو حکیم بن حزام نے دیکھ لیا، حکیم نے ہی حضرت اسامہ کے والد زید کو عکاظ کے میلہ سے خرید کر اپنی پھوپھی خدیجہؓ کو دیا تھا، حضرت خدیجہؓ نے حضرت رسول ﷺ کو دیا تھا) حضرت اسامہ پر جب حکیم نے یہ

جوڑا دیکھا تو کہنے لگے: اسامہ ذی یزن کے حلہ میں ملبوس ہو؟ حضرت اسامہ نے جواب دیا: ہاں بخدا میں ذي یزن سے بہتر ہوں، اور میرے والد ذی یزن کے باپ سے بہتر ہیں۔

حکیم بن حزام کو یہ بات بڑی پسند آئی اور مکہ والوں کو سنانے کے ارادہ سے چلے گئے، (بعد فتح مکہ کے حضرت حکیم بن حزامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق مسلمان ہو گئے تھے **رضي الله عنه وأرضاه وألبسه أحسنَ ممَّا ألبس نَبِيَّنا** ﷺ۔

حلہ کی قسمیں ہیں:

''حلۃ سیراء'' حلۃ سندس'' حلۃ حبراء'' حلۃ حریر۔

بعض علماء فقہ نے ''حلۃ سیراء'' کو موصوف صفت بتایا ہے جبکہ بعض نے اسکو اضافت بیانیہ کہا ہے اور یہی صحیح ہے۔

حلۃ سیراء'' قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں، سیراء: **وهی ثیاب ذوات الوان وخطوط كأنها السیور وهي الشراک یخالطها حریر** (مشارق الانوار: ۱۰/۱۹۵) وہ مختلف قسم کے رنگیں لکیر دار کپڑے ہوتے ہیں، گویا کہ وہ تسمہ ہیں السیور وہ لکیریں جس میں ریشم ملا ہوا ہو۔

ابن الاثیرؒ متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: ریشم سے ملی ہوئی چادریں'' حلة سیر اء '' کہلاتی ہیں، لیکن ابن عبد البرؒ نے کہا: الحلة السیر اء'' خالص حریر کا جوڑا ہوتا ہے، اور یہ ہی صحیح ہے آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

عطارد: ایک آدمی کا نام تھا، جو ریشم کا لباس فروخت کیا کرتا تھا، اسی کے حلہ کو لیکر حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: اس کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔ (دیکھئے الاستذکار ۸۰/ ۳۱۷) اسی کو حدیث پاک میں حلۃ عطارد کہا گیا ہے۔

حریر، دیباج، سندس اور استبرق میں فرق

الحریر : ریشم

الدیباج : وہ کپڑا جس کا تانا اور بانا اعلیٰ قسم کے ریشم سے تیار شدہ ہو

(المغرب فی ترتیب المعرب:۱/۱۵۹)

السندس : باریک ریشمی کپڑا

استبرق : موٹا ریشمی کپڑا

الخز : وہ کپڑے جس کا تانا ریشم کا ہو، اور بانا اس کے علاوہ دوسرے کا ہو۔

بعض نے کہا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ''الخز'' اون اور ریشم دونوں سے مخلوط ہوتا تھا۔

القز : ریشمی کیڑا جب ریشم کو بنتا ہے، اس وقت میں ریشم کی جو کیفیت ہوتی ہے، وہ ''القز'' کہلاتا ہے۔

الابریسم : کچا ریشم۔

﴿۳۳﴾ **اليُمْنَةُ** یمنی چادروں کی ایک قسم

جوہری (۳۹۳ھ) لکھتے ہیں: **واليُمنة بالضم البردة من برود اليمن**. (الصحاح:۶/ ۲۲۲۱) یاء کے ضمہ کے ساتھ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے۔

ابن سیدۃ (۴۵۸ھ) لکھتے ہیں: **واليَمنة اليُمنة البردة من برود اليمن** (المحكم والمحيط الاعظم: ۱۰/۵۱۶) یاء کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے۔

علامہ ابن الاثیرؒ (۶۰۶ھ) النہایۃ میں تحریر فرماتے ہیں: **وفي حديث مصعب بن عمير: كان يَدَّهِنُ بالعَبِيْرِ وَيُذِيْلُ يُمْنَةَ اليَمن**. (النهاية: ۲/۱۷۵) حضرت مصعب بن عمیرؓ مرکب خوشبو استعمال فرماتے، اور یمنی چادر کو زیب تن فرماتے۔

دخل الصَّلتُ بن راشد على محمَّد بن سيرين وعليه جبةُ صوفٍ وازار صوفٍ وعمامةُ صوفٍ فأشْمَازَّ منه محمدٌ وقال: أظنُّ أن أقواما يلبسون الصوف يقولون :

قد لبسه عيسى بن مريم عليه السلام وقد حدَّثنی من لاأتَّهِمُ أنَّ رسولَ اللّٰه ﷺ قد لبِس الكَتَّانَ ،والقُطْنَ،واليُمْنةَ. وسنة نبينا أحقُّ أن تُتَّبَعَ. (أخلاق النبي : ۲/۲۳۴)

حضرت صلت بن راشد حضرت محمد بن سیرین کے پاس تشریف لائے، وہ اون کا کوٹ، اون کی لنگی، اور اون کا عمامہ باندھے ہوئے تھے، حضرت محمد بن سیرین اس سے منقبض ہوئے، اور فرمایا: میرا خیال ہے کے کچھ لوگ جو اون پہنتے ہیں یہ کہیں گے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اون پہنا ہے، حالانکہ مجھ سے حدیث بیان کی ان لوگوں نے جن پر مجھ کو اعتماد ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے سَنْ، اور روئی، اور یمنی چادروں کو پہنا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

﴿۳۴﴾ الدِّرْع ۔ عورتوں کی قمیص

عرف میں: عورتوں کی قمیص جو پاؤں کو ڈھانک لے۔

حکی شَمِر عن القُزْ مُليِّ قال: الدرع ،ثوب تجوب المرأة وسطها وتجعل له يدَيْنِ وتخيط فرجيه فذلك الدِّرع۔

القزملی سے منقول ہے: درع عورتوں کا وہ کپڑا جس کے وسط کو کاٹا جائے، اور آستین بنائے جائیں، اور اس کے دونوں کناروں کو سی دیا جائے۔ (تھذیب اللغۃ: ۲/۱۲۰)

قال ابو طالب: قيل لأحمد :الدرع القميصُ، قال يشْبَهُ القميصَ لكنَّه سابِغٌ يُغَطِّي رجليها. (فتح الباری لا بن رجب : ۲/۴۱۴) ابوطالب نے کہا: اُحمد سے پوچھا گیا، درع قمیص کو کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: قمیص کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن پاؤں کو ڈھانکی ہوئی ہوتی ہے.

عن عائشةؓ قالت قد يكونُ لاِحْدَانا الدِّرْعُ تَحيضُ فيه، وفيه تصيبه الجنابة ثم ترى فيه قطرةً من دمٍ فتَقْصَعه بريقها. (ابوداود رقم: ۳۴۸۱)

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ کبھی ہماری یہ حالت ہوتی کہ ہمارے پاس ایک ہی قمیص ہوتی، اسی میں حیض کی مدت گذرتی۔ اور اسی میں جنابت کی حالت بھی پیش آجاتی، (کبھی) پھر اس میں خون کا

ایک قطرہ دیکھ لیتیں تو اپنے تھوک سے اسکو رگڑ دیتی تھی۔

ابن عبدربہ الأندلسی درع کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں "الفجار" نامی جنگیں چار ہوئی ہیں۔

دوسری جنگ قبیلہ ہوازن اور قریش کے درمیان ہوئی، اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ بنو عامر بن صعصعۃ کی ایک خوبصورت عورت عکاظ کے میلہ میں آئی، بنوکنانہ کے نواجوان اس کے اردگرد، گھومنے لگے، وہ برقع اوڑھے ہوئے تھی، اور ایک لمبی قمیص (درع) پہنی ہوئی تھی، اس کی ظاہری شکل وصورت ان نوجوان کو بہت پسند آئی، ان نوجوانوں نے کہا: کہ وہ اپنے چہرہ کو کھول کر دکھائے، اس نے انکار کردیا۔

عکاظ کے میلے میں وہ ایک جگہ خریدنے کے لئے بیٹھی تو ایک نوجوان اس کے پیچھے سے آیا اس کی قمیص (درع) کو ایک کانٹے سے اوپر باندھ دیا، اس کو پتہ نہ چلا جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کے پیچھے کا حصہ کھل گیا، اس کو دیکھ کر وہ نوجوان ہنسنے لگے.

کہنے لگے: تو نے چہرہ دکھانے سے گریز کیا ہم نے آگے اور ہی چیز دیکھ لی۔

اس عورت نے نداء لگائی یا آل عامر بس لڑائی شروع ہوگئی۔ (العقد الفرید: ۱۰۲/۶)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی قمیص پر لفظ "درع" بولا جاتا تھا۔ اور وہ لمبی ہوئی تھی جس سے اس کا ستر بھی چھپا ہوا ہوتا تھا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شریف عورتیں زمانہ جاہلیت میں اپنا چہرہ چھپا کر چلتی تھیں۔

عورتیں جو قمیصیں اندر پہنتی ہیں اس کے مختلف نام منقول ہیں: (۱) الاتب (۲) القرقر (۳) القرقل (٤) الصدار (٥) المجول (٦) الشوذر۔

علامہ ثعلبیؒ ان ناموں کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **قمص متقاربة الكيفية في القِصر واللطافة وعدم الاكمام يلبسها النساء تحت درعهن وربما اقتصرن عليها فى أوقات الخلوة وعند التبذل.** (فقه اللغة وسر العربية: ۱۷۱/۱)

ایک جگہ ثعلبیؒ لکھتے ہیں: **الخَيعل: قميص لا كُمَّ له، وقال غيره، هو ثوب يخاط**

احد شقيه ويترك الآخر . (فقه اللغة : ۱/٦۳)

خیعل: ایسی قمیص (کرتے) کو کہتے ہیں، جس میں آستین نہ ہو، ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: خیعل: اس کپڑے کو کہتے ہیں، جس کے ایک کنارہ کو سی دیا جاتا ہے، اور دوسرے کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

لڑائی میں جوزرہ ''درع'' پہنی جاتی ہے، اس کو مؤنث ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

﴿۳۵﴾ **الخمار** اوڑھنی

عرف میں: وہ کپڑا جس سے عورتیں اپنے سر اور سینہ کے ابھار کو ڈھانکتی ہیں۔

ابن عبدالبر ''التمہید'' میں لکھتے ہیں: **خمار المرأة سمى خماراً لأنه يغطي رأسها.** (التمهيد ۱/۲۴۴) سر کو ڈھانکنے کی وجہ سے عورت کی اوڑھنی کو خمار کہا گیا۔

عن عائشةؓ عن النبي ﷺ أنه قال: لا يقبل اللّٰه صلاة حائض إلا بخمار. (ابو داود رقم : ۶۴۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی بالغہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں فرماتے ہیں۔

عن عائشةؓ قالت: يرحم اللّٰه نساء المهاجرات الأُوَل لمّاأنزل اللّٰه: وليضربن بخمرهن على جيوبهن (النور : ۳۱) **شَقَقْنَ مُروطَهن فاختمرن بها .**

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ان اولین مہاجر عورتوں پر، جب یہ آیت نازل ہوئی: **وليضربن بخمرهن على جيوبهن**، چاہئے کہ وہ ڈال لیں اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبان پر تو انہوں نے اپنی (موٹی) چادروں کو کاٹ کر اوڑھنیاں بنالیں۔

سر پر باریک اوڑھنی نہ اوڑھی جائے بلکہ موٹی ہونی ضروری ہے

دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشةؓ زوج النبى ﷺ وعلى حفصة خمار رقيق فشقته عائشة وكست خمارا كثيفا . (موطأ مالک رقم : ۳۳۸۳)

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی صاحبزادی حضرت حفصہ اپنی پھوپی حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں، انکی اوڑھنی باریک تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اس اوڑھنی کو پھاڑ دیا، پھر ایک موٹی اوڑھنی ان کو دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں بھی باریک جارجٹ وغیرہ کی اوڑھنی سے عورتوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ عمامہ پر بھی کبھی خمار کا لفظ بولا جاتا ہے۔ **عن بلالؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ مسح علی الخفین والخمار** ۔(ابن ماجہ رقم : ۵۶۱) حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خف پر اور خمار پر مسح فرمایا۔

عبدالملک بن محمد بن اسماعیل الثعالبیؒ المتوفی ۴۲۹ھ تحریر فرماتے ہیں:

الفصل الثالث عشر : فی ترتیب الخمار : عن الائمة :البخنق خرفة بلبسها المرأة فنغطی بها رأسها ما قبل منها ، وما دبر غیروسط رأسها ، عن الفراء عن الدبیریة ثم الغفارة فوقها ، ودون الخمار ، ثم الخمار أكبر منها ، ثم النصیف وهو كالنصف من الرداء ثم المِقْنَعَة ثم الرداء. (فقه اللغة وسر العربیة : ۱/۱۷۷)

ائمہ لغت سے بدن کے اوپر کے حصہ میں اوڑھی جانے والے کپڑوں کی ترتیب میں جو کلمات وارد ہوئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)البخنق	: پٹی ہوتی جس کو عورت استعمال کرتی ہے، جس سے اپنے سر کے اگلے اور پچھلے حصہ کو چھپاتی، اور بیچ کے سر کو کھلا چھوڑ دیتی ہے۔
(۲)الغفارة	: یہ اس سے بڑا کپڑا ہوتا ہے، لیکن خمار سے چھوٹا۔
(۳) الخمار	:اس کے بعد اوڑھنی ہوتی ہے ۔
(۴)النصیف	:وہ گویا رداء کے مقابلہ میں نصف ہوتا ہے۔
(۵)المِقْنَعَة	: رداء کے نصف سے زئد ہوتی ہے۔
(۶) المعجر	: یہ رداء سے چھوٹی، اور مقنعہ سے بڑی ہوتی ہے۔
(۷)الرداء	: اس کے بعد چادر ہے، رداء۔

اوڑھنی سے متعلق حضرت خدیجۃ الکبری رضي اللہ عنہا کا ایک دلچسپ واقعہ

ایک مرتبہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا: اے میرے چچازاد بھائی جب آپ کے ساتھی (حضرت جبرئیل علیہ السلام) آئیں تو آپ مجھے بتا سکتے ہیں؟

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہاں!

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا جب وہ آئیں تو مجھے بتلانا.

رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے.

حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام آچکے ہیں،

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: آپ میری داہنی ران پر بیٹھ جائیں

آپ ﷺ بیٹھ گئے

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: کیا وہ اب نظر آرہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: آپ میری بائیں ران پر بیٹھ جائیں

آپ ﷺ اٹھ کر اس پر بیٹھ گئے

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: کیا وہ اب نظر آرہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: آپ میری گود میں بیٹھ جائیں

آپ ﷺ اٹھ کر گود میں بیٹھ گئے

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: کیا وہ اب نظر آرہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

پھر حضرت خدیجہؓ نے اپنے سر سے اوڑھنی نیچے ڈال دی، اور سر کھول دیا. اور عرض کیا: کیا وہ اب نظر آرہے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں۔

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا ، آپ خوشخبری سن لیں کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے۔

(سیرۃ ابن ھشام: ۱/۲۳۹. سیرۃ ابن اسحاق: ۱/۱۳۳. السیرۃ الحلبیہ: ۱/۳۵۸. دلایل النبوۃ للبیھقی: ۲/۱۵۱)

معلوم ہوا کہ عورت کا سر کھلا ہوا ہو تو رحمت کے فرشتہ وہاں سے چلے جاتے ہیں۔

﴿۳۶﴾ **الجِلْبَابُ** ۱-اوڑھنی ۲-کرتا ۳-پورے جسم کو ڈھانپنے والی چادر

قاضی عیاضؒ متوفی (۵۴۴) تحریر فرماتے ہیں: **قال النضر: هو ثوبٌ أقصرُ وأعرضُ من الخمار، وهي المُقْنِعَةُ تُغَطِّي به المرأة رأسَها، وقال غيره: هوثوب واسع دون الرداء، تغطِّي به المرأة ظهرَها، وصدرَها، وقال ابن الاعرابي: هوالازارُ، وقيل هوالخِمَار، وقيل: هو كالمُلاءة والمِلْحَفَةِ.** (مشارق الأنوار: ۱/۱۴۹)

نضر نے کہا: جلباب خمار سے چوڑی اور چھوٹی چادر ہوتی ہے، اسکو "المقنعۃ" کہا جاتا ہے، جس سے عورت اپنے سر کو ڈھانکتی ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں نے بتایا: جلباب ایک وسیع کپڑا ہوتا ہے جو رداء سے چھوٹا ہوتا ہے، جس سے عورت اپنی پیٹھ اور سینہ کو چھپاتی ہے، ابن الاعرابی نے کہا: جلباب ازار ہی کو کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا وہ خمار ہے، اور بعض نے کہا وہ "ملاءۃ" اور "ملحفۃ" کی طرح ہوتی ہے۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **الجلباب : القميص**، جلباب قمیص کو کہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: اور جلابیب جمع جلباب کی ہے، جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے، اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: کہ وہ چادر ہے جو دو پٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے، (ابن کثیر) اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے:

أمر الله نساءَ المؤمنين اذا خرجنَ من بيوتِهنّ في حاجةٍ أن يُغَطِّيْنَ وجوهَهُنَّ مِن فوق رؤسِهنَّ بالجَلابيبِ ويُبدينَ عيناً واحدةً (ابن كثير)

اللہ تعالی نے مسلمانوں کی عورتوں کوحکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کےاوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں، اورصرف ایک آنکھ (راستہ دیکھنے کے لئے) کھلی رکھیں۔

ملاعلی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: **جلباب بکسر الجیم أي کساء تستر النساء به اذاخرجن من بیتهن.** (مرقاۃ المفاتیح: ۳/ ۱۰۶۴) **جلباب:** وہ چادر ہے جس کوعورتیں گھر سے نکلتے وقت پہن کرنکلتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: **یَاایُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیھِنَّ مِنْ جَلاَبِیْبِھِنَّ.** (الاحزاب: ۵۹) اے نبی آپ اپنی بیویوں اوربیٹیوں اورمؤمنین کی عورتوں کو کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادرکو اپنے سے قریب کرلیں۔

احادیث میں کثرت کے ساتھ جلابیب کا تذکرہ آتا ہے: **عن اُم عطیة قالت: أمِرْنَاأن نُخرِجَ الحُیَّضَ یوم العیدوذَواتِ الخُدُوْرِفَیَشْھَدْنَ جماعةَالمسلمینَ، وَدَعْوَتَھم، ویَعْتَزِلُ الحُیَّضُ، عن مُصَلَّاھُنَّ، قالت امرأة، یارسولَ الله، اِحداناليست لھاجِلْبَابٌ؟ قال: لِتَلْبَسْھَاصَاحِبَتُھامِنَ جِلْبَابِھَا.** (بخاري رقم: ۳۴۴) حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم کوحکم دیا گیا کہ ہم حائضہ اور پردہ نشین خواتین کو لیجائیں کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں، اوران کی دعاؤں میں حصہ لیں، البتہ حائضہ عیدگاہ سے دور رہے، ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ کسی کے پاس چادر نہ ہوتو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اسکے ساتھ رہنے والی اس کو اڑھالے۔

﴿۳۷﴾ القُفّاز ۔ دستانہ

علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: **القُفَّازِبالضَّمِّ والتشدید، شيٌ یعمل للیدین وقد یُحْشَی بقطنٍ وتکون له أزرارٌ، تُزَرِّرُ، علی السَّاعِدَین مِنَ البردِ، تلبسُه المرأةُ في یدَیھا، وقیل: تُغَطِّي بھما الکفَّان والأصابعَ، وقیل ھو ضربٌ من الحُلي.** (جامع

الاصول رقم: ۱۲۹۱) قفاز پیش اور تشدید کے ساتھ ہے، ہاتھوں کے لئے بنائے جاتے ہیں، اور کبھی اسمیں روئی بھی رکھی جاتی ہے، اس کے بٹن ہوتے ہیں، جس کو کلائی پر لگاتے، عورت اس کو ہاتھ میں پہنتی ہیں سردی سے بچاؤ کے لئے، اور کہا گیا: ہتھیلی اور انگلیوں کو چھپانے کے لئے عورتیں اس کو پہنتی ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ وہ ایک طرح کا زیور ہے۔

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال: المُحْرِمَةُ لا تنتقبُ و لا تلبسُ القفازین. (ابو داود رقم: ۱۸۲۸) حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں احرام والی عورت نقاب نہیں ڈالے گی اور نہ دستانہ پہنے گی۔

بخاری شریف میں ہے کہ محرم عورت کو دستانہ پہنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں دستانوں کا رواج تھا اور اب بھی ہے۔

علماء کو ضروری ہے کہ تحریر اور تقریر میں اس بات کی طرف توجہ مبذول کرائیں آج یہ سنت چھوٹتی جا رہی ہے۔

میرے استاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری، صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں: اگر کوئی عورت نماز میں دستانے اور پیر میں موزے پہنکر نماز پڑھے تو اچھی بات ہے، ضروری نہیں، کیونکہ یہ نماز کے حجاب میں داخل نہیں، البتہ ٹخنے چھپانے ضروری ہیں، اگر وہ کھلے رہیں گے تو عورت کی نماز نہیں ہوگی، ایسے ہی کان چھپانے بھی ضروری ہیں، اگر ان کو کھلے رکھ کر نماز پڑھے گی تو نماز نہیں ہوگی۔ (دیکھئے: فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۲۲/۱۶)

۳۸ الخُنُف

ایک ردی قسم کا باریک اور سفید کپڑا جس کی چادر اور لنگی بنائی جاتی تھی۔

خلیل بن أحمد الفراهیدیؒ بصری لغوی متوفی (۱۷۰) فرماتے ہیں: **الخَنیفُ: ضرب من النبات أبیضُ غَلیظٌ جنس من الکتّانِ و جمع خُنُفٌ.** (کتاب العین: ۴/۲۷۶) خنیف درشت سفید قسم کا ایک پودا ہے، کتان کی ایک جنس ہے، اس کی جمع خنف آتی ہے۔

لغت کے امام علی بن اسماعیل بن سیدہؒ المتوفی (۴۵۸) تحریر فرماتے ہیں: **الخنیف ثوب کتّانٍ أبیض والجمع خنف ،أبو عبید :ھو أردأ الکتان .** (المخصص : ۳۸۲/۱) خنیف کتّان کا ایک سفید کپڑا ہوتا ہے اسکی جمع خُنُف آتی ہے، ابوعبیدؒ نے کہا: خنیف خراب قسم کی کتان ہے۔

مرتضی زبیدیؒ متوفی (۱۲۰۵) تحریر فرماتے ہیں: **الخنیفُ ثوبٌ أبیضُ غلیظٌ من کتان ولا یکون الامن کتان نقله الجوھری.** (تاج العروس: ۵۸۳۹) کتان کا سفید اور سخت کپڑا خنیف کہلاتا ہے، اور وہ کتان کا ہوتا ہے صاحب فیروز اللغات لکھتے ہیں: کتان، ک، تان (ف، ا، مث) الس، مذکر ایک قسم کا باریک کپڑا، جس کی نسبت مشہور ہے کہ چاندنی رات میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ (فیروز اللغات: ۹۹۰)

عن طلحةَ النَضْرِی قال: قَدِمتُ المدینة مھاجراً، وکان الرجلُ اذاقدم المدینة فان کان له عَرِیفٌ نزل علیه ، وان لم یکن له عریف نزل الصفة ، فقدِمتُهَا ولَیس لی عَرِیفٌ فنزلتُ الصفة .

وکان رسول اللہ ﷺ یُرافقُ بین الرجلین ویُقَسِّمُ بینھما مُدًّامن تَمْرٍ ، فبینارسول اللہ ﷺ ذاتَ یوم في صلاتِه ، اذاناداہ رجلٌ فقال: یارسولَ اللہ أحرقَ بُطونَنَاالتمرُ، وتَخرَّقَتْ عنَّاالخُنُفُ، قال: وانّ رسول اللہ ﷺ حمدَاللہ وأثنیٰ علیه ، وذکر مالقي من قومِه ، ثم قال: لقد رأیتُني وصاحبي مَکَثْنَابِضْعَ عَشَرَة لیلةً مالنا طعامٌ غیرالبَرُبَرِ، والبربرُثَمَرُ الاراکِ حتی أتینااخواننامن الأنصار فأسَوُنَامن طَعامھم ، وکان جُلّ طعامھم التَمْرُ. والذي لااله اِلَّاھولوقدرتُ لکم علی الخبز واللحم لأطعمتکموہ وسیأتی علیکم زمانٌ أومن أدرکه منکم تلبسون أمثال أسْتَارِالکعبةِ، ویُغْدَیٰ ویُراحُ علیکم بالجِفَانِ قالو: یارسول اللہ أنحنُ یَومَئذٍخیرٌأوالیوم ؟قال : لا. بل أنتم الیوم خیرٌ. أنتم الیومَ اخوانٌ. وأنتم یومئذٍ یضربُ بعضکم رِقَابَ بعضٍ. السنن الکبری للبیھقی: رقم: ۴۳۳۷)

طلحہ نضریؓ کہتے ہیں: میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا، جب کوئی آدمی مدینہ آتا اور اس کا جاننے والا وہاں ہوتا تو اس کے پاس ٹھر جاتا تھا، اگر اس کا کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو صفہ میں قیام کرتا، میں آیا اور میرا کوئی جاننے والا نہ تھا تو میں صفہ میں قیام کرنے لگا، رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں کو جوڑی بنا دیتے، اور ایک مد کھجور دونوں میں تقسیم کروا دیتے تھے ((۳۲۰ء۷۸۷) سات سو ستاسی گرام، تین سو بیس ملی گرام کا ایک مد ہوتا ہے۔ (دیکھئے مصنف کی کتاب الاوزان المحمودة)

رسول اللہ ﷺ نماز میں تھے ایک آدمی نے باآواز بلند کہا، یارسول اللہ! کھجوروں نے ہمارے پیٹ کو جلا ڈالا ہے، اور ہمارے ردی کپڑے بھی پھٹ چکے ہیں۔

راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، اور آپ کو اپنی قوم کی طرف سے جو تکالیف پیش آئیں تھیں، ان کا تذکرہ کیا، پھر آپ نے فرمایا: میرا حال یہ تھا کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ دس سے زائد راتوں کو اس طرح گذار چکا ہوں کہ ہم دونوں کا کھانا بربر کے علاوہ کچھ نہ تھا، (بربر اِراک کے پھل کو کہتے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر مجھے اتنی وسعت ہوتی کہ روٹی اور گوشت تم کو کھلاؤں تو میں ضرور کھلاتا، عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے، تم پر یا جو لوگ تم میں سے اس کو پائیں گے وہ کعبہ کے پردہ کی طرح کپڑوں کو پہنیں گے، اور ان کے لئے صبح وشام بڑے بڑے پیالے کھانے کے لئے لائے جائیں گئے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس دن ہم بہتر ہوں گے یا آج کی ہماری حالت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آج تم بہت بہتر ہو، آج تم بھائی بھائی بنے ہوئے ہو، اور اس دن تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ اس آدمی کی آواز سننے کے بعد ممبر پر تشریف لائے، اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ داؤد کہتے ہیں حدیث کے ہمارے استاد ابو حرب نے کہا: داؤد جانتے ہو کہ ان دنوں کعبہ کے پردے کیسے ہوتے تھے؟

میں نے عرض کیا: نہیں، تو انہوں نے بتایا: سفید کپڑے ہوتے تھے، جو یمن سے لائے جاتے تھے۔

واضح طور سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خنف کیا یہ لنگی کی جگہ استعمال ہوتا تھا، یا چادر اور لنگی دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، بظاہر اہل لغت اور شراح کے کلام سے یہ ہی متبادر ہے کہ وہ بدن پر اوڑھنے اور لنگی دونوں کے لئے مستعمل ہوتا تھا۔

نوٹ: صفہ کے متعلق علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: **الصفة هى سقيفة مظللة كانت تأوى اليها المساكين، في المسجد النبوي ﷺ.** (فتح البارى: ۱/۱۴۵) صفہ سایہ دار سائبان ہے جہاں مساکین مسجد نبوی میں آ کر رکتے تھے۔

قاضی عیاضؒ تحریر فرماتے ہیں: **أصحاب الصفة بضم الصاد وتشدد الفاء هى مثل الظلة والسقيفة يؤوىٰ اليها، قال الحربى هى موضع مظلل من المسجد يأوى اليه المساكين. (مشارق الانوار: ۲/۵۰)** صفہ صاد کے پیش اور فاء کی تشدید کے ساتھ ہے، وہ سائبان اور چھپر کی طرح ہوتا ہے، حربی نے کہا: وہ مسجد کا وہ مقام ہے، جہاں سایہ ہوا کرتا تھا اور وہ مساکین کی پناہ گاہ تھی۔

بعض حضرات صفہ کے معنی چبوترہ سے کرتے ہیں، جس کی بظاہر کوئی دلیل نہیں۔

﴿۳۹﴾ الخَيْشَةُ ۔ ردی قسم کا کپڑا

علامہ فراہیدیؒ فرماتے ہیں: **الخَيْشُ (ثياب) من مُشَاقَة الكتان فى نسجها رِقَّةٌ تتخذ من أصلب العصب، وفيه خُيوشة شديدة أى رقة، ويجمع فيقال: أخياش.** (كتاب العين: ۴/۲۸۴)

خَیش: بوسیدہ سن کا کپڑا ہے، جو باریک ہوتا ہے، سخت قسم کے ریشوں سے بنایا جاتا ہے، جس میں بہت زیادہ باریک ہوتا ہے اس کی جمع اُخیاش آتی ہے۔

محمد بن احمد بن الازہریؒ متوفی (۳۷۰) تحریر فرماتے ہیں: **خيش قال الليث: الخيش ثياب فى نَسْجِهَا رِقَّةَ خيوطها غلاظُ تُتَّخَذُ من مُشَاقَةِ الكتّان.** (تهذيب اللغة: ۳/۳)

الـخيش: وہ کپڑا جسکو بودے سن سے بنا جائے اور اس کے دھاگے موٹے ہوتے ہیں، جو بوسیدہ سن کے ریشوں سے بنا جاتا ہے۔

ناصرالدین المطرزیؒ الحنفی المتوفی (۶۱۰) فرماتے ہیں: **الخَيشُ بالفتح ،الكتّان الغليظ .** (المغرب فی ترتیب المعرب : ۱/۲۷۷) **الخَيش** خاء کے فتح کے ساتھ، موٹے سن کے ریشوں کا کپڑا۔

علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں: **الـخَيـشُ ثيـابٌ رِقَـاقُ الـنّـجِ ،غِـلاظُ الخُيوطِ تتخذ من مُشَاقَةِالكتَّان ، ومن أردية ، وربَّمااتَّخذتْ من العَصب ، والجمع أخياش .**

الخیش : خراب بنا ہوا موٹے دھاگے والا ردی قسم کے سن کے ریشوں سے بنا ہوا کپڑا ہوتا ہے، جو پرانے اور ردی سن کے ریشوں سے بنایا جاتا ہے۔

شرح ابی داود میں شیخ عبدالمحسن العباد نے لکھا ہے: **والـخيشة مـعـلـو م أنهـا مصنوعة من شعر ، خيشة:** کے متعلق معلوم ہے کہ وہ بالوں سے بنا جاتا ہے۔ (باب لبس الصوف)

الخیش کے متعلق علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ واضح ہو چکا ہوگا کہ وہ ملبوسات، اور لباس کے قبیل سے نہیں بلکہ وہ کپڑوں کی ایک قسم ہے، حدیث پاک میں آیا ہے۔

عن عتبة بن عبد السُّلَمِيُّ قال : استكسيت رسو ل الله ﷺ فكسا نی خَيْشَتَيْنِ، فـلـقـد رأيتُـني وأنا أكسى أصحابي . (ابو داود بر قم : ۴۰۳۴) **بـاب فـي لبس الصوف والشعر** (اس کے علاوہ مسنداحمد، المعجم الكبير الطبراني ،معرفة العلماء وابي نعيم میں دیکھی جاسکتی ہے)

عتبہ بن عبدالسلمی کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کپڑوں کی درخواست کی آپ نے مجھ کو دو "خیش" کے کپڑے دے، (اس وقت کی حالت) میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میرے ساتھیوں کے مقابلہ میں میرے پاس مکمل جوڑا تھا۔

﴿۴۰﴾ المرْط ۔ بے سلا کپڑا

عرف میں: بے سلا کپڑا ،شال (چادر)

قـال ابـن منظورؒ: المرط كل ثوب غير مخيط. (لسان العرب: ۷/۴۰۲) ہر وہ کپڑا

جو سلا ہوا نہ ہو مرط کہلاتا ہے۔

علامہ عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: **قال القزاز: المِرطُ مِلْحفةٌ يُتَّزَرُ به ، والجمع: اَمْرَاطٌ وَمُرُوطٌ وقيل: يكون المِرْطُ كِساءٌ مِن خزٍّ أوصوفٍ أوكتَّانٍ وفي الصحاح: المِرطُ بالكسر وفي المحكم : وقيل هو الثوبُ الاخْضرُ وفي مجمع الغرائب: أكسِيةٌ من شعرٍ أسودَ. وعن الخليل: هي أكسيةٌ مُعلمةٌ وقال ابن الاعرابى : هو الازار .**

وقال النضر بن شميل : لا يكون المِرط اِلَّا درعًا ، وهو من خزٍّ أخضرَ ولا يُسَمَّى المِرطُ اِلَّا أخْضَر ولا يلبسُه النساء.

وقال عبد الملك في شرح الموطأ : هو : كِساءُ صوفٍ رقيقٍ خفيف مربع كن النساء في ذلك الزمان يتزرن به ويلتفعن . (عمدۃ القاری : ۴/۹۰)

علامہ عینیؒ نے مرط کے سلسلہ میں متضاد اقوال کی ایک لمبی فہرست تیار کر دی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو ہر علاقہ والے الگ الگ معانی کے لئے استعمال کرتے تھے.

فرماتے ہیں: ۱-قزاز نے کہا: مرط، ملحفہ کو کہتے ہیں، جس کی لنگی بنائی جاتی ہے، اس کی جمع ''امراط ''اور مروط'' آتی ہے

۲-بعض نے کہا مرط ریشم یا اون کی چادر کو کہتے ہیں. صحاح میں ہے، مرط کسرہ کے ساتھ ہے.

۳-محکم میں ہے: ہرے کپڑے کو مرط کہتے ہیں۔

۴-مجمع الغرائب میں ہے: مرط کالے بالوں کی چادر ہوتی ہے.

۵-خلیل نے کہا مرط دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔

۶- ابن الاعرابی نے کہا: ازار کو کہتے ہیں۔

۷-النضر بن شمیل نے کہا: درع کو مرط کہتے ہیں، جو ہرے رنگ کا ہی ہوتا ہے، خواتین اس کو نہیں پہنتی ہیں۔

۸-عبدالملک نے شرح موطأ میں تحریر کیا ہے: مرط اون کی باریک ہلکی مربع چادر کو کہتے ہیں، جس کو پہلے زمانہ میں خواتین ازار بنالیا کرتی تھیں۔

علامہ ابن عبدالبر نے **التمهيد ما في المؤطا من الاسانيد** میں تحریر فرماتے ہیں: کہ

المروط: أكسية الصوف، وقيل كساء صوف مربع سداه شعر.

مرط اونی چادر ہے، اور بعض نے کہا مربع اونی چادر جسکا تانا بالوں سے بنا گیا ہو۔ (التمهید: ۳۹۰/۲۳)

عن عائشه رضى الله عنها قالت: خرج النبي صلى ﷺ ذات غداة وعليه مرط مُرَحَّل من شعر أسود (صحيح مسلم: ۱۴۶۹/۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک دن سویرے رسول اللہ ﷺ بالوں والی لکیر پڑی ہوئی چادر میں ملبوس باہر تشریف لے گئے۔

عن عائشةؓ قالت لقد كان رسول ﷺ يصلي الفجر فيشهدن معه نساء من المؤمنات متلفعات في مروطهن ثم يرجعن إلى بيوتهن مايعرفهن أحد. (بخاری: ۳۷۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھتے کچھ مومن عورتیں چادریں اوڑھ کر آپ کے ساتھ نماز ادا کرتیں پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں ان کو کوئی پہچان نہیں پاتا تھا۔

عن عائشةؓ قالت يرحم الله نساءَ المهاجرات الأوَلَ لماأنزل الله: وليضربن بخمرهن على جيوبهن شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فاختمرن بها. (بخاری رقم: ۴۷۵۸)

وفي رواية أبي داود: شققن أكنف مروطهن فاختمرن بها. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اللہ تعالی رحمت نازل فرمائے سب سے قبل ہجرت کرنے والی عورتوں پر جب اللہ تعالی نے **وليضربن بخمرهن** نازل فرمائی تو انھوں نے اپنے کپڑوں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیں۔ ابوداود کی روایت: میں ہے موٹے کپڑوں کو پھاڑ کر چادریں بنالیں۔

﴿۴۱﴾ الإزار۔ لنگی

عن أبي بردة عن أبيه قال أخرجت إلينا عائشة رضى الله عنها كساءً ملبدًا وإزاراً غليظا فقالت قبض روح رسول اللّه ﷺ في هذين. (شمائل ترمذی رقم: ۱۱۲)

ابو بردہ کہتے ہیں: کہ حضرت عائشہؓ نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھلائی اور یہ فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

قال صاحب القاموس: الازار: الملحفة. ازار کے معنی ملحفۃ کے ہیں، صاحب القاموس نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن منظورؒ لسان العرب میں لکھتے ہیں: **سمي الازار ازاراً لحفظه صاحبه وصيانته جسده أخِذَ من آزارته أي عاونته ويقال: إزار، وازارة.** ازار کو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کی حفاظت کرتا ہے، اور اس کے بدن کو بچاتا ہے، آزرتہ سے وہ مشتق ہے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں۔

عن أبي العالية أن رسول اللّه ﷺ كان إزاره إلى نصف ساقه. (أخلاق النبي لأبي الشيخ رقم: ۲۷۳) حضرت ابو العالیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہوتی تھی۔

عن الحسن أن شيخا من بني سُليط اخبره: قال أتيتُ رسول اللّه ﷺ أكلِّمه في شئ أصيب لنا في الجاهلية: فإذا هو قاعدٌ، وعليه حلقة قد أطافت به، وهو يحدث القوم، وعليه إزارُ قطنٍ له غليظٌ. (أخلاق النبي لأ بي الشيخ رقم: ۲۷۷)

بنو سلیط کے ایک بوڑھے نے بتلایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہمارے ہاں زمانہ جاہلیت میں ایک واقعہ پیش آ گیا تھا، اس کے متعلق معلومات کے لئے گیا، تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے اردگرد ایک حلقہ ہے، جو آپ کے پاس گول بیٹھے ہوئے ہے، اور آپ ﷺ ان لوگوں سے گفتگو فرما رہے ہیں، اور آپ روئی کی موٹی لنگی پہنے ہوئے ہیں۔

عن الأشعث بن سليم قال سمعتُ عمَّتي تحدث عن عمِّها: أنه رأى إزارَ رسول اللّه ﷺ أسفلَ إلى نصفِ السَّاق. (أخلاق النبي لأ بي الشيخ رقم: ۲۷۰)

اشعث بن سلیم اپنی پھوپی سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی لنگی کو دیکھا وہ آدھی پنڈلی سے نیچے تھی۔

عن جابرؓ قال: کان رسول اللّٰه ﷺ اذا اتزر یضعُ صِنفةَ ازارِہ علی فخذِہ الیُسری. حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لنگی باندھتے تو آپ لنگی کے کنارے کو بائیں ران پر رکھا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی لنگی کے کنارہ سلے ہوئے نہیں بلکہ کھلے ہوئے تھے۔

عن الهجميؓ انه لقي النبي ﷺ وهو مؤتَزِرٌ بازارِ قُطنٍ قد استرخی حاشیتاہ . (مسند ابن شيبة رقم : ۷۹۳) ہجمیؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی آپ روئی سے بنی ہوئی لنگی پہنے ہوئے تھے، اور اس کے دونوں کنارے لٹکائے ہوئے تھے۔

ینبغي أن یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا في حق الرجل واما النساء فیُرخین ازارَ هُنَّ أسفلَ من ازارِ الرجلِ لِیَستر ظهرقدمِهنَّ. (عالمگیریہ: ۵/۳۳۳) لنگی ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے، یہ مردوں کے حق میں ہے لیکن عورتیں وہ اپنے زیر جامہ کو مردوں کے مقابلہ میں زیادہ لٹکائیں گی، تاکہ ان کے پاؤں کی پشت چھپی رہے۔

لنگی اور پاجامہ آدھی پنڈلی سے زیادہ اوپر نہیں ہونی چاہئے

عن ابن سیرینؒ قال: کانوا یکرهون الإزارفوقَ نصف الساق. (مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۴۹۲۸) حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں (صحابہ): لنگی آدھی پنڈلی سے زیادہ اوپر کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

﴿۴۲﴾ السراویل شلوار

محمد بن احمد الأزهریؒ المتوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں کہ: **السراویل معربة وجاء سراویل علی لفظ الجماعة وهي واحدة وقد سمعت غیر واحد من الأعراب یقول: سراویل ،وإذا قالوا ”سراویل “أنثوا.** (تهذيب اللغة : ۱۲/ ۱۷ ۲)

ترجمہ: سراویل کو عربی بنایا گیا ہے، سراویل لفظا جمع ہے، لیکن ہے وہ مفرد، میں نے بہت سے بدووں سے سناوہ ''سراویل'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور جب سراویل کہتے ہیں تو اس کو مؤنث بنا دیتے ہیں۔

علامہ نوویؒ متوفی ۶۷۶ھ **تحریر ألفاظ التنبیہ** میں فرماتے: **قال ابوحاتم السجستانی وسمعت من الاعراب من یقول ''شروال** .میں نے عربوں سے سنا کہ وہ شروال کہتے تھے۔ لگتا یہ ہے کہ'' شروال'' ''شلوار'' بن گیا ہے، چنانچہ القاموس المحیط میں علامہ فیروز آبادیؒ متوفی ۸۱۷ھ تحریر کرتے ہیں: **السراویل فارسیة معربة وقد تذکر** : سراویل فارسی لفظ ہے جس کو عربی بنایا گیا ہے، اور کبھی اس کو مذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ ازہریؒ کہتے ہیں: **وفي حديث روي عن أبي هريرةؓ أنه كره السراويل المخرفجة، قال أبو عبيدة: هي الواسعة الطويلة، وقد مر تفسيرها.**

اس سے قبل جلد نمبر سات میں لکھا ہے: **قال أبو عبيدة قال الأموي يقال في تفسير المخرفجة، في الحديث أنها التي تقع على ظهور القدمين، قال أبو عبيدة: وذلک تأويلها** .(تهذيب اللغة: ۷/ ۲۶۰)

ابوعبید نے بتلایا کہ اموی نے کہا المخرفجۃ کے معنی میں وہ جو پاؤں کے اوپر کے حصہ پر گر جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے پاؤں کے اوپر گرنے والی شلوار کو ناپسند فرمایا۔ ان مذکورہ بالا تفصیلات سے اس بات کا ثبوت ہوجاتا ہے کہ سراویل کا ترجمہ پاجامہ نہ کیا جانا چاہئے بلکہ شلوار ہی درست ہے۔ کیونکہ وہ کشادہ ہوتی ہے، اور پاجامہ تنگ ہوتا ہے، حضرت انورشاہ کشمیریؒ متوفی ۱۳۵۳ھ نے العرف الشذي میں تحریر فرمایا ہے: السراویلات معربة ''شلوار''۔
(العرف الشذي: ۲/ ۲۳۰)

الحمد لله الذی بنعمة تتم الصالحات مجھے اس موضوع کی ابتدائی سطروں کے لکھتے وقت بڑا تردد تھا کہ ہمارے دیار میں سراویل کا ترجمہ پاجامہ سے کیا جاتا ہے، اس کے خلاف میں نے شلوار ترجمہ کر دیا ہے، اب علامہ انورشاہ کشمیریؒ کی تحریر کے بعد پورا اطمنان ہوگیا ہے۔

عن ابن عباسؓ عن النبي ﷺ قال : من لم يجد ازاراً فليلبس السراويل ومن لم يجد نعلين فليلبس الخفين . (بخاري رقم : ۵۸۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حاجی) جس کو لنگی نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جو جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے۔

عن سماک بن حرب قال سمعت أباصفوان قال : بعت من رسول الله ﷺ سراويل قبل الهجرت فأرجح لي . (النسائي رقم : ۴۵۹۳)

ابوصفوانؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو ہجرت سے قبل شلوار فروخت کی تھی آپ نے اس کے دام بڑھا کر دئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب المتوفی ۱۴۰۲ھ خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی میں فرماتے ہیں: پاجامہ پہننا آنحضرت ﷺ کا مختلف فیہ ہے، علامہ بیجوریؒ کی تحقیق کے موافق راجح پہننے کا عدم ثبوت ہے، البتہ یہ محقق ہے کہ حضور کے پاس موجود تھا، حتی کہ کہا گیا کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔

ابن قیم کہتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے خریدا تو ہے ہی، اور ظاہر ہے کہ پہننے کے لئے خریدا ہے، اس کے علاوہ متعدد احادیث میں حضور ﷺ کا پہننا بھی وارد ہے، اور صحابہ کرام نے تو حضور ﷺ سے عرض کیا: کہ اہل کتاب لنگی نہیں پہنتے، اور پاجامہ پہنتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ان کے خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو اور لنگی بھی باندھو۔

ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے پوچھا آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں؟ حضور نے فرمایا پہنتا ہوں، مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے، اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے، لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ (نیل الاوطار)

حضور ﷺ کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا۔ (انتھی من خصائل نبوی: ۷۰)

انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ میں ہے:

سب سے قبل حضرت ابراھیم علیہ السلام نے شلوار پہنی ہے اور آپ ﷺ کو حضرت ابراھیم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، لیکن کسی صحیح روایت میں آپ کا شلوار (پاجامہ) پہننا ثابت نہیں ہے، اور جس حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے بتایا گیا ہے وہ حدیث موضوع ہے۔

﴿۴۳﴾ التُّبَّانُ ۔ نیکر

ابوالفضل قاضی عباس بن موسیٰ بن عیاضؒ المالکی (۵۴۴) تحریر فرماتے ہیں: **تبان وقميص بضم التاء وتشديد الباء هو شبه السراويل قصير الساقين.** (مشارق الانوار: ۱/۱۱۸)

تبان تاء کے ضمہ کے ساتھ اور باء کے تشدید کے ساتھ وہ پاجامہ نما جس کے پاؤں چھوٹے ہوں، ابن منظورؒ لکھتے ہیں: **التبان بالضم والتشديد سراويل صغير مقدار شبر يستر العورة المغلظة فقط، يكون للملاحين ، وفی حديث عمار أنه صلى فی تبان، فقال: إنی ممثون، أي يشتكی مثانته، .....وفی حديث عمر :صلى رجل فی تبان ،وقميص تذكره العرب والجمع التبابين.** (لسان العرب: ۱۳/۷۱)

تبان ضمہ کے ساتھ اور باء کی تشدید کے ساتھ، نیکر ہوتا ہے، جو ایک بالشت کے بقدر ہوتا ہے ،صرف عورت مغلظہ کو چھپاتی ہے، جسکو ملاح پہنتے ہیں، حضرت عمارؓ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے نیکر پہنکر نماز ادا کی (اس کے اوپر کرتا بھی رہا ہوگا) اور فرمایا کہ ان کو مثانہ کی بیماری ہے۔ اور بعض نے کہا: تبان چھوٹی شلوار کی طرح ہوتی ہے، حضرت عمرؓ سے جو حدیث نقل کی جاتی ہے اس میں ہے: ایک شخص نیکر اور قمیص پہنکر نماز ادا کرسکتا ہے، تبان کا لفظ مذکر ہی استعمال کیا جاتا ہے، اس کی جمع تبابین آتی ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں : **وفي (الصحاح) التبان سراويل صغير مقدار شبر يستر العورة المغلظة فقد يكون للملاحين ، قلت وهو عند العجم من جلد بلا رجلين، يلبسه المصارعون.** (عمدة القاری : ۶/۲۰۵)

تبان چھوٹی شلوار ہے جو ایک بالشت کے برابر ہوتی ہے، جو عورت غلیظہ کو چھپاتی ہے، کبھی اس کو ملاح لوگ استعمال کرتے ہیں، میں کہتا ہوں عجمیوں کے استعمال میں وہ چمڑے کا ہوتا ہے، جس کو کشتی کرنے والے پہنتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ''تبان'' دو طرح کے ہوتے تھے، ایک تو نیکر دوسرا چھوٹی شلوار پر بھی اسکا اطلاق کیا جاتا تھا، احادیث میں بھی ''تبان'' کا تذکرہ آتا ہے بخاری شریف میں ہے: **عن ابی هريرةؓ قال: قام رجل الى النبی ﷺ فسأله عن الصلوة فی الثوب الواحد فقال: ''أو كلكم يجد ثوبين'' ثم سأل رجل عمر فقال: اذا وسع الله فأوسعوا، جمع رجلٌ عليه ثيابه، صلى رجل فی ازار، ورداء، فی ازار و قميص، وقميص فی ازار، وقباء فی سراويل، ورداء فی سراويل، وقميص فی سراويل، وقباء فی تُبان، وقباء فی تُبان وقميص قال: وأحسبه قال: فی تُبان ورداء**

.(بخاری رقم: ۳۵۸)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟

پھر ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے یہی سوال کیا، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: جب اللہ نے وسعت دیدی تو تم بھی وسعت کے ساتھ کام لو۔

ایک شخص مندرجہ ذیل کپڑوں کو پہنکر نماز ادا کرسکتا ہے:

لنگی اور چادر پہنکر
لنگی اور قمیص پہنکر
اور کرتا لنگی پہنکر
اور چوغہ شلوار پہنکر

اور چادر شلوار پہنکر

کرتا اور شلوار پہنکر

اور چوغہ اور نیکر پہنکر

اور چوغہ، نیکر اور قمیص پہنکر نماز ادا کر سکتا ہے

میرا خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا: نیکر میں اور چادر میں نماز ادا کر سکتا ہے۔

نیکر کا تذکرہ آثار صحابہ میں کثرت سے ملتا ہے

چنانچہ مصنف ابن أبی شیبہ میں حضرت ابو موسی أشعریؓ سے منقول ہے کہ وہ رات میں سوتے وقت نیکر پہن کر سوتے تھے، کہ کبھی شرم گاہ نہ کھل جائے، اور حضرت عائشہؓ اپنے غلاموں کو نیکر پہننے کا حکم کرتی تھیں۔

العلاء بن حبیب کہتے ہیں: میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیکھا: کہ وہ عرفات کے میدان میں ہیں اور نیکر پہنے ہوئے ہیں۔

جب یہ خاکسار حضرت عائشہؓ کی حدیث قلم بند کر رہا ہے، عرفات کے میدان میں حاجی ٹھیرے ہوئے ہیں، اب ہندوستانی وقت ۱۲:۴۵ بارہ بجکر پینتالیس ہوا چاہتا ہے۔ ۹/ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۵/نومبر ۲۰۱۱ھ بروز شنبہ، اللہ تعالی مجھ کو بھی بار بار عرفات کے میدان میں قیام کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

عن علي بن ربيعة قال : رأيت علياًؓ يتزر فرأيت عليه تباناً. (مصنف ابن أبی شیبہ رقم: ۲۵۳۵۷)

علی بن ربیعہ کہتے ہیں: کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا وہ لنگی پہنے ہوئے تھے، اور نیکر بھی پہنے ہوئے تھے۔

﴿٤٤﴾ النِطَاقُ

۱۔ کمر بند ۲۔ وہ کپڑا جس کو خواتین تہہ بند کی جگہ پر دوہری کر کے پہنتی ہیں۔

لفظ نطاق، عربی زبان میں مختلف معانی کے لئے آتا ہے۔

ابن منظورؒ لکھتے ہیں:

وفي الحكم : النطاق شَقّةٌ أوثوب تلبسه المرأة ، ثم تشدوسطها بحبل ، ثم ترسل الأعلى على الأسفل الى الركبة ، فالأسفل ينجرّعلى الأرض ، وليس لها حُجُزَه ، ولا نيفق ولا ساقان والجمع نطق . (لسان العرب : ١٠/٣٥٥)

محکم میں ہے: نطاق کسی کپڑے سے پھاڑی ہوی چیری پر بولا جاتا ہے، نیز اس کپڑے پر بھی بولا جاتا ہے، جس کو خواتین زیب تن کرتی ہیں اور اس کے بیچ کے حصہ کو کسی رسی سے باندھ لیتی ہیں، اور پھر اوپر کے حصہ کو نیچے کے حصہ میں چھوڑ دیتی ہیں جو گھٹنے تک ہوتا، اور نیچے کا حصہ زمین پر گھسٹتا، اس کا کمر بند نہیں ہوتا تھا، اور نہ نیفہ ہوتا تھا، اور نہ اس کے دو پاؤں ہوتے تھے، اس کی جمع نطق آتی ہے

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: **قال الداؤدی : النطاق المئزر ، وقال ابن فارس : هو ازارٌ فيه تِكّة تلبسه النساء.** (عمدة القاری : ٢١/١٠)

داؤدی نے کہا: نطاق لنگی کو کہتے ہیں، ابن فارس نے کہا: وہ تہ بند ہوتا ہے جس میں کمر بند ہوتا ہے، خواتین اس کو پہنتی ہیں۔

عن أسماء قالت : صنعتُ سفرةً رسول الله ﷺ فی بيت أبي بكرٍ حينَ أراد أن يهاجرَ، قالت فلم نجدْلسُفرته ولا لسِقَاءِه ما نَربِطهما به قالت: فقلتُ لأبي بكر واللّه ماأجد شيئاً أربطه به ، الا نطاقي. قال : فقال : شقيه باثنين ، فاربطي بواحدالسقاء، والآخرالسُفُرة فلذلك سميت ذات النطاقين. (مسنداحمد برقم : ٢٦٩٢٨)

حضرت اسماء فرماتی ہیں: کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا توشہ

تیار کیا، جب آپ کے ہجرت کا ارادہ تھا، حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپ کے توشہ اور مشکیزہ کے لئے کوئی بندھن موجود نہ تھا، جس سے اس کو باندھا جائے، میں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ میرے کمر بند کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں جس سے اس کو باندھا جائے۔

انھوں نے فرمایا: اس کو دو کر کے پھاڑ دو، ایک سے مشکیزہ باندھو اور دوسرے سے توشہ، اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین پڑھ گیا۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: **والنطاق والمنطق بكسر الميم والمنطاق واحد وهو أن تشد المرأة وسطها على ثوبها بحبل أو شبهه ثم ترسل الأعلى على الاسفل وقيل هذا هو النطاق ، وأما المنطق والمنطقة فالشئ الذى تشدبه وسطها وقال سحنون ، المنطق الا زارتشده على بطنها .** (مشارق الانوار : ۲/۱۱۴)

نطاق، المنطق ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ عورت ایک کپڑے کو اپنے بیچ میں کسی رسی یا کسی اور چیز سے اس کپڑے کو باندھ لیتی ہے، اوپر کے نصف حصہ کو نیچے چھوڑ دیتی تھی، بعض نے کہا اس طرح چھوڑنے کو نطاق کہتے ہیں، اور منطق اور منطقۃ کمر بند کو کہتے ہیں، سحنون نے کہا :المنطق وہ لنگی ہے جسکو خاتون اپنے وسط میں باندھتی ہے۔

﴿٤٥﴾ النعل ۔ چپل

عن أنسؓ انّ نعل النبی ﷺ کان لها قبالان. (بخاری رقم : ۵۸۵۷) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چپل (تسمہ دار یا سینڈل) کے دو تسمہ تھے۔

القبال : هو زمام يوضع بين الأصبع الوسطى والتي تليها وسمي شسعا . قبال وہ تسمہ ہوتا ہے جو بیچ کی انگلی اور اس کے برابر لگایا جاتا ہے جس کو (شسع) تسمہ بھی کہتے ہیں۔ رسول اقدس ﷺ کے نعل شریف کا جو نقشہ ہمارے سامنے ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نعل شر

یف سینڈل اور چپل کی شکل کا ہوتا تھا، ہمارے عرف میں ’’جوتا‘‘ پاؤں کو ڈھانکنے والے نعل کو ہی کہا جاتا ہے۔

عن عبید بن جریج قال : قلت لا بن عمر رأیتک تلبس هذه النعال السبتیة وتتوضأ فیها ، قال : رأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یلبسها ویتوضأفیها. (النسائي رقم : ۱۱۷)

عبید بن جریج کہتے ہیں: کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا آپ ان سبتی چپلوں کو پہنتے اور وضوء فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کو پہنتے تھے، اور اسی میں وضو بھی فرماتے تھے۔

مشارق الانوار میں ہے: **السبت :جلد البقر المدبوغ بالقرظ تتخذ منها النعال، وقال ابو عمر كل جلد مدبوغ فهو سبت ، وقال أبو زيد : السبت جلود البقر خاصة دبغت اولم تدبغ وقال ابن وهب :هي السود التي لا شعر لها ،وقيل هي التي ليس عليها شعر،وقال الأزهري : كأنها نسبت بالدباغ ، أي لانت وقيل : أنه من السبت وهو الحلق .**(مشارق الأنوار : ۲/۲۰۳)

سبت گائے کا وہ چمڑا جس کو قرظ (ایک درخت کا نام ہے) سے دباغت دیا گیا ہو، اس سے چپل بنائے جاتے ہیں۔ ابوعمرؒ نے کہا: ہر دباغت دے ہوئے چمڑے کا نام سبت ہے۔

ابوزیدؒ نے کہا: السبت صرف گائے کے مدبوغہ چمڑے پر بولا جاتا ہے۔

ابن وھبؒ نے کہا: کہ سبت وہ پرانا چمڑا ہے جس کے بال نہ ہو۔

ازھریؒ نے کہا: گویا کہ وہ دباغت دینے کی وجہ سے نرم پڑ گیا ہے بعض نے کہا: السبت: کے معنی مونڈنے کے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپل گائے کے چمڑے کے ہوتے تھے۔

عن أبی ذرؓ قال : رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يصلي في نعلين مخصوفتين من جلود البقر. (أخلاق النبي لأبي الشيخ رقم:۳۴۸)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ دو تلے والے چپلوں میں جو گائے کہ چمڑے سے بنے ہوئے تھے نماز ادا فرمارہے تھے۔

ثعالبیؒ لکھتے ہیں: عربی زبان میں کپڑا سینے کے لئے **خاط الثوب**: اور موزوں کے لئے **خرز الخف** اور چپل کے لئے **خصف النعل** کہا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے چپل کا رنگ۔

منتهى السؤال میں ہے: صرح بعض الحفاظ بأن نعله ﷺ كانت صفراء۔

بعض حفاظ حدیث نے صراحت کی ہے کہ آپ کے چپل زرد رنگ کے تھے۔

(منتهى السؤل على وسائل الوصول إلى شمائل الرسول)

آپ ﷺ نے چپل کس ہاتھ میں اٹھائے اور کیسے؟

طبرانی کی ایک طویل حدیث میں ہے: **فأخذ رسول الله ﷺ نعله فحملها بالسبابة من اصبعه اليسرى.** (المعجم الكبير للطبرانی رقم: ۷۷۱۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چپل اپنے بائیں ہاتھ کی انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی سے اٹھائے۔

عن هشام بن عروة رأيت نعليَّ النبي ﷺ مُخَصَّرَةً مُعَقَّبَةً مُلَسَّنَةً، لها قبالان.

ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے چپل کو دیکھا کہ وہ درمیان سے باریک (اس کا بیچ کا حصہ باریک تھا) چپل کے پچھلے حصہ میں چمڑے سے مرتفع تھا، اور آگے کی طرف زبان کی نوک کی طرح نکلا ہوا تھا، جس کے دو تسمہ تھے۔

علامہ عراقیؒ نے فرمایا کہ بعض روایات میں آتا ہے: کہ ليس لها عقب اور بعض میں معقبة کا لفظ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ یزید کہنا چاہتے ہیں: **ليس لها عقب خارج** ایسی ایڑی نہیں تھی جو باہر نکلی ہوئی ہو، اور ہشام کا مطلب یہ ہے کہ ایڑی تھی جو باہر نہیں تھی۔ (واللہ اعلم)

(منتهى السؤل: ۵۷۵/۱)

امام حافظ العلقمي نے فرمایا:

ور د أن طـو ل نعله ﷺ شِبْرًا واِصْبَعَان، وعَرْضُهَا ممَّايلي الكعبَانِ سَبْعُ أَصَابِعَ ، وبـطنُ القَدم خمْسٌ، وفوقَها ستٌ ،ورأسُهَا مُحَدَّدٌ،وعَرْضُ ما بين القِبَالَيْنِ اِصْبَعَان، انتهى .(منتهى السؤل ۱/۵۷۵)

روایتوں میں بیان کیا گیا ہے: آپ ﷺ کی چپل کی لمبائی ایک بالشت، اور دو انگلی تھی، اور اس کی چوڑائی ایڑی کے جانب سات انگلیوں کے برابر تھی، اور قدم کے اندر کا حصہ پانچ انگل اور اس کے اوپر کا حصہ چھ انگل، اس کا سر انوکدار، تسموں کے مابین چوڑائی دو انگلیوں کے برابر تھی۔

علامہ عراقیؒ متوفی ۸۰٦ھ نے فرمایا:

ونعلُه الكر يمةُ المَصُونَةُ طُوبَى لِمَنْ مَسَّ بِهَا جَبِيْنُه
آپ ﷺ کا معزز محفوظ چپل، ابدی عزت ہے اس شخص کیلئے جس کی پیشانی نے اس کو چھویا

لها قِبَالانِ بِسَيْرٍ وَهُمَا سِبْتِيَّان سَبَتوا شَعْرَ هُمَا
اس میں چمڑے کے دو تسمہ تھے وہ دونوں چپل بالوں سے صاف تھے

وطُولُهَا شِبْرًا واصْبَعَانِ وَعَرْضُهَا مِمَّا يَلِي الكَعْبَانِ
اوران کی لمبائی ایک بالشت دوانگلی کی تھی ایڑی کے جانب اس کی چوڑائی

سَبْعُ أَصَابِعَ وَبَطْنُ القَدَ م خَمْسٌ وَفَوْقَ ذَا فَستٌّ فَاعْلَمِ
سات انگل کی تھی اور پاؤں کے اندر کا حصہ پانچ انگل کا اور اس سے اوپر چھ کا اچھی طرح جان لو

وَرَ أسُهَا مُحَدَّدٌ وَعَرْضُ مَا بَيْنَ القِبَالَيْنِ اِصْبَعَانِ اضْبِطْهُمَا
اس کا سر انوکدار تھا اور اس کی چوڑائی دونوں تسموں کے مابین دو انگلیوں کی تھی ان دونوں کو یاد رکھو

وَهَذِهِ مِثَالُ تِلْکَ النَّعْلِ وَدَوْرُهَا اكْرِمْ بِهَا مِنْ نَعْلٍ
یہ نمونہ ہے اس چپل کا اور اس کی تفصیل اور تعیین ہے کیا خوب چپل ہے

(الفية السيرة النبوية للعراقي: ۸۸/۱)

عن عائشةؓ قالت : کان النبی ﷺ ینتعل قائماو قائداً. (طبقات ابن سعد : ۳۷۳/۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوکر بھی چپل پہنتے تھے اور بیٹھ کر بھی ۔

الا ستفسار : هل یَجوزُ لُبْسُ النَّعْلَیْنِ المَتَّخِذَینِ مِن الخَشَب ؟

الا سبشار : اتخاذ النعل من الخشب بدعة کما فی القنیة و الحمادية!

سوال: لکڑی سے بنے ہوئے چپل پہننا کیسا ہے؟

جواب: لکڑی کا چپل پہننا بدعت ہے، قنیہ اور حمادیہ میں اسی طرح ہے ۔ (نفع المفتی والسائل مؤلفہ عبدالحی لکھنوی: ۱۱۳)

﴿۴۶﴾ الجورب ۔ موزہ

قال اللیث: الجوربُ لفافة الرِّجل ۔ (تهذیب اللغه: ۳۸/۱۱) جورب پاؤں کا موزہ ہے۔

قاضی عبدالنبیؒ لکھتے ہیں: **الجورب نوعٌ من الخُفِّ یکونُ مِن الغَزلِ وَالشَّعْرِ والجِلْدِ الرقیق.**

جورب ایک موزہ ہوتا ہے جو سوت اور بالوں اور باریک چمڑے سے بنتا ہے۔ (دستور العلماء: ۲۸۷/۱)

معجم لغة الفقهاء میں ہے: **الجورب بفتح الجیم و الرّاء لفظ معرب، جوارب: مایُلبسُ مِنَ القِمَاشِ و نحوه بالقدمین الی مافوق الکعبین .** (معجم لغة الفقهاء : ۱۶۹)

جورب جیم کے فتح کے ساتھ ہے یہ لفظ فارسی سے عربی بنایا گیا ہے، اس کی جمع جوارب آتی ہے، کپڑے یا اس جیسی چیزوں سے بنا ہوا لفافہ جو پاؤں میں پہنا جاتا ہے ٹخنوں کو ڈھانکا ہوا ہوتا ہے۔
محدثین خف پر بھی کبھی جورب کا اطلاق کر دیتے ہیں۔

عن کعب بن عبد الله قال رأیت علیاً ؓ، بال فمسح علی جورَبَیْه و نَعلَیه ثمَّ قَامَ

يُصلِّي. (مصنف عبدالرزاق : ۱/۱۹۹) حضرت کعب بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے اپنے موزوں اور چپل پر مسح کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی۔

﴿۴۷﴾ اَلْخُفُّ ۔ چمڑے کا موزہ

علامہ ابن نجیمؒ (متوفی ۹۷۰) فرماتے ہیں: **والخف فی الشرع اسم للمُتَّخِذِمن الجلد الساترِ للكعبين فصائداً وماألْحِقَ به، سُميّا الخُفُّ خُفًّامِن الخِفَّةِ.** (البحرالرائق : ۱/۱۷۳)

شرعاً خف کا اطلاق چمڑے سے بنے ہوئے موزہ پر ہوتا ہے، جو ٹخنوں کو اور اس کے اوپر کے حصہ کو چھپائے ہوئے ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ جو ملحق ہے، خف کو خف اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں آسانی ہوتی ہے۔

علامہ عینیؒ (متوفی ۸۵۵) تحریر فرماتے ہیں: **الخف وهو اسم للمتخذمن الجلد الساتر للكعبين فصاعداً.** (بناية : ۱/۲۰۳) خف نام ہے کعبین اور اس کے اوپر کو چھپانے والے چمڑے کے موزہ کا۔

فقه العبادات على مذهب الحنفى میں ہے: **الخف هو لباس القدم الساتر للكعبين** ۔(فقه العبادات : ٤٦/١) خف پاؤں کا لباس ہے جو دونوں ٹخنوں کو چھپایا ہوا ہوتا ہے۔

عن جرير بن عبد اللهؓ أنه قال : رأيت النبى ﷺ يمسح على الخفين. (الأثار لأبى يوسف رقم :٦٥) حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ خفین پر مسح فرما رہے تھے۔

ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت نجاشی نے کالے خفین ہدیہ میں پیش کئے تھے ، اور آپ نے اس کو پہنا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے: **وذكر أن الخُفَّ الأحمرَ خُفُّ فِرعونَ ، والخُفُّ الأبيضُ خفُّ وزيرُه هامانَ، والخف الأسودُ خفُّ العلماء.** (روح البيان : ۱/۱۶۰) اور بتایا گیا ہے، لال خف فرعون کا تھا، سفید اس کے وزیر ہامان کا اور کالا خف علماء کا ہے۔

﴿۴۸﴾ **المُوقُ** باریک موزہ پر پہنا جانے والا موٹا موزہ

تاج العروس میں ہے: **والمُوقُ: خُفٌ غليظٌ يلبس فوق الخف ،فارسی معرب ، قال الصاغاني: وهو تعريب موكه،هكذاقال:والمشهور:موزه** (۲۶/۴۰۹)

المعجم الوسيط میں ہے: **الموقان : خف غليظ يلبس فوق الخف** (۲/۸۹۲) **موقان** موٹا موزہ ہوتا ہے جو خف کے اوپر پہنا جاتا ہے۔

عن أبی عبد الرحمن السّلَمی أنه شهد عبدالرحمن بن عوف يسأل بلا لاً عن وضوء رسول اللّه ﷺ فقال :كان يَخْرُجِ ويقضي حاجته فاٰتِيه بالماءِ فيَتَوضَّأويمسحُ على عِمامَته وموقَيْهِ . (ابوداود : ۱۵۳)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ضرورت کے لئے تشریف لیجاتے، اور میں آپ کے لئے پانی لاتا، آپ وضو فرماتے، اور اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح فرماتے۔

نوٹ : کبھی کبھی خف پر موق کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔

باب سوم

''عورۃ'' ستر کی تفصیلات

﴿ يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَالِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾
(الأعراف: ۲۶)

اے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرم گاہیں، اور اتارے آرائش کے کپڑے، اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے، یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تا کہ وہ لوگ غور کریں۔

ستر کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: انسان پر شیطان کا پہلا حملہ اس کو ننگا کرنیکی صورت میں ہوا، آج بھی نئی شیطانی تہذیب انسان کو برہنہ یا نیم برہنہ کرنے میں لگی ہوئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شیطان کا سب سے پہلا حملہ انسان کے خلاف اسی راہ سے ہوا، کہ اس کا لباس اتر گیا، اور آج بھی شیطان اپنے شاگردوں کے ذریعہ جب انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، تو تہذیب وشائستگی کا نام لیکر سب سے پہلے اس کو برہنہ یا نیم برہنہ کرکے عام سڑکوں اور گلیوں میں کھڑا کر دیتا ہے، اور شیطان نے جس کا نام ترقی رکھدیا ہے، وہ تو عورت کو شرم وحیاء سے محروم کر کے منظر عام پر نیم برہنہ حالت میں لے آنے کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتی۔

ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی ہے، شیطان نے انسان کے اس کمزور پہلو کو بھانپ کر پہلا حملہ انسان کی ستر پوشی پر کیا، تو شریعت اسلام نے جو انسان کی ہر صلاح وفلاح کی کفیل ہے اس ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا، نماز روزہ وغیرہ سب اس کے بعد. (دیکھئے معارف القرآن: ۳/ ۱۲۶)

﴿۞ يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنـزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَا ساً يُوَارِيْ سَوْ آتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَا سُ التَّقْوَ ى ذَالِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّ كَرُ وُنَ ۞﴾ (الأعراف: ۲۶)

اے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرم گاہیں، اور اتارے آرائش کے کپڑے، اور لباس پرہیز گاری کا وہ سب سے بہتر ہے، یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں۔

وہ مقدار کیا ہے جس کا چھپانا ضروری ہے؟

عورة: ستر سے متعلق اللہ پاک کا پاک ارشاد ہے: ﴿۞ يَابَنِيْ آدَمَ خُذُ وُا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۞﴾ (الاعراف: ۳۱) اے آدم کی اولاد نماز کے وقت ستر کو ڈھانپ لیا کرو۔

نبی اکرم ﷺ نے ستر کا حکم دیا ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے، ستر کو عورۃ کہتے ہیں، جو عور سے مشتق ہے، جسکے معنی عیب، بری چیز کے ہیں پر اس کا اطلاق ستر عورت پر اس لئے کیا جاتا ہے، کہ اس کا ظہور برا ہے، آنکھوں کا اس سے نیچے کرنا ضروری ہوتا ہے۔

عورۃ کا اطلاق کئی معنوں میں ہوتا ہے:

۱- ستر، عورت جسکا چھپانا نماز میں ضروری ہو۔

۲- ستر جسکو دیکھنا حرام ہو۔

۳- ہر وہ شئی جسکو انسان حیاء کی وجہ سے چھپاتا ہے۔

چونکہ عورتوں کو دیکھنے اور ان کی باتوں کو سننے سے فساد اور بگاڑ پیدا ہوسکتا ہے، اس لئے ان کو عورت کہتے ہیں۔

محی الدین ابن عربیؒ نے کہا ہے: ستر کو چھپانے حکم اس مقام کی شرافت اور تکریم کے لئے ہے، اس لئے کہ وہ مکرم و معظم انسان کی نسل کی پیدائش کی جگہ ہے، وہ اہانت کی جگہ نہیں۔

اصطلاح شرع میں: جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے سامنے کھولنے سے منع فرما دیا ہو وہ ستر اور عورت ہے: **هي كل ما حرَّم الله تعالىٰ كشفه امامَ مَن لا يحِلُّ النظرُ اليه .**

ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے غیروں کے سامنے کھولنا حرام کیا ہو عورۃ کہلاتی ہے، یوں بھی کہا جاسکتا ہے: کہ عقلا اور شرعاً جس کا غیروں کے سامنے کھلنا برا ہو وہ عورت کہلاتی ہے۔

اسلام نے ستر پر سخت حکم لگائیں ہیں، کیونکہ بے پردگی بہت سی خرابیوں اور فساد کی جڑ ہے۔

دوسری طرف اللہ نے پردے کو زینت بھی بتلایا ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿يَابَنِي آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الاعراف: ۳۱) اے آدم کی اولاد نماز کے وقت ستر کو ڈھانپ لیا کرو۔

نبی اکرم ﷺ نے ستر کا حکم دیا ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے، علامہ سرخسیؒ نے فرمایا ہے:

فَالنّظرُ اِلی العَورَة حرامٌ لمارُوي عنْ سَلمَان رضي الله عنه قال : لاَنْ اَخِرَّمن السّمَاء فانقَطعَ نِصفيْنِ أحَبّ اِليَّ مِن أن أنظرِالی عورةِ أَحَدأوينظر أحدٌ إلی عَورَتي.

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں آسمان سے گر کر دو ٹکڑے ہو جاؤں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس کے مقابلہ میں کہ میں کسی کے ستر کو دیکھوں یا کوئی میرے ستر کو دیکھے۔

عن عَبدالرحمنِ بن اَبي سعيدالخدري عن أبيه قَالَ قَالَ رسول الله لاينظرالرّجل اِلی عَورَةِالرَّجلِ، وَلاَ تنظر المرأة الی عَورةالمَرأة ، وَلاَ يُفضي الرّجل الی الرجل فِي الثَوبِ الوَاحدِ، وَلاَ تُفضِی المَرأة اِلی المَرأة في الثّوب الوَاحدِ(مسلم .ترمذی رقم : ۲۷۹۳)

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے، اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے۔

ایک کپڑے میں دو آدمی آپس میں ملے ہوئے نہ رہیں، اور دو عورتیں ایک کپڑے میں آپس میں ملی ہوئی نہ رہیں۔

عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ قال : اِيّاكُم وَالتّعري فَاِنّ مَعكُم مَنْ لا يُفَارقكُم الاّ عَنْدَ الغَائِطِ ،وَحِينَ يَفضِي الرّجل اِلی أهله فَاستَحيوهُم وَأكرِمُوهُم. (ترمذی رقم: ۲۸۰۰)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ننگا ہونے سے تم پرہیز کرو، اس لئے کہ تمھارے ساتھ وہ مخلوق ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتی ہے، ہاں جب کوئی بیت الخلاء جائے، یا اپنی اہلیہ سیہ ہم بستری کرے۔ تم ان سے شرم کیا کرو، اور اس مخلوق (فرشتوں) کی عزت کیا کرو۔

عَنْ عُتبة بن عبدٍالسُّلمی قالَ قالَ رسول الله ﷺ : اذا أتی اَحَدكم اَهلَه فَليَستتر ولاَ يتجردّ تجرّدَ العَيرين . (ابن ماجه رقم : ۱۹۲۱)

عتبہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی اپنی اہلیہ سے ہم بستری کرے تو پردہ کے ساتھ کرے، دو وحشی گدھوں کی طرح برہنہ نہ ہو جائے۔

الزواجر عن اقتراحات الکبائر میں علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: **عن جابر بن صخر رضی اللّٰہ عنہ اِنّانُھِینااَنْ تُریٰ عَوراتُنا.** (الزواجر: ۱/۲۱۲) جبار بن صخرؓ کہتے ہیں کہ ہم کو منع کیا گیا ہے کہ ہمارے ستر کو کوئی دیکھے۔

عن ام الھذیل أن رسول اللہ ﷺ دَخَلَ أرضالَہ فرأی رَاعِیًا مُتجَرِّدا، فقال یَا فلانَ أنظر مَا کان في ضَیعةٍ فَافرِغ وَأستَوفِ اجرَکَ، وَالحق اھْلَکَ.

قال یَارسول اللہ ألم أُحْسِنْ الولایۃ، وَالقیامَ عَلی الضَّیعةِ قَالَ: بَلی ولکن لاحَاجة لَنافیمَن اِذاخَلی لم یَسْتَحِ مِن اللہ. (معرفة الصحابة لابی نعیم: ۸۰۶۹)

ام ہذیلؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی (کاشت کی) زمین میں تشریف لے گئے، آپ نے چرواہے کو دیکھا کہ وہ ننگا ہے، آپ نے فرمایا: ارے فلانے! زمین میں کیا ہے دیکھو؟ اور انڈیل لو، اور اپنی پوری اجرت لے لو، اور اپنے گھر چلے جاؤ۔

اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی؟ اور زمین کی دیکھ بھال اچھی طرح نہیں کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ لیکن تنہائی میں جو اللہ سے نہ شرمائے، اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔

عَن ابن عباسؓ قال: نُھِیتُ أنْ أمشيَ عاریا. (الزواجر عن اقتراف الکبائر: ۱/۳۳۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو ننگا چلنے سے منع کیا گیا ہے۔ پردہ ایمان کے ثمرات اور نتائج میں سے ہے۔

عن جابرؓ أن النبيّ ﷺ قال: من کانَ یُؤمنُ بِاللّٰہِ والیومَ الآخر فلا یدخل الحمام بغیر ازار. (ترمذی رقم: ۲۸۰۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ بغیر لنگی کے حمام میں داخل نہ ہو۔

آنحضرت ﷺ نے تالاب حوض، سمندر اور ندی نالوں میں بھی بغیر کپڑے کے داخل ہونے سے منع فرمادیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **لاتَدخُلوا الماءَ اِلَّا بِمِئزَرٍ فاِنَّ لِلْماءِ عينَينِ ۔** (فردوس دیلمی رقم: ۲۳۵۹)

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی میں بغیر لنگی کے داخل نہ ہونا اس لئے کہ پانی کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔

عن عبادة الصامت رضي الله عنه أن النبيَّ ﷺ قال: اضْمَنُوا لِي سِتًّا من أنفسِكم أضْمَنْ لكمْ الجنةَ، اُصْدقُوا اِذَا حَدَّثتم، وأوفوا اِذا وَعدْتُم، وأدُّوا الأمانةَ اذا اؤتُمِنْتم، واحفظوا فروجَكم، وغُضوا أبصارَكم، وكفوا أيديَكم. (مسند احمد رقم: ۲۲۷۵۷)

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھ چیزوں کی تم مجھ کو ضمانت دو تو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

۱- جب بولو تو سچ بولو۔

۲- وعدہ کرو تو پورا کرو۔

۳- امانت رکھی جائے تو اس کو ادا کرو۔

۴- اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۵- اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو۔

۶- اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو (ظلم نہ کرو)۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال، قال: رسول الله ﷺ إنّ النظرةَ سهمٌ من سِهَامِ ابليسَ مَسمومٌ من تركَها مخافتِي أبدلتُهُ اِيْمَانًا يجِدُ حلاوتَه في قَلبِه. (المعجم الكبير للطبراني: ۱۰۳۶۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے فرمایا: (حدیث قدسی) بدنگاہی ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے اس کو میرے ڈر

سے چھوڑا اس کو اس کے عوض ایسا ایمان عطا کرونگا، جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائیگا۔

عن الحسن قال: بلغني أن رسول الله ﷺ قال : لعن الله الناظرَ والمَنظُورَ اِلَيه. (بيهقي رقم : ۱۳۳۴۴) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے بدنگاہی کرنے والے پر اور جس کی طرف بدنگاہی کی گئی ہے (بشرطیکہ اس کا مقصد دوسروں کو دکھانا ہو)

رسول اللہ ﷺ نے نگاہوں کی حفاظت کرنے والوں کو خوشخبری سنائی ہے: **عن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ كُلُّ عينٍ باكيةٌ يومَ القيامةِ ، إلا عينًا غَضَّتْ عن محارِمِ اللهِ، وعينًا سَهِرَتْ في سبيل الله وعينًا خرج منها مِثلَ رأسِ الذُّبَابِ من خشيةِ اللّٰه.** (الجامع الصغير رقم : ۹۷۲۷)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہر آنکھ رونے والی ہوگی، مگر وہ آنکھ جو حرام (دیکھنے) سے بچی ہو، اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں جاگی ہو، اور وہ آنکھ جس سے مکھی کے سر کے برابر اللہ کے ڈر سے آنسو نکلا ہو۔

جو شخص اپنی نگاہوں کی حفاظت کریگا اس کا ثواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عذاب سے دور رکھیں گے

عن معاوية بن حِيْدَةَ قال: قالَ رسولُ الله ﷺ ثلاثةٌ لاترى أعينُهم النارَ ، عينٌ حرَسَتْ في سبيلِ اللّٰه وعينٌ بكَتْ مِن خشيةِ اللّٰه ، وعينٌ كَفَّتْ عن محارِمِ الله.

(مجمع الزوائد رقم : ۹۴۹۰)

معاویہ بن حیدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادہ فرمایا: تین آنکھیں دوزخ کی آگ کو نہیں دیکھیں گی، ۱-وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روتی ہو۔ ۲-وہ آنکھ جو اللہ کے راہ میں حفاظت کے لئے (جاگی ہو)۔ ۳-اور وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے رکی ہو۔

پرہیزگار مسلمان معاشرہ اور گھر کے ماحول کو اپنی کامیابی اور ناکامی کا معیار نہیں بناتا ہے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کو اپنی کامیابی اور اپنے گھر والوں کی کامیابی اور ناکامی کا معیار بناتا ہے۔

کبھی کبھی بعض باتوں کو انسان معمولی اور چھوٹا جانتا ہے لیکن وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہوتا ہے۔

عن عبداللہ بن مسعودؓ أن رسو ل الله ﷺ قال : إِيَّا کم و مُحَقَّرَاتِ الذُّنوبِ فانَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرجُلِ حتَّى يُهْلِكْنَهُ . (مسند احمد : ۳۸۱۸)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچتے رہو، کیونکہ وہ آدمی کے پاس جمع ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بدنگاہی سے اور حرام سے مردوں کی اور عورتوں جوانوں بوڑھوں اور بچوں کی سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

ابوبکر جصاصؒ (متوفی ۳۷۰) احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

وقوله تعالىٰ :قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ ، وقوله تعالى : وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الجَنَّةِ يَدُلُّ عَلَى فَرْضِيَّةِ سَتْرِ العَوْرَةِ لاخْبَارِهِ أنَّه أَنْزَلَ عَلَيْنَا لِبَاسًا لِنُوَارِيَ سَوْآتِنَا بِهِ .... آگے لکھتے ہیں:

وقد اتَّفَقَتِ الأمَّةُ على معنى ما دلَّت عليه الآيةُ من لُزومِ فرضِ سَتْرِ العَوْرَةِ وَرَدَتْ بِه الآثارعَن النبيِّ ﷺ منها :حديثُ بهزُ بنُ حكيمٍ عَن أبيه عن جدِّه قالَ قلتُ يا رسولَ اللهِ ﷺ عَورَتُنَا ما نَأتِي منها وما نذَرُقالَ احْفَظْ عورتَک اِلَّامِنْ زوجتِکَ أوما ملکتْ يمينُکَ قلتُ يا رسول الله فِاذَا کانَ أحدُنَا خاليًا؟قالَ:فانَّ اللَّهَ أحقُّ أن يُستحيامنه ، وروى ابو سعيدالخدري عنه عليه السلا م أنه قال : لا ينظرالرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى المرأة .

وقدروى عنه ﷺ أنه قال : مَلعُونٌ مَن نظرَ الى سَوْأَةَ أخيه ،قال الله تعالىٰ : قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوامِنْ أبْصَارِهِمْ .وَقُلْ لِلْمُوْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أبْصَارِهِنَّ ، يَعْنِي عنِ العَوراتِ اِذْلا خِلا فَ فِي جَوَازِ النَّظْرِ الَى غيرِ العَورةِ . (احکام القرآن : ۲۰۴/۴)

اللہ تعالیٰ کا فرمان: **قد أنز لناعليكم لباساً يواري سو آتكم ،** اور اللہ کا فرمان **وطفقا**

یخصفان علیھا من ور ق الجنۃ ، یہ دونوں آیتیں ستر عورت کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہیں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے لباس کو اتارا ہے تا کہ ہم اپنی شرمگاہوں کو چھپائیں ......آگے تحریر فرماتے ہیں : امت متفق ہے اس آیت کے مفہوم پر کہ ستر کو چھپانا فرض ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں :

حضرت بھز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! اپنے ستر کے چھپانے کا ہم کچھ زیادہ اہتمام نہیں کرتے ہیں ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اپنے ستر کو چھپاؤ ، البتہ تمھاری بیوی اور باندی اس سے مستثنیٰ ہے ، میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! اگر ہم میں سے کوئی تنہا ہو ؟ آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ سے زیادہ شرم کرنی چاہیے ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے ۔

اور آپ ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا : ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کے ستر کو دیکھے

مرد کا ستر

﴿یَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَا ساً یُوَارِيْ سَوْ آتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَا سُ التَّقْوَ ی ذَالِکَ خَیْرٌ ذَلِکَ مِنْ آیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّ کَرُ وْنَ﴾ (الأعراف:۲۶)

ترجمہ : اے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں ، اور اتارے آرائش کے کپڑے ، اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے ، یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تا کہ وہ لوگ غور کریں ۔

علماء نے فرمایا کہ یہ آیت ستر عورت کی دلیل ہے اس میں اختلاف ہے کہ مرد کا ستر کتنا ہے ؟

۱- قبل اور دبر ستر ہے ۔

۲- ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ، ناف اور گھٹنا ستر میں داخل ہیں ۔

۳- ناف داخل نہیں گھٹنا داخل ہے۔

۴- ناف اور گھٹنا دونوں ستر میں داخل ہیں۔

علماء حنفیہ کے پاس یہ چوتھا قول ہی راجح ہے، دلائل مطولات میں دیکھے جائیں۔

علامہ ابوبکر علی المرغینانیؒ (المتوفی ۵۹۳) ہدایہ میں فرماتے ہیں: **وينظرُ الرجلُ من الرجلِ الى جميعِ بَدنِه اِلَّا ما بينَ سُرَّتِه اِلَى رُكْبَتِه(فصل في الوطى والنظر)** ایک مرد دوسرے مرد کے پورے بدن کو دیکھ سکتا ہے سوائے ناف سے گھٹنے تک۔

علامہ شامیؒ متوفی (۱۲۵۲) لکھتے ہیں: **ما تحتَ السُّرَّةِ الى الرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ، والركبةُ كما فِي الهدايةِ مُلْتَقى عَظمِ السَّاقِ وَالفَخْذِ.(فصل فى النظر والمس)** ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے (ستر ہے) ''گھٹنا'' نام ہے پنڈلی اور ران کے ملنے کی جگہ کا، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

ایک مرد کا دوسرے مرد کے ناف سے لیکر گھٹنے تک کے حصہ کو دیکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه أن النبيَّ صلى الله عليه وسلم قال: عورةُ الرجلِ ما بينَ سُرَّتِهِ اِلَى رُكْبَتِه. (دار قطنی : ۱/۲۳۰)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد کا ستر اس کی ناف سے گھٹنے تک ہے۔

عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تكشف فَخِذَكَ ولا تنظرْ الَى فَخِذِ حيٍّ ولا ميِّتٍ . (ابو داود :رقم : ۴۰۱۶)

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علی اپنی ران کو نہ کھولنا، اور نہ کسی زندہ اور مردہ کی ران کو دیکھنا۔

غسل کرتے وقت میں خواہ نہروں ندیوں، نالوں، تالابوں، سمندروں، وغیرہ اسی طرح تیراکی کے وقت، فٹ بال وغیرہ کھیلتے وقت میں گھٹنوں کو دوسروں کے سامنے کھولنا منع ہے۔

عورت کا ستر

ایک عورت کا ستر دوسری عورت کے حق میں ناف سے گھٹنوں تک ہے؛ قرآن کریم میں ارشاد ہے : ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱) ترجمہ: اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں، اور تھامتے رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے۔

البتہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک عورت کو دوسری عورت کے مواضع ستر کو دیکھنا بغیر خاص ضرورتوں کے یہ بھی اس آیت کے الفاظ سے حرام ہے۔ (معارف القرآن: ۶/۱۱۲)

لیکن اس کے علاوہ جسم کے بقیہ حصہ عورت دیکھ سکتی ہے، اور اس سلسلے میں پہلی صورت میں ذکر کردہ تمام احادیث اس کے دلیل بنیں گیں، کیونکہ احادیث مرد اور عورت کو شامل کرنے میں عام ہے، عالمگیریہ میں ہے: نظرُ المرأةِ الی المرأةِ کنظرِ الرجلِ الی الرَّجلِ. (ھندیہ: ۵/۳۲۷)

کافرہ عورتوں سے بھی مردوں کی طرح پردہ کرنا ضروری ہے

ذمیہ، کافرہ عورت، مشرکہ، کتابیہ، یہودیہ، نصرانیہ اور فاجرہ عورت مستثنی ہے، یعنی ان سے پردہ ضروری ہے، کیونکہ ان کے بارہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن ، أو أخواتهن أو بني اخوانهن أو بني أخواتهن أو نسائهن﴾ (النور: ۳۱) ترجمہ: اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے، یا اپنے باپ کے یا اپنے خاوند کے باپ کے، یا اپنے بیٹے، یا اپنے خاوند کے بیٹے یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں کے۔ (معارف القرآن: ۶/۱۰۷)

مذکورہ آیت میں ”أو نسائهن“ کا لفظ آیا ہے، یعنی اپنی عورتیں، جس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، کہ ان کے سامنے بھی وہ تمام اعضاء کھولنا جائز ہے جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے

جاسکتے ہیں، چنانچہ مسلمان عورتوں کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ کافر مشرکہ، کتابیہ، عورتوں سے بھی پردہ واجب ہے۔ (معارف القرآن: ۶/۱۱۶)

یہی تفسیر عنایہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، اسی طرح علامہ عبدالغنی نابلسی نے ”ہدایہ ابن العماد“ کی شرح میں لکھا ہے، کہ مسلمان عورت کے لئے یہودیہ، نصرانیہ، مشرکہ عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے، اور فاجرہ عورت سے بھی کیونکہ وہ دوسرے مرد کے پاس نیک عورت کا ستر کا وصف بیان کریگی۔

قوله: فلا نظر الخ، قال في غاية البيان، وقوله تعالىٰ ”اونسائهن“ اي الحرائر المسلمات، لأنه ليس للمؤمنة أن تَتَجَرَّدَ بينَ يدي مُشْرِكةٍ أو كِتَابيةٍ، اه.

ونقله في العناية وغيرها عن ابن عباسؓ فهو تفسير مأثور، وفي شرح الاستاذ عبد الغنى النابلسى على هدية ابن العماد عن شرح والده الشيخ اسماعيل على الدرر والغرر: لا يحل للمسلمة أن تنكشف بين يدي يهودية، أو نصرانية، أو مشركة، الا ان تكون امة لها، كما في السراج ونصاب الاحتساب: ولا تنبغي للمرأة الصالحة أن تنظر اليها المرأة الفاجرة، لأنّها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها كما في السراج. (ردالمحتار: ۶/۳۷۱ فصل فی النظر والمس)

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب کی رائے غیر مسلم عورتوں کے متعلق

احادیث صحیحہ میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہرات کے پاس جانا ثابت ہے، اس لئے اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے، بعض نے کافر عورتوں کو مثل غیر محرم مردوں کے قرار دیا ہے، بعض نے اس معاملہ میں مسلمان اور کافر دونوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم رکھا ہے کہ ان سے پردہ نہیں ہے۔

امام رازیؒ نے فرمایا: اصل یہ ہے کہ لفظ ”نسائهن“ میں تو سبھی عورتیں مسلم اور کافر داخل ہیں، اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایت منقول ہے، وہ استحباب پر مبنی ہے

روح المعانی میں مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ نے اسی قول کو اختیار فرما کر کہا ہے: **هذا القولُ أرفقُ بالنَّاسِ اليومَ، فانَّه لا يكادُ يُمكنُ احتجابُ المسلماتِ عن الذمِّياتِ.**

یہی قول آجکل لوگوں کے مناسب حال ہے، کیونکہ اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ (معارف القرآن ۱۱۶/۶)

علامہ شامیؒ نے تحریر فرمایا ہے: **قال في الدر المنتقى: قلتُ وسَيجئ أنَّ الذِّمِّيةَ فِي النظرِ الى المُسلمَةِ كا لرَّجلِ الاجْنَبِي في الاصَحِّ فَلا تنظرُ أصلًا اِلَى مُسلمةٍ فَلْيَتَنَبَّهْ لِذلکَ.** (شامی: ۲۰۷/۴ مطلب فی تمیز أهل الذمة فی الملبس)

مسلمان عورتوں کو دیکھنے کے مسئلہ میں ذمیہ اجنبی مرد کے حکم میں ہے، مسلمان عورتوں کو بالکل وہ دیکھ نہیں سکتی اس مسئلہ کو خوب یاد رکھو۔

ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی مولانا علی میاںؒ کے گھر میں

میرے مکرم و معظم حضرت الحاج عبد الباقی صاحب ادام اللہ ظلہ جو ہمارے مدرسہ کے رکن ہیں، ان کے والد حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ بھی ہمارے مدرسہ کے اساسی ممبران میں سے تھے، انھوں نے ایک واقعہ سنایا: کہ ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے پاس ملنے آئیں،، وزیر اعظم نے کہا: میں آپ کی بہن سے بھی ملنا چاہتی ہوں؟

حضرت والا نے کہلوایا: کہ اندرگاندھی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔

اندر سے جوب آیا: کہ باہر پھرنے والی عورتیں، مردوں کے حکم میں ہوتی ہیں، اس لئے ملنا نہیں چاہتی ہوں.............غور فرمائیں یہ تھیں ہماری مائیں۔

بیوی کا ستر

میاں بیوی کے مابین کوئی ستر نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے: ﴿ **والذين هم لفروجهم**

حافظون الاعلى أزواجهم أوما ملكت ايما نهم فانهم غيرملو مين ﴾۞(المعارج : ۲۹)

ترجمہ: اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں، مگر اپنی جوروں سے یا اپنے ہاتھ کے مال سے، سو ان پر نہیں کچھ۔

چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ جب ان سے وطی وغیرہ جائز ہے، تو بطریقہ اولیٰ انکو دیکھنے چھو نے میں کوئی ستر شرعی نہ ہوگی۔ (معارف القرآن:۶/۱۱۲)

عالمگیریہ میں ہے: **اما النظر الى زوجته ،ومملو كته فهوحلا لٌ من قرنِهَا الى قدَمِها، عن شهوةٍ وغيرِ شهوةٍ ، وهذاظا هرٌ اِلَّاأنَّ الاوْلَى أنْ لا يَنْظُرَ كُلُّ واحدٍ مِنْهَا اِلَى عور ةِ صاحبِه ،كذا فى الذخيرة ....وكانَ ابنُ عمرؓ يقول:الاوْلِى انْ ينظرَ اِلَى فرجِ امرأتِه وقتَ الوِقاعِ ليكونَ أبلغَ في تحصيلِ معنَى اللَّذَةِ كذافي التبين.**

قال ابو يو سفؒ سألتُ أبا حنيفهؓ عن رجلٍ يمس فرجَ امرأتِه ، وهي تَمسُّ فرجَه ،لِتَحَرُّكِ آلَتِهِ ، هَلْ ترى بِذلکَ بأسًا ؟ قالَ :لا. وَأرْجُو أنْ يُعْطَى الأجْرَ ، كذ افي الخلاصة ، ويُجَرِّدُ زوجتَه للجِمَاعِ اذا كان البيتُ صغيرًامقد ار خمسة أزرع أوعشرة.

قال مجد الأئمة التر جُمَانِيُّ وركن الصَّبَّاغى ، والحافظ السائليُّ : لابأس بأن يتجرد افي البيت كذا في القنية.(فتا وى هند يه : ۵/ ۳۲۸)

مرد کا اپنی بیوی اور باندی کے سر سے پیر تک دیکھنا حلال ہے، خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو، اور یہ بات ظاہر ہے، لیکن اولی یہ ہے کہ ان دونوں مرد وعورت میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقام خاص کو نہ دیکھے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے.......اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ جماع کے وقت اپنی بیوی کی فرج کو دیکھے، تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یہ تبیین میں ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہے، اور عورت اس کے آلہ تناسل کو مس کرتی ہے، تاکہ اس کا آلہ تناسل کھڑا ہو جائے، پس آیا

آپ کے نزدیک اس میں کوئی برائی ہے، فرمایا، کہ نہیں، اور مجھے امید ہے کہ اس کو ثواب ملیگا، یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس ذراع تک، تو اپنی بیوی کو جماع کے واسطے ننگا کر سکتا ہے اور مجد الائمہ ترجمانی، اور رکن الصباغی، اور حافظ سائلی نے فرمایا: کہ بیت میں اگر دونوں ننگے ہو جائیں، تو کچھ حرج نہیں، یہ قنیہ میں ہے۔ (فتاوی ھندیہ: ۳۲۸/۵) اس کا مطلب یہ بھی نہیں نعوذ باللہ اس کو گھر میں برہنہ رہنا چاہئے۔

ایک عورت کا اپنے محارم کے علاوہ دوسروں کو دیکھنا

بہت سے علماء فرماتے ہیں: کہ عورتوں کا اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو دیکھنا مطلقا حرام ہے، خواہ شہوت سے اور بری نیت سے دیکھے، یا بغیر کسی نیت و شہوت کے دونوں صورتیں حرام ہیں، اور اس پر حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے:

عن ام سلمةؓ قالتْ كنتُ عند رسول الله ﷺ وعنده ميمونةَ فأقبلَ ابنُ امِّ مكتومٍ وذلك بعد أن أمُرِنا بالحجا بِ ، فقا ل ﷺ احتجبَامنه ، فقلنا يارسولَ الله : أليس أعْمى لا يُبصرُ نا ،ولا يعرفنا ، فقال النبيُّ ﷺ أفعَمَياوَانِ أنتما ؟ ألستما تبصرانه. (ابو داود : ۲/ ۲۶۱)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں اور حضرت میمونہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں، اتنے میں عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا صحابی آگئے، اور یہ واقعہ احکام حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ ان سے پردہ کرلیں۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں، نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں نہ ہمیں پہچان سکتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، تم دونوں تو ان کو دیکھ رہی ہو۔ لیکن اس کے بالمقابل بعض دوسرے حضرات نے شہوت کی شرط کے ساتھ اور بدنیتی کے ساتھ دیکھنے کو منع کیا ہے۔ ان کا استدلال حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث سے ہے، کہ مسجد نبوی کے احاطہ میں کچھ حبشی نوجوان

عید کے دن اپنا سپاہانہ کھیل دکھا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھنے لگے، اور عائشہ صدیقہ ؓ نے آپ کی آڑ میں کھڑے ہو کر ان کا کھیل دیکھا، اور اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک کہ خود اکتا نہیں گئیں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے نہیں روکا۔

نابالغ بچے کا ستر

۱- بچہ اگر چار سال سے کم ہو تو اس وقت اس کے لئے کوئی شرعی ستر نہیں۔

۲- جب چار سال سے زائد ہو تو قبل اور دبر اور اس کے آس پاس کا حصہ چھپانا پڑیگا، یہ ستر دس سال تک کا ہے۔

۳- دس سال کے بعد بالغ مرد ہی کی طرح اسکا ستر ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

سات سال کے بچے کو ستر کا حکم دیا جائیگا کیونکہ اس کو نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا ہے،

وفي السراج: لا عورة للصغير جداً ثم مادام لم يشته فقبل ودبر ثم تتغلظ الى عشر سنين ثم كبالغ. (ردالمحتار: ۹/۵۲۴)

چھوٹے بچے کا کوئی ستر نہیں جب تک حد اشتہاء کو نہ پہنچے پھر قبل اور دبر ہے، اس کے بعد دس سال تک اس میں شدت آتی رہتی ہے، دس سال کے بعد بالغ کی طرح ہے۔

امرد کا ستر

لڑکا اگر بالغ ہو گیا ہو تو اس کا حکم بالغ مرد کی طرح ہے، جبکہ وہ خوبصورت نہ ہو، لیکن اگر وہ خوبصورت ہو تو اس کا حکم عورت کی طرح ہے۔

اس کے سر سے پاؤں تک شہوت کے ساتھ دیکھنا جائز نہیں ہے، اگر شہوت نہ ہو تو دیکھنا جائز ہے۔

شامی میں ہے: **والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحاً فحكمه حكم الرجال، وان كان صَبِيحًا فحكمه حكم النساءِ وهو عورةٌ من قَرْنِه الى قدَمه ،لا يحلُ النظرُ**

اليـه عن شهوة، وأما الخلوةُ والنظر اليه لا عَن شهوةٍ فلا بأسَ ولذا لم يؤمرْ بالنِّقابِ.
(ردالمحتار: ٦/٣٦٥)

لڑکا جب مردوں کے برابر ہو جائے اور وہ خوبصورت نہ ہو تو اس کا حکم مردوں کی طرح ہے، اور اگر خوبصورت ہو تو اس کا حکم عورتوں کی طرح ہے، وہ سر سے پاؤں تک عورت ہے، شہوت سے اس کو دیکھنا حلال نہیں ہے، اگر شہوت نہ ہو تو اس کے ساتھ تنہا رہنے اور دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی وجہ سے اسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

خنثیٰ مشکل کا ستر

خنثیٰ مشکل کا ستر آزاد عورت کی طرح ہے، یعنی چہرہ کفین اور قدمین کے علاوہ پورے بدن کو اجنبی مردوں کے سامنے چھپانا فرض ہے۔

و للحرة ولو خنثى جميع بد نها حتى شعر ها النازل فى الأصح. (الدر المختار على ردالمحتار: ٢/٧٧)

آزاد عورت کا ستر اگر چہ وہ خنثیٰ ہو اس کا چھپانا فرض ہے یہاں تک کہ اس کے سر سے لٹکنے والے بال بھی چھپانا فرض ہے، صحیح قول کے مطابق۔

نوٹ: خنثیٰ مشکل وہ ہے جسکو مرد کا آلہ بھی ہو اور عورت کا بھی یا مطلقاً کوئی آلہ نہ ہو۔

مندرجہ ذیل خواتین سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے

۱۔ ماں، سوتیلی ماں۔
۲۔ دادی، پردادی۔
۳۔ نانی، سوتیلی نانی، رضاعی نانی
۴۔ ساس، نانی ساس، دادی ساس، پرنانی ساس، پردادی ساس
۵۔ بہو
۶۔ بیٹی

۷۔ بہن

۸۔ پوتی

۹۔ نواسی

۱۰۔ خالہ، سوتیلی خالہ، رضاعی خالہ

۱۱۔ رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی دادی، رضاعی پھوپھی، رضاعی بھتیجی، رضاعی بیٹی، رضاعی بھانجی، رضاعی پوتی، رضاعی نواسی، رضاعی نانی، رضاعی خالہ، رضاعی ساس

۱۲۔ دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح کرنا

۱۳۔ پھوپی، سوتیلی پھوپی، رضاعی پھوپی

۱۴۔ بھتیجی

۱۵۔ بھانجی

۱۶۔ سوتیلی بیٹی (اس بیوی کی بیٹی جس سے صحبت ہو چکی ہو) رضاعی بیٹی

مندرجہ ذیل مردوں سے خواتین کا پردہ نہیں ہے

۱۔ شوہر

۲۔ باپ

۳۔ سوتیلا باپ (ماں کا شوہر)

۴۔ رضاعی باپ (جس عورت کا دودھ پیا ہو اس کا شوہر)

۵۔ دادا، رضاعی دادا

۶۔ پردادا، سوتیلا پردادا، (دادا کا سوتیلا باپ، چچا، تایا، ماموں)

۷۔ چچا، سوتیلا چچا، رضاعی چچا

۸۔ سوتیلا بھائی (باپ شریک یا ماں شریک بھائی)

۹۔ رضاعی بھائی

۱۰۔ حقیقی بھتیجہ، سوتیلا بھتیجہ

۱۱۔ بیٹا، سوتیلا بیٹا، رضاعی بیٹا۔

۱۲۔ بھانجہ

۱۳۔ پوتا

۱۴۔ پرپوتا

۱۵۔ نواسہ، پرنواسہ

۱۶۔ نانا

۱۷۔ ماموں

۱۸۔ سسر

۱۹۔ دادا سسر

۲۰۔ نانا سسر

۲۱۔ داماد

۲۲۔ پوتا داماد، پرپوتا داماد، نواسہ داماد،

نوٹ: اگر سسر نوجوان ہو، اور اطمنان بخش نہ ہو تو اس کے ساتھ سفر نہ کیا جائے۔

باب چہارم

لباس

يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَالِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○
(الأعراف : ۲۶)

اے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جوڈھانکے تمہاری شرم گاہیں، اور اتارے آرائش کے کپڑے، اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے، یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں۔

لباس

لباس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِيْ سَوْ آتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَالِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَرُوْنَ ﴾ (الأعراف : ٢٦)

اے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرم گاہیں، اور اتارے آرائش کے کپڑے، اور لباس پرہیز گاری کا وہ سب سے بہتر ہے، یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں۔

لباس کبھی فرض، کبھی مستحب، کبھی مباح، کبھی مکروہ، کبھی حرام ہوتا ہے۔

انسان کے ستر کو چھپانے اور گرمی سردی سے بچانے والا لباس فرض ہے۔

شرعی لباس کی پانچ شرطیں ہیں، اگر کسی لباس میں وہ شرطیں پائی جاتی ہیں تو وہ اسلامی لباس کہلائیگا ورنہ نہیں۔

(۱) ستر کو ڈھانکے ہوئے ہو۔ (۲) موٹا ہو باریک نہ ہو چست نہ ہو۔ (۳) ریشم کا نہ ہو (مرد کا) (۴) شہرت والا نہ ہو۔ (۵) تشبہ نہ ہو، یعنی عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور مرد عورت کا لباس نہ پہنے، نیز غیروں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

امداد المفتین میں ہے: لباس مرد اور عورت کے تمام ستر کو ڈھانکے ہوئے ہو، وضع ایسی ہو کہ جو مسلمانوں کے امتیاز قومی کو باقی رکھے، دوسرے اہل مذہب کی وضع نہ ہو۔ (امداد المفتین: ۱/۹۷۷)

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اس لئے جو کپڑا اس مقصد کو پورا نہیں کرتا ہو، اس کپڑے کا پہننا جائز نہیں ہوگا مرد ہوں یا خواتین ایسے کپڑے پہنیں کہ جسم کا کوئی ایسا حصہ کھلا رہ جائے جس کا ستر واجب ہے اور وہاں ایسے لوگ موجود ہوں جن سے ستر کرنا چاہئے جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت محرم کے درمیان ہو اور کوئی ایسا حصہ کھلا ہو جس کے محرم کے سامنے کھلے رہنے کی اجازت ہے، جیسے گھر میں سر کھلا ہوا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ (ھندیہ: ۵/۳۳۳) لیکن از راہ تربیت اس سے بھی منع کرنا چاہئے

کیونکہ جو لڑکیاں اس کی خوگر ہو جاتی ہیں وہ محرم اور غیر محرم کی تمیز باقی نہیں رکھتیں۔ (قاموس الفقہ :۵۷۸/۴)

مباح وجائز لباس

ایسا لباس جس میں جمال وتزین کا لحاظ ہو، لیکن شریعت کی حدود میں ہو تو مباح ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، ایک شخص نے کہا: (مالك بن مرارة الرهاوى) ایک شخص کو یہ پسند ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اور چپل اچھے ہوں.

آپ نے فرمایا: اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے. تکبر یہ ہے کہ انسان حق کو نہ مانے، اور لوگوں کو ذلیل جانے. (مسلم: باب تحریم الکبر)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تم میں سے کسی کے پاس گنجائش ہو کہ استعمال کے دو کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لئے بھی اس کے پاس دو کپڑے (یعنی ایک مکمل لباس) ہوں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ (ابن ماجہ: ۳۴۸/۱)

چست اور باریک کپڑے

کپڑوں میں دو چیزوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے، ایک: کپڑا موٹا ہو، باریک نہ ہو، جس سے بدن کا رنگ نظر آتا ہو۔ دوسرا: بدن کی ساخت اور ہیئت نمایاں نہ ہو۔

۱- عن ضمرة بن ثعلبة أنه أتى النبى ﷺ وعليه حُلَّتَانِ مِن حُلَلِ اليمن فقال: يا ضمرة أتَرَى ثَوْبَيْكَ هَذَيْنِ مُدْخِلِيْكَ الجنةَ ؟ فقال: يارسول الله لئن استغفرتَ لي لا أقعدحتى أنزعَهماعني، فقال النبى ﷺ: اللهم اغفر لضمرة، فانطلق سريعاً حتى نزعهماعنه. (رواه احمد: مجمع الزوائد للهيثمى رقم الحديث: ۸۶۰۵ باب فى الثياب الرقاق)

حضرت ضمرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں یمنی جوڑے

میں ملبوس تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ضمرہ! کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تیرے یہ دونوں کپڑے تجھ کو جنت میں داخل کر دیں گے، انھوں نے جواباً عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ میری مغفرت کی دعا فرما دیں؛ تو میں اس وقت تک نہیں بیٹھونگا، جب تک ان کو نکال نہ دوں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: یا اللہ! ضَمرہ کی مغفرت فرما دیجئے۔ حضرت ضمرہ تیزی سے گئے اور ان کو نکال دیا۔

علامہ ھیثمیؒ نے اس روایت کو **باب فی ثیاب الرقاق** باریک کپڑوں کے پہننے کے بیان میں ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ضمرہ کے کپڑے باریک تھے۔

۲ – عن جرير بن عبد الله قال : إِن الرجل ليلبس وهو عار، يعني الثياب الرقاق رواه الطبرانی. (مجمع الزوائد رقم: ٦٦٦)

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: بعض لوگ کپڑے تو پہنے ہوتے ہیں، لیکن وہ ننگے رہتے ہیں، مراد اس سے باریک کپڑے پہننا ہے۔

۳–مالک بلغنی أن عمر بن الخطابؓ نهى النساء أن يلبسن القباطيَّ، فإنه إن لايشف فإنه يصف، ومعناه أن قباطی مصر ثياب رقاق. (دیکھئے: المنتقى شرح الموطأ: ۷/۳۲۴)(لسان العرب : ۹/۱۸۰)

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے عورتوں کو قباطی کپڑا پہننے سے منع کر دیا، فرمایا: اگرچہ اس سے بدن نظر نہیں آئیگا، لیکن وہ بدن کی ساخت کو نمایاں کر دیگا، مصری پاپلین باریک ہوتی تھی۔

باجیؒ لکھتے ہیں: معنى تصف أي تلصق بالجلد۔ تصف کے معنی ہیں چمڑے سے ملجانا ہے۔ آگے ابو الولید الباجی لکھتے ہیں:

وسئل مالک عن الوصائف يلبسن الاقبية، فقال، مايعجبنی ذلک، واذا شدّتها عليها ظهر عجزها، ومعنى ذلک أنه لضيقه يصف أعضاء عجزها وغيرها مماشرع ستره والله اعلم وأحكم. (المنتقى شرح الموطأ: ۷/۳۲۴)

امام مالکؒ سے معلوم کیا گیا خادمہ چوغے پہن سکتی ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں اس کو پسند نہیں کرتا، جب درمیان سے کمر پر پٹکہ باندھیگی تو اس کا پچھلا حصہ نمایاں ہو جائیگا، تنگ ہونے کی

وجہ سے اس کے کولھے کپڑے کے اندر سے نمایاں ہو جائیں گے، جس کو ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ ہی زیادہ جانتا ہے اور سب سے بڑا حاکم ہے۔

۴-عن دحية بن خليفة الكلبى أنّه قال : أتي رسول الله ﷺ بقباطي ، فأعطاني قبطية ، فقال : اصدعها صدعين ، فاقطع احدهماقميصاً ،وأعط الأخرامرأتک تختمر به ،فلماادبرقال: وأمر امرأتک أن تجعل تحته ثوباً لايصفها. (ابوداود:۴۱۱۶)

حضرت دحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس مصر کی عمدہ پاپلین آئی، اس میں سے ایک کپڑا آپ نے مجھ کو دیا، اور فرمایا اس کپڑے میں اپنی قمیص بنوالیں، اور دوسرا ٹکڑا اپنی اہلیہ کو دیدیں کہ اس سے وہ اوڑھنی بنالیگی، جب وہ واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اہلیہ کو یہ بھی حکم کر دینا کہ اس کے نیچے ایک کپڑا لگالے تاکہ اس کی ساخت نظر نہ آئے۔

ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: **قَباطی :جمع قَبطية وهي على ما في النهاية : ثوب من ثياب مصر رقيقة بيضاء ، قبطية** کی جمع قباطی آتی ہے، وہ مصری باریک سفید کپڑے پر بولا جاتا ہے۔

آگے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: عورتیں کبھی کبھی اس میں تسامح اختیار کر لیتی ہیں اس لئے آپ نے تاکیداً فرمایا، برخلاف مرد کے وہ اکثر قمیص کو پاجامہ اور لنگی کے اوپر پہنتے ہیں۔ (مرقاۃ الرقم:۴۳۶۶)

ایسے کپڑے جس سے بدن کی ساخت نمایاں ہو منع ہیں

عن اسامه بن زيد قال: كساني رسول الله ﷺ قُبْطيةً كثيفةً ، ممّاأهداها له دحيةُ الكلْبِيُّ فكسوتُهَا امرأتي، فقالَ رسول الله ﷺ مالکَ لم تلبسْ القُبطيةَ ؟ قلت : يارسول الله! كسوتُهاامرأتي، فقال رسول الله ﷺ :مُرْها فلتجعل تحتهاغِلالةً ، فاني أخاف أن تصفَ حَجْمَ عظامِها. (مجمع الزوائدرقم الحديث: ۸۶۱۲)

حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے مصری پاپلین مرحمت فرمائی، یہ کپڑا حضرت دحیہ کلبیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا، میں نے اسے اپنی اہلیہ کو دیدیا۔

آپ ﷺ نے معلوم فرمایا: کیا بات ہے کیوں تم نے مصری سفید پاپلین نہیں پہنی؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسے میں نے اپنی اہلیہ کو دیدیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس سے کہدینا کہ اس کے نیچے استر لگالے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں، اس میں اس کے بدن کے جوڑ کی ہڈیاں نمایاں نہ ہوجائیں۔

اس حدیث سے خوب صاف معلوم ہوگیا کہ وہ کپڑا جس سے بدن کی ساخت اور اتار چڑھاؤ نمایاں ہو، وہ لباس غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے۔

عن أبی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ صنفان من أهل النار لم أرهما قوم معهم سِيَاطٌ كأذْنَابِ البقرِ يضربون بها الناسَ، ونساءٌ كاسياتٌ عارياتٌ مميلاتٌ مائلاتٌ، رؤُسُهن كأسنمةِ البُختِ المائلةِ، لا يدخلن الجنةَ لا يجدن ريحَها، وانَّ ريحَها ليُوجدُ من مسيرةِ كَذا و كَذا. (مسلم رقم: ١٢٥)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں کے دو گروہوں کو میں نے ابتک نہیں دیکھا ہے۔

۱۔ ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے (ان سے لوگوں کو ظلماً ماریں گے)

۲۔ دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو ظاہر میں تو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر ننگی ہونگی، مردوں کو مائل کرنے والی اور ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سر مانند اونٹ کے کوہان کے جھکتے ہوئے ہوں گے۔

یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوسکیں گی اور نہ ہی جنت کی بو پاسکیں گی، جبکہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آئیگی۔

مرد دیندار ہوں گے مگر عورتوں کے کپڑے غیر اسلامی ہوں گے

عن عبد الله بن عمرويقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: سيكون في آخر امتي رجال يركبون على سروج كأشباه الرحال، ينزلون على أبواب المسجد نساؤهم كاسيات عاريات على رؤسهم كأسنمة البخت العِجافِ اَلْعنوهن فِانَّهُنَّ ملعونات، لوكانت وراء كم امة من الا مم لخدمن نسا ؤكم نساء هم ، كما يخدمنكم نساء الامم قبلكم. (مسنداحمدرقم: ۷۰۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا: میری امت کے اخیر میں کچھ لوگ ہوں گے جو زینوں پر سوار ہو گے، جو کجاوں کی طرح ہونگے ، وہ مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہنی ہوئی ہونگی لیکن ننگی ہونگی ، ان کے سر کے بال خراسانی دبلے اونٹوں کی کوہان کی طرح ہوں گے۔

ان پر تم لعنت بھیجو، وہ لعنت کی گئی ہوئی ہیں ، اگر تمہارے بعد کوئی امت ہوتی تو تمھاری عورتیں ان کی نوکرانیاں بنتی جیسا کہ تم سے پہلے قوموں کی عورتیں تمہاری نوکرانیاں ہیں۔

اللہ کی پناہ ، آج کل ہماری عورتوں کا لباس جسقدر چست ہے، اور اعضاء کی ہیئت اور ساخت جس طرح سے نمایاں اور کھلی ہوئی ہوتی ہے، کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔

لوگو! اللہ سے ڈرو! **يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا .** اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اپنے گھروں کی عورتوں کو بار بار نصیحت کرتے رہو، اللہ پاک کا ارشاد ہے: **وَذَكِّرِ فَاِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ** = میرے پیارے نبی ﷺ آپ نصیحت کیجئے بیشک نصیحت کرنا مؤمنین کو فائدہ دیگا۔

عن ابن جريج قال اخبرني محمد بن الحارث، قال : قدِم رجل ، يقالُ له: أبو علقمة، حليفُ في بني هاشمٍ، وكان في ماحدَّثناه: سمعتُ أباهريرةؓ يقول : اِنَّ مِن أشراطِ الساعةِ...... ويظهرُ ثيابٌ يَلبَسُها نساءٌ كاسِيَاتٌ عارياتٌ

ويَعْلُو التُحوتُ الوُعُولُ،، أكذاک يا عبدَ اللّٰه بنِ مسعودٍ سمعتَهُ مِن حِبِّي ؟ قَالَ : نعم ، وَرَبِّ الكعبة . (المعجم الأوسط للطبراني: ۷۴۸)

میں نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے: کہ قیامت کے قریب ایسے کپڑے ظاہر ہوں گے، جس کو عورتیں پہنیں گی، وہ پہنی ہوئی ہونگی لیکن ننگی ہونگی، ذلیل لوگ نیک لوگوں پر غالب ہوں گے، (پھر عبداللہ بن مسعود کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمانے لگے) عبداللہ بن مسعودؓ ! کیا آپ نے میرے حبیب ﷺ سے اس کو سنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، رب کعبہ کی قسم۔

وعن خالد قالَ يعقوبُ بنُ دُرَيْكٍ عن عائشهؓ قالت: اِنَّ أسماءَ بنتَ أبي بكرؓ دخلتْ عَلَى رَسُول اللّٰه ﷺ وعليها ثيابٌ رقاقٌ فأعْرَضَ عنها رسولُ اللّٰه ﷺ وقالَ: ياأسماءُ اِنَّ المرأة اِذابلغَتْ المَحِيضَ لم تَصْلُحْ أن يُرَى مِنها اِلَّا هٰذا وهٰذا ،وأشَارَ اِلَى وَجْهِهِ وَ كَفَّيْهِ. (ابو داود: ۴۱۰۴)

خالد بن دریک کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضرت اسماء بنت اُبی بکرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں، آپ ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا، اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھلی رہ سکتی ہیں (اس سے زائد نہیں) گویا کہ آنحضرت ﷺ نے باریک کپڑے کو کھلا رکھنا قرار دیا ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: **وإن كانَ ثوبُها رقيقاً يصف ماتحته ويشف ، أو كان صفيقاً لكنه يلتزق ببدنها حتى يستبين له جسدها ، فلا يحل له النظر لأنه إذااستبان جسدها كانت كاسية صورة عارية حقيقة ، وقد قال النبيُّ ﷺ لعن الله الكاسيات العاريات.** (بدائع الصنائع : ۲۹۷/۴)

اور اگر عورت کا کپڑا باریک ہو جس سے کپڑے کے نیچے والا بدن جھلکتا، یا اسکی ساخت کو ظاہر کرتا ہو، یا کپڑا تو موٹا ہو لیکن بدن سے چپکا ہوا ہو، جس سے عورت کا بدن ظاہر ہوتا ہو تو اس کو دیکھنا حلال نہیں ہے، اس لئے کہ جب عورت کا بدن کی ساخت ظاہر ہو، تو اس نے ظاہرا کپڑے پہن رکھے

ہیں، لیکن حقیقت میں وہ ننگی ہے، اور بالتحقیق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو باریک کپڑے پہننے والی عورتوں پر جو حقیقت میں ننگی ہیں۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: **قوله : (وهي غير بادية)أي ظاهرة ، وفي الذخيرة وغيرها وان كان على المرأة ثياب فلا بأس بأن يتأمل جسدها وهذا إذا لم تكن ثيابها ملتزقة بحيث تصف ماتحتها ، ولم يكن رقيقاً بحيث يصف ما تحته ، فان كانت بخلاف ذلک فينبغي له أن يغض بصره ،أه.**

وفي التبيين قالوا :ولا بأس بالتأمل في جسدها ، وعليها ثياب مالم يكن ثوب يبين حجمها فلا ينظره إليه حينئذ ،لقوله عليه الصلاة والسلام : من تأمل خلف امرأة ورأى ثيابها حتى تَبَيَّنَ له حَجْمُ عِظامها لم يَرَحْ رائحة الجنة.

ولأنه متى لم يصف ثيابها ما تحتها من جسدها يكون ناظراً الى ثيابها وقامتها، دون أعضائها،فصار كما اذانظر الى خيمة هي فيها،ومتى كان يصف يكون ناظراً الى أعضائها أقول ، مفادة أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه. (ردالمحتار : ۵۲۶/۹.كتاب الحظر والاباحة)

مصنفؒ کا قول(**وهي غير بادية**)ذخیرہ وغیرہ میں لکھا ہے: اور اگر عورت کے بدن پر کپڑا پڑا ہوا ہو تو اس کے بدن کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں، یہ جواز اس صورت میں ہے جب کہ اس کے کپڑے بدن سے چپکے ہوئے نہ ہوں، جس سے کپڑے کے نیچے کا حصہ منکشف ہوتا ہو، اور کپڑا باریک بھی نہ ہو جس کپڑے کے اندر کا حصہ معلوم ہوتا ہو، اگر اس کے برخلاف ہو تو چاہئے کہ مرد اپنی نگاہ نیچی کر لے، الی آخرہ۔

التبیین میں لکھا ہے: اگر عورت کے بدن پر کپڑا ہو، جس سے عورت کا حجم ظاہر نہ ہوتا ہو تو کوئی حرج نہیں اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو اس وقت اس کو نہ دیکھے اسلئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو کسی عورت کے پیچھے غور کرے اس کے کپڑوں سے، جس سے ہڈیوں کی ساخت نمایاں ہو تو وہ شخص

جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

اس لئے کہ جب اس کو اس کے کپڑے کے نیچے کا حصہ نظر نہیں آرہا ہے تو وہ اس کے کپڑے اور قد و قامت کو دیکھنے والا شمار کیا جائیگا، جیسا کہ کوئی کسی خیمہ کو دیکھ رہا ہو، جس میں کوئی عورت موجود ہو، اور اگر اس سے اس کے بدن کی ہیئت اور ساخت نظر آتی ہو تو ایسا سمجھا جائیگا جیسا وہ اس کے اعضاء کو دیکھ رہا ہو، الی آخرہ۔

میں کہتا ہوں (علامہ شامی) خلاصہ کلام یہ ہے کہ کپڑے کو دیکھنا بایں طور کے عضو کی ساخت نظر آئے منع کیا گیا ہے، اگر چہ کپڑا موٹا ہی کیوں نہ ہو جس سے بدن کی کھال نظر نہ آتی ہو۔ (انتھی کلام العلامہ شامی)

ایسا باریک یا چست لباس اختیار کرنا جس سے جسم کی رنگت اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جائے، جائز نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کی لعنت ہو لباس پہننے والی بے لباس عورتوں پر- اس روایت میں ایسا لباس مراد ہے جو چھوٹا تنگ یا باریک ہو۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسماءؓ باریک شامی کپڑے پہن کر آئیں تو آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ان کو چلے جانے کا حکم فرمایا نیز اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ کے استفسار کرنے پر فرمایا کہ بالغ عورت کا چہرہ اور ہاتھوں کے سواء کچھ نظر نہ آنا چاہیئے۔ (سنن بیہقی: ۸۶/۷)

حضرت جریر بن عبد اللہؓ نے باریک کپڑا پہننے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کپڑے پہن کر بھی بے لباس ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۳۶/۵)

حضرت دحیہ کلبیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک کپڑا آیا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرنا ایک ٹکڑے کی قمیص بنا لینا اور ایک ٹکڑا اپنی بیوی کو اوڑھنے کے لئے دیدینا جب حضرت دحیہؓ واپس ہوئے تو فرمایا کہ بیوی سے کہنا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا ملا لے تاکہ جسم نظر نہ آئے۔ (ابوداود، حدیث نمبر ۴۱۱۶)

چست کپڑوں کے استعمال کے متعلق ایک استفتاء میں نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

بھیجا: سوال اور جواب بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

۹؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

سوال: آج کل مردوں میں چست لباس یعنی پائنٹ پتلون پہننے کا عام رواج ہو گیا ہے مرد کے لئے گھٹنوں سے ناف تک کا حصہ ستر ہے، کیا ستر کے صرف یہ ہی معنی ہیں کہ بدن کا رنگ نظر نہ آئے، یا اس کے ساتھ بدن کی ساخت کا نظر نہ آنا بھی مطلوب شرعی ہے؟

کیا اس طرح کے کپڑوں کو پہنکر ایک مسلمان گھر کے باہر جا سکتا ہے؟ رانیں اور کولھے اور اگلا حصہ، بسا اوقات اسکا عضو مخفی کا حجم بھی نظر بچانے کے باوجود نظر آ جاتا ہے، اگر چہ کپڑے کے اوپر سے ہی صحیح، ایسے پتلون کے استعمال کا کیا حکم ہے، ان کو پہنکر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، ان کی رانوں کو دیکھنا اور دکھانے کا کیا حکم ہے؟

اس کی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں ہے جواب شافی کافی مدلل عنایت فرمائیں، اس سلسلہ میں احسن الفتاوی میں ایک فتوی لکھا ہوا ہے، اسکو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

الجواب باسم ملهم الصواب:

ایسا چست لباس پہننا جس سے اعضاء مخفیہ کی شکل نظر آئے حرام ہے، اس طور پر اعضاء مخفیہ دکھانا بھی حرام اور دیکھنا بھی حرام اگر چہ بلا شہوت ہو، ایسا لباس اگر اتنا موٹا ہو کہ اس میں بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو تو اس سے اگر چہ نماز کا فرض ادا ہو جائیگا مگر حرام لباس میں نماز مکروہ واجب الاعادہ ہوگی، عورتوں کی لباس کی بنسبت مردوں کے چست پتلون زیادہ خطرناک ہے؛ اس لئے کہ عورت نے چست کرتے کو چادر یا دوپٹہ سے چھپا کر نماز پڑھی تو اس میں کراہت نہیں۔

قال ابن عابدینؒ: ولا یضر التصاقه بالالِیة مثلا، وقوله وتشکله من

عطف المسبب على السبب وعبارة شرح المنية ما لو كان غليظا لا يرى منه لون البشرة، اِلاأنه التصق بالعضو ،وتشكل بشكله فصارشكل العضو مرئياً، فينبغي أن لايمنع جواز الصلاة لحصول الستر. آه.

قال: وانظر هل يحرم النظرالى ذلك المتشكل مطلقاًاوحيث وجدت الشهوة. اه قلت سنتكلم على ذلك في كتاب الحظر و الذى يظهر من كلامهم هناك هو الاول. (رد المحتار ۱ / ۳۸۱) فقط والله تعالىٰ اعلم: احسن الفتاوی جلد ۴۰۳/۳

فقط والسلام ۔ ابوالکلام
مدرسہ مظاہر العلوم سیلم
۹/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

الجواب وباللہ التوفیق:

حضرات فقہاء کے کلام کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر کے دو درجہ ہیں، اعلی اور ادنی، اعلی درجہ تو یہ ہے کہ اعضاء ستر کو ایسے کپڑوں سے چھپایا جائے جس سے نہ ان کا رنگ نظر آئے اور نہ ان کی ساخت وحجم محسوس ہو عام حالات میں یہی ستر مطلوب ہے، لہذا ایسا چست کپڑا پہننا جس سے اعضاء ستر کی ساخت وبناوٹ اوران کا حجم محسوس ہوتا ہو شرعا ناجائز اور حرام ہے ۔ (۱) البتہ اعضاء ستر میں بھی درجات ہیں، ان میں سے بعض کا نظر آنا یا کپڑے کا اوپر سے محسوس ہونا دوسرے بعض کی بہ نسبت زیادہ مذموم ہے اوراس کی حرمت زیادہ شدید ہے، (۲)

اور ادنی درجہ یہ ہے کہ اعضاء ستر کو ایسے کپڑے سے چھپایا جائے جس سے ان کا رنگ نظر نہ آئے خواہ ان کی ساخت محسوس ہو، جواز صلاۃ کے لئے اتنا بھی کافی ہے، (۳) مگر چونکہ یہ نماز ایسے لباس میں اداء کی گئی ہے جس کا پہننا ممنوع وحرام ہے اس لئے اس کے پہننے کا گناہ ہوا، اور نماز میں بھی کراہت پیدا ہوگئی، مگر کراہت کے باوجود واجب الاعادہ نہیں ہوگی، اسلئے کہ واجب الاعادہ وہ نماز

ہوتی ہے جس میں نماز کی ماہیت وحقیقت میں داخل اجزاء میں سے کسی جزء کے ترک کے سبب نقص وکراہت پیدا ہوئی ہو مطلق کراہت سے نماز واجب الاعادہ نہیں ہوتی (۴) حضرات اکابر کے فتاوی میں بھی اسی کی تصریح ہے (۵) امید ہے کہ اس تفصیل سے آپ کے سوالات کا جواب ہوگیا ہوگا، ذیل میں تفصیلی دلائل درج ہیں۔

(۱) فاما اذا كانت مستورة الثياب فان كان ثوبها صفيقا لا يلتزق ببدنها فلا بأس أن يتأملها ويتأمل جسدها لان المنظور اليه الثوب دون البدن وان كان ثوبها رقيقا يصف ما تحته و يشف او كان صفيقا لكنه يلتزق ببدنها حتى يستبين جسدها فلا يحل له النظر لانه اذا استبان جسدها كانت كاسية صورة عارية حقيقة، وقد قال النبی ﷺ لعن الله الكاسيات العاريات. (بدائع الصنائع ٦/ ٦ ۱ ۴)

وكذالك اللباس الرقيق او اللاصق بالجسم الذی يحكی للناظر شكل حصة من الجسم الذی يجب ستره فهو فی حكم ما سبق فی الحرمة وعدم الجواز (تكملة فتح الملهم : ۴/۷۷)

(۲) ويقدم في الستر ما هو اغلظ كالسوأتين وبعد هما الفخذ ثم الركبة وفي المرأة بعد الفخذ البطن والظهر ثم الركبة ثم الباقی علی السواء. (حلبی: ۲۱۴) **وحكم العورة فی الركبة اخف منه فی الفخذ وفی الفخذ اخف منه فی السرة حتی ان كاشف الركبة ينكر عليه برفق وكاشف الفخذ يعنف عليه وكاشف السواة يؤدب إن لَجَّ** (هداية مع الفتح : ۸/ ۴۶۴)

(۳) وحد الستر ان لا يری ما تحته حتی لو سترها بثوب رقيق يصف ما تحته لايجوز (البحر: ۱/ ۲۸۲)

وفي شرح شمس الائمة السرخسي اذا كان الثوب رقيقاً بحيث يصف ما تحته اي لون البشرة لا يحصل به سترالعورة اذا لا ستر مع رؤية لون البشرة اما لو كان غليظا لا يری منه لون البشرة الا انه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل

العضو مرئي فينبغي لايمنع جواز الصلاة لحصول الستر(الحلبى: ۲۱۲) ولا يضرتشكل العورة بالتصاق الساتر الضيق بها (طحطاوى مع المراقى ۱۱۴)وعادم ساتر لا يصف ما تحته ولا يضر التصاقه وتشكله الى آخر(درمع الرد ۲۷۴/۱)

(۴)وكذاكل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها وهو مخالف لماصرحوابه فى باب ادراک الفريضة من انه لوصلى ثلاث ركعات من الظهر ثم اقيمت الجماعة يتم ويقتدى متطوعافانه كالصريح فى انه ليس له اعادة الظهر بالجماعة مع ان صلاته منفرداً مكروهة التحريم اوقريبة من التحريم فيخالف تلک القاعدة الا ان يدعيَ تخصيصَها بأنَّ مرادَهم بالواجب والسنة التي تعاد بتركه، ماكان من ماهية الصلاة واجزائه فلا يشمل الجماعة لانها وصف لها خارج عن ماهيتها ....

ولذا لم يذكرواالجماعةَ من جملة واجبات الصلاة لانها واجبٌ مستقل بنفسه خارج عن ماهية الصلاة ويؤيده ايضاً انهم قالوايجب الترتيب في سور القرآن فلوقرأمنكوسًاأثِمَ ،لكن لايلزمه سجودالسهولان ذلک من واجبات القراءة لا من واجبات الصلاة الخ. (الدرمع الرد ۳۰۷/۱)

(۵) ملاحظه هو امداد الفتاوى ۳۵۱/۱ فتاوى محموديه ۶۴۶/۶

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ
مقصود احمد	مظاہر العلوم سہارنپور
۱۴۳۲/۷/۶ھ	۱۴۳۲/۷/۲ھ

علامہ شامیؒ متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

أقول :ومفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجمَ العضو ممنوعة ولو كثيفاً لا

تُرَی البَشَرَۃُ منہ ....وعلی ھذا لا یحل النظر الی عورۃ غیرہ فوق ثوب ملتزق بھا یصف حجمھا. (ردالمحتار : ۶/۳۶۶فصل فی النظر والمس)

ترجمہ: میں کہتا ہوں: کپڑے کو ایسی حالت میں دیکھنا جبکہ وہ عضو کی مقدار سائز کو واضح کر رہا ہو، ممنوع ہے، اگر چہ کپڑا موٹا ہو بدن نظر نہ آتا ہو.............آگے لکھتے ہیں:

لہذا کپڑے کے اوپر سے بھی دوسرے کے ستر کو دیکھنا حلال نہیں ہے جبکہ وہ عورت (ستر) کے سائز کو بتلائے۔

قال الطحطاویؒ: وانظر ھل یحرم النظر الی ذلک المتشکل مطلقاً أوحیث وجدت الشھوۃ ؟قلت سنتکلم علی ذلک في کتاب الحظر والذي یظھر من کلامھم ھناک ھو الاول . (شامی : ۱/۴۱۰مطلب فی ستر للعورۃ)

طحطاویؒ نے کہا: غور کریں کیا کپڑے کے اندر سے ظاہر ہونے والے بدن کو دیکھنا مطلقاً حرام ہے؟ یا شہوت پائی جانے کی صورت میں حرام ہے؟

اس سلسلہ میں ہم کتاب الحظر کے اندر بحث کریں گے، اور فقہاء کے کلام سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ اول ہی ہے یعنی حرام ہونا ہے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں: ایسا باریک یا چست لباس اختیار کرنا جس سے جسم کی رنگت اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جائز نہیں. (قاموس الفقہ :۴/۵۷۸)

تیسری شرط: یہ کہ جن کپڑوں کے استعمال کو آپ ﷺ نے مردوں کے لئے حرام قرار دیا ہے ان میں ایک ریشم بھی ہے۔

عن علي رضی اللہ عنہ قال أخذ رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم حریرا فجعلہ فی یمینہ ، وذھبا فجعلہ فی شمالہ ، فقال : ان ھذین حرام علی ذکور أمتي. (ابو داود رقم : ۴۰۵) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا، پھر فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

سمعت ابن الزبیرؓ یخطب یقول : قال محمد ﷺ من لَبِسَ الحریرَ في الدنیا لم

يلبسه فِي الآخرة. (بخاري :۵۸۳۳) میں نے عبداللہ بن زبیرؓ سے سنا کہ وہ تقریر فرمارہے تھے انھوں نے کہا: محمد ﷺ نے فرمایا: جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔

عن أنسؓ قال رأيتُ على زينبِ بنتِ رسولِ ﷺ قميصَ حريرٍ سِيَراء.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب پر زرد ریشم کی قمیص دیکھی۔ بعض روایتوں میں حضرت زینب کی جگہ حضرت ام کلثومؓ کا نام آیا ہے۔

اگر ریشم مخلوط ہو تو مردوں کے لئے بھی جائز ہے

امام محمدؒ "الکسب" میں تحریر فرماتے ہیں:

وما يكون سداه غير حرير او لحمته غير حرير فلا باس بلبسه فى غير حالة الحرب. (الكسب : ۱۱۵/۱)

جس کا تانا ریشم کا نہ ہو یا اس کا بانا ریشم کے علاوہ دوسرا ہو تو جنگ کے علاوہ بھی اس کا پہننا جائز ہے۔

ریشم کی وہ مقدار جس کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے

البحرالرائق میں ہے: **حرم للرجل لا للمرأة لبسُ الحريرِ إلا قدرَ أربعِ أصابعَ ....لما روى مسلم والبخاري : نهى عن لبس الحرير الا موضع اصبعين أو ثلاثة أو أربع.** (البحرا الرائق: ۲۱۵/۸)

ریشم پہننا مرد پر حرام ہے، عورت پر نہیں مگر چار انگلی کے برابر، بخاری مسلم کی حدیث کی وجہ سے: کہ ریشم کا پہننا حرام ہے، مگر دو یا تین یا چار انگلی کے برابر۔

چار انگلیوں کی مقدار کیا ہے؟

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: **وهل المراد قدر الاربع اصابع طولا وعرضًا بان لا يزيد طول العَلَم وعَرْضُه على ذلك او المراد عَرْضُها فقط وان زادَ طولُه على طولِها، المتبادر من كلامهم الثاني.**

چار انگلیوں سے کیا مراد ہے، لمبائی اور چوڑائی کی مکمل مقدار؟ یا ریشم کے نقش ونگار کی لمبائی اور چوڑائی مراد ہے؟ یا صرف چوڑائی ہے؟ اگر چہ لمبائی چوڑائی سے زائد ہو؟

فقہاء کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ چوڑائی مراد ہے، البتہ ریشم کے کپڑے کی لمبائی زیادہ ہوسکتی ہے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ مہتم دارالعلوم دیوبند بڑی نفیس طبیعت کے مالک تھے، حضرت پان کھاتے اور منہ صاف کرنے کے لئے سرخ چھوٹا سا ریشم کا رومال رکھتے تھے۔ حضرت کی وفات کے وقت میں دیوبند میں تھا جوں جوں آپ کی وفات پر وقت گذرتا جاتا آپ کا چہرہ مبارک روشن اور منور ہوتا جاتا نور کا پتلا تھا، جو ہم سے رخصت ہوگیا۔ خوب رحمت کی بارش اللہ ان کی قبر پر نازل فرمائے۔ آمین!

ابوالمعالی برھان الدین محمود لکھتے ہیں: **یجب ان تعلم بان لبس الحریر وھو ما کان لحمتہ حریرا وسداہ حریرا حرام علی الرجال فی جمیع الاحوال عند ابی حنیفةؒ .....وقال ابو یوسفؒ ومحمدؒ رحمھما اللہ انما لا یکرہ لبس الحریر للرجال فی حالة الحرب اذا کان صفیقا یدفع مضرةالسلاح** . آگے لکھتے ہیں: **وھذا اذ لم تقع الحاجة الیہ فاما اذا وقعت الحاجة الیہ فلا باس**

(المحیط البرھانی: ۵/ ۳۴۱)

اس کا جاننا ضروری ہے کہ ایسا ریشم جس کا تانا اور بانا ریشم کا اس کا پہننا ہر حال میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرام ہے، صاحبین کے نزدیک جنگ کی حالت میں موٹا ریشم پہننا جس سے ہتھیار کی تکلیف سے بچا جاسکے مکروہ نہیں ہے۔ منع اس وقت ہے جبکہ حاجت نہ ہو اگر حاجت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ غیر حنفیہ کے نزدیک بیماری کے لئے ریشم پہننے کے جواز کی صراحت، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ کی حدیث سے ملتی ہے۔ واللہ اعلم۔

چھوٹے بچوں کو ریشم پہنانا

بچہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے لئے ریشم حرام ہے، البتہ اسکا وبال پہنانے والے پر ہے۔

عن جابرؓ قال: کنا ننزعه عن الغلمان ونترکه علی الجواري. (ابو داود برقم: ۴۰۵۹)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ریشم کے کپڑے اگر لڑکوں پر ہوتے تو ہم نکالدیتے اور لڑکیوں پر ہوتے تو چھوڑ دیتے۔

وقدم حذيفه من سفر وعلی صبيانه قمص من حرير فمزّقها علی الصبيان وترکها علی الجواری. اثرم . حضرت حذیفہؓ ایک سفر سے تشریف لائے اور ان کے بچے ریشم کی قمیصیں پہنے ہوئے تھے لڑکوں پر جو قمیصیں تھیں ان کو انھوں نے پھاڑ دیا اور لڑکیوں پر جو قمیصیں تھی اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

عن عبد الرحمن بن يزيد قال: کنتُ رابعَ أربعةٍ أو خامسَ خمسةٍ مع عبد الله فجاء ابن له صغير وعليه قميصٌ من حريرٍ، فدعاه، فقال: من کساک هذا ؟قال: امی فاخذه عبد الله فشقه (المغنی: ۱/۴۲۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں چار آدمیوں میں چوتھا یا پانچ میں پانچواں تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ، ان کا ایک چھوٹا بچہ ریشم کی قمیص کو پہنکر آیا، حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کہ یہ کس نے پہنایا ہے؟ بچے نے جواب دیا: میری امی نے: حضرت عبداللہؓ نے اس کو پھاڑ دیا۔

البتہ امام ابوحنیفہؒ اور مالکیہ میں سے ابن الماجشونؒ نے ریشم کے تکیہ پر ٹیک لگانے اور اس پر بیٹھنے کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ کے عمل کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ شہرت والا لباس نہ ہو، یعنی اتنا ہلکا اور معمولی نہ ہو جس سے لوگ حقیر سمجھنے لگیں، اور اتنا قیمتی لباس بھی نہ ہو جس سے لوگ تعجب کرنے لگیں، اور پہننے والے کے دل میں تکبر آئے۔

عن ابن عمر رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ من لبس ثوبَ شهرةٍ في الدنيا ألبسَه اللّهُ ثوبَ مذلةٍ يومَ القيامَةِ. (ابو داود: ۲/۵۵۸)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا،

اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیگا۔

مذکورہ حدیث میں ثوب شہرت سے مراد وہ لباس ہے جو اپنی شان وشوکت کی نمائش کے لئے ہو، اور لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے پہنا جائے، ظاہر ہے کہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو لوگوں کی نظروں میں علامہ یا بڑا بزرگ بننے کے لئے اس طرح کا خاص لباس مقدس پہنیں، ، یا اپنی فقیری ودرویشی کی نمائش کے لئے ایسے کپڑے پہنیں، جن سے لوگوں میں ان کی پہچان ہو، فقیر ودرویش سمجھیں، اور یہ معنی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق آدمی کے دل اور اس کی نیت سے ہے، ایک ہی کپڑا نمود ونمائش کے لئے، اور اپنی بڑائی کے مظاہرے کے لئے پہنا جائے تو گناہ اور اس حدیث کا مصداق ہوگا، اور اگر وہی کپڑا اگر اس نیت کے بغیر پہنا جائے تو جائز ہے اور بعض صورتوں میں موجب اجر وثواب ہوگا، اور چونکہ ہم بندوں کو کسی کی نیت اور دل کا حال معلوم نہیں، اس لئے ہمارے لئے جائز نہ ہوگا کہ کسی کے لباس کو نمود ونمائش اور ریاکاری کا لباس قرار دیکر اس پر اعتراض کریں، ہاں اپنے دل، اپنی نیت اور اپنے لباس کا محاسبہ کرتے رہیں، یہی اس حدیث کا پیغام ہے۔ (دیکھئے معارف الحدیث: ۲۸۹/۶)

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

اسی طرح آپ ﷺ نے لباس شہرت سے منع فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے شہرت کا کپڑا پہنا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت ورسوائی کا کپڑا پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۵۱) حضرت ابوذرؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رخ پھیرلیں گے۔ اعرض اللہ عنہ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۵۱) لباس شہرت سے ایسا کپڑا مراد ہے جس سے لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگے خواہ اس مقصد کے لئے قیمتی کپڑا پہنا جائے یا نہایت معمولی۔ (نیل الاوطار: ۱۲۶/۶)

بعض حضرات جو کسی خاص لباس کا التزام کرتے ہیں اور اس کو اپنی درویشی کا مظہر بناتے ہیں تو یہ بھی لباس شہرت میں داخل ہے آپ ﷺ کے یہاں اس طرح کا کوئی تکلف نہیں تھا جو کپڑا میسر آگیا پہن لیا آپ ﷺ نے اونی کپڑے بھی پہنے ہیں سوتی کپڑے بھی پہنے ہیں اور کتان بھی پہنا

ہے۔ (زادالمعاد: ۱۴۳/۱)

اسی طرح لباس کیلئے کوئی رنگ متعین کر لینا جیسا کہ ہندوستان میں بعض سلاسل تصوف زرد یا سبز کپڑے ہی پہنتے ہیں یا کپڑے کی کسی خاص وضع کو بھی ضروری سمجھنا، جیسے بعض حلقۂ تصوف میں احرام کے لباس کی طرح تہبند اور چادر کو ضروری سمجھا جاتا ہے یہ سب لباس شہرت میں داخل ہے آپ ﷺ کے یہاں اس طرح کی کوئی تحدید نہیں تھی آپ ﷺ نے مختلف رنگوں کے کپڑے استعمال کئے لباس میں چادر جبہ قباء قمیص تہبند وغیرہ پہنی ہے اور بقول حافظ ابن قیم پائجامہ بھی زیب فرمایا ہے اس لئے اس طرح کے تکلفات اسلام کی سادہ تعلیمات سے میل نہیں کھاتے۔ (قاموس الفقہ :۴/)

پانچویں شرط: یہ ہے کہ عورتوں کا لباس مردوں کے اور مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ نہ ہو۔

عن أبي هريرةؓ قال: لعن رسولُ الله ﷺ الرجلَ يَلْبسُ لِبسةَ المرأةِ، والمرأةَ تَلْبَس لِبسَةَ الرجلِ. (ابوداود: ٥٦٦/٢) حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنے۔

مرد وعورت کے لباس میں تشبہ

قاموس الفقہ میں ہے: لباس کی کراہت کی دوسری وجہ تشبہ ہے تشبہ کی دو صورتیں ہیں مرد عورت کا عورت مرد کا سا لباس پہنے یا مسلمان غیر مسلموں کا لباس اختیار کریں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورت کا لباس اختیار کرے اور ایسی عورت پر بھی جو مرد کا سا لباس پہنے۔ (بخاری حدیث نمبر:۵۹۹۵)

نیز حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری مع الفتح:۳۴۵/۱۰)

اس طرح کی اور روایتیں بھی موجود ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ کے بعض درجات حرام ہیں نہ کہ صرف مکروہ اسی لئے امام نوویؒ نے لکھا ہے: **بل الصواب ان تشبيه الرجال بالنساء وعكسه حرام لحديث الصحيح.** (شرح مہذب:۳۳۵/۴)

صحیح بات یہ ہے کہ مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا بخاری کی حدیث کی بناء پر حرام ہے، آپ ﷺ نے تشبہ کو تو منع فرمایا لیکن تشبیہ کی حد متعین نہیں فرمائی اگر ہر چیز میں تشبہ کی ممانعت ہو تو ظاہر ہے کہ اس پر عمل کرنا دشوار ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ کسی علاقے میں مرد و عورت کے لباس میں زیادہ فرق نہ پایا جاتا ہو، تو وہاں لباس کی یکسانیت کا شمار تشبہ میں نہیں ہوگا، اسی لئے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض اقوام میں مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق نہیں ہوتا صرف حجاب سے امتیاز ہوتا ہے، وہاں یہی حجاب تشبہ سے بچائے گا۔ (فتح الباری: ۱۰/۳۴۵)

اس لئے تشبہ سے مراد ایک صنف کیلئے مخصوص لباس میں مشابہت و مماثلت ہے جیسے مردوں کے لئے ٹوپی اور عمامہ مخصوص ہے، چنانچہ امام شعرانی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کو عمامہ سے منع فرمایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ عمامہ مردوں کے لئے ہے۔ (کشف الغمۃ: ۱/۱۶۳)

شعرانی ہی نے تمیم داری سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کو ٹوپی اور ازار (لنگی) کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ (کشف الغمۃ: ۱/۱۶۳)

جس جگہ ساڑی کا رواج ہو تو عورتوں کو اس کے پہننے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں. (فتاوی دار العلوم: ۱۶/۱۵۸)

لہذا موجودہ زمانہ میں عورتوں کے لئے پتلون کوٹ، شرٹ، پینٹ، وغیرہ کا استعمال جائز نہیں اسی طرح مردوں کا زنانہ لباس استعمال کرنا یا سونے کی زنجیر پہننا عورتوں کی طرح بال رکھنا ہونٹوں، پر سرخی لگانا وغیرہ عورتوں سے تشبہ ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ ناجائز ہے

مسلمان کو ایسا لباس اختیار کرنا کہ غیر مسلموں سے مماثلت پیدا ہو جائے مکروہ ہے حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! راہبوں کے لباس سے بچو جس نے رہبانیت اور تشبہ اختیار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (الطبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد: ۵/۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جس نے کسی قوم سے تشبہ اختیار کیا وہ ان ہی میں سے ہے، ابن حجرؒ، ابن تیمیہؒ اور سیوطیؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، لیکن زرکشیؒ،

بخاریؒ اور بعض اور محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (دیکھئے: فیض القدیر: ۱۰۴-۱۰۵/۶)

ظاہر ہے کہ تشبہ کے مختلف درجات ہیں غیر مسلموں کے مذہبی شعائر میں تشبہ تو سخت گناہ ہوگا یہاں تک کہ بعض فقہاء نے زنار وغیرہ باندھنے پر کفر کا حکم لگایا ہے (البحر الرائق: ۱۲۳/۵) گو محققین کے نزدیک اس کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن فقہاء کے اس رویہ سے اس تشبہ کا حرام اور شدت کے ساتھ ممنوع ہونا ظاہر ہے۔

البتہ جو لباس مذہبی افکار و تصورات سے متعلق نہ ہو اگر اس لباس کا اتنا عموم ہو جائے کہ کسی شخص کو اس لباس میں دیکھ کر یہ خیال نہ ہوتا ہو کہ یہ شخص فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے تو پھر اس میں تشبیہ خفیف ہو جاتی ہے

لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے مولانا تھانویؒ رقمطراز ہیں: میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے جیسے ہندوستان میں وہاں اس کا پہننا من تشبہ بقوم فھو منھم میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں وہاں کچھ حرج نہیں۔ (امداد الفتاوی: ۲۶۸/۴)

امام ابو یوسفؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایسے جوتے پہن رکھے تھے جس میں لوہے کی نعل تھی دریافت کیا گیا: کیا آپ اس آہنی نعل والے جوتے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے؟ فرمایا نہیں! عرض کیا گیا: سفیان ثوری اسے راہبوں سے تشبہ کی بناء پر مکروہ کہتے ہیں، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: کہ حضور ﷺ ایسے جوتے استعمال فرماتے تھے جس میں بال ہوتے حالانکہ یہ راہبوں کا لباس ہے۔

فقہاء نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ جن چیزوں سے لوگوں کی مصلحت متعلق ہے ان میں مشابہت میں قباحت نہیں۔ (ہندیہ: ۳۳۳/۵)

اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایسا لباس جو جغرافیائی ضرورت کے لئے استعمال کیا جاتا ہو اور مذہبی شعائر سے متعلق نہ ہو گو کسی خاص قوم کی ایجاد ہو، ان کے استعمال میں تشبہ نہیں ہے۔ (قاموس الفقہ: ۵۷۶/۴)

تشبہ کے متعلق مفتی ارشاد صاحب القاسمی لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو فکر ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی امتیازات میں کوئی فرق نہ آجائے تو ایک طرف مسلمانوں کو تاکید کی وہ اغیار کے تشبہ سے شدید پرہیز کریں۔ دوسری جانب غیروں کے لئے فرمان جاری کئے کہ وہ اپنے امتیازات میں نمایاں رہیں، اہل اسلام کی وضع قطع اختیار نہ کریں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فارس میں مقیم مسلمانوں کو یہ فرمان بھیجا کہ "مشرکین اور کافروں کے لباس سے دور رہیں"۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اسکو مفصل لکھا ہے: **اما بعد فاتَّزِرُوا وارْتَدُوا وَانْتَعِلُوا وَاَلْقُوا الخِفافَ وَالسَّرَاویلاتِ وعلیکم بلباسِ اَبِیکم اسماعیلَ وایَّاکُمْ والتَّنَعُّمَ وَزِيِّ العَجَمِ** . (فتح الباري لابن حجر : ١٠.٢٨٦)

اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال کرو، جوتے پہنو، جد امجد حضرت اسماعیلؑ کے لباس کو لازم پکڑو۔ عجمیوں کے لباس ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رہو۔ موٹے، کھردرے پرانے کپڑے پہنو (جو تواضع کا لباس ہے)

عن ابی عثمان، قال جاء نا کتابُ عمرَؓ ونحن بآذرْبَیجانَ : یا عتبةُ بن فرقد، واِیَّاکم والتنعم وزِيَّ اھلِ الشِّرک ، ولَبُوسَ الحَریرِ ، فَاِنَّ رسولَ ﷺ نھانا عن لَبوس الحریر، وقال: الا ھکذا،ورفع لنا رسول ﷺ اصبعیه. (مسند احمد رقم: ٩٢)

مسند احمد بن حنبل میں ہے: کہ آذربائیجان میں امیر لشکر عتبہ بن فرقدؓ کے نام فاروق اعظمؓ کا یہ فرمان پہنچا: اے عتبہ بن فرقد! تم سب کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو عیش پرستی سے، اور کافروں کے لباس، اور ان کی وضع قطع و ہیئت کے اختیار کرنے سے بچاو، اور ریشم سے پرہیز کرو۔ (شمائل کبری: ۳۱۲/۱)

عورت کے لئے پینٹ پہننا جائز نہیں

لا يجوز للمرأة لبس البنطلون ولو كانت أمام النساء ، لأنه يبين تفاصيل البدن ، ولما فيه من التشبه بالرجال والكافرات ، ويحرم عليها صَبْغُ الشَّعْرِ بالأصفر أوالازرق ، لما فيه من التَّشَبُّهُ بالكافراتِ وحصولِ الفتنةِ ، أما صَبْغُ الشَّيبِ فيجوز بالحناء والكتم ، ولبس الكعب العالي محرم ، لانه من التبرج الذي نهى الله عنه. (الموسوعة الفقهية . الدرر السنية (۳/۵۹)

عورت کے لئے پینٹ پہننا جائز نہیں ہے، اگر چہ عورتوں کے سامنے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس سے بدن کی ساخت ظا ہر ہوتی ہے، نیز اس میں مردوں کے ساتھ تشبہ ہے۔

نیز عورت کا بالوں کو لال، یا پیلا، یا نیلا کرنا حرام ہے؛ کیونکہ اس میں کافرہ عورتوں سے تشبہ ؛ اور فتنہ کا اندیشہ ہے، البتہ بڑھاپے کو مہندی اور کتم سے بدلنا جائز ہے۔ اور اونچی ایڑی کے چپل پہننا بھی حرام ہے؛ کیونکہ اس میں تبرج ہے (اظہار کرنا ہے) جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔

خواتین عمدہ کپڑے پہن کر گھر سے باہر نہ نکلیں

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لاتمنعوا إماءَ اللهِ مساجدَ الله ولكن لِيَخْرُجْن وهُنَّ تَفِلاتٌ . (ابو داود رقم:۵۶۵)

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی بندیوں کو تم مسجدوں سے نہ روکو، لیکن عورتیں میلے کچیلے کپڑوں میں (ضرورت کیوقت) باہر نکلیں۔ جب مسجد کو جاتے وقت عمدہ کپڑ ےپہنکر جانا منع ہیں تو بازاروں، یا قرابت داری میں چمک دمک والے برقعوں یا اچھے کپڑوں میں نکلنے کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے؟

مستحب لباس مستحب لباس یہ ہے کہ آدمی کا لباس رسول اللہ ﷺ کے لباس کی طرح یا اس سے قریب تر ہو یا اپنے زمانہ کے صالحین کا سا لباس ہو ایسا لباس بھی نہ ہو جو گو جائز ہو مگر خلاف مروت ہو جیسے فی زمانہ کوئی شخص بنیان اور لنگی پہن کر بازار اور سڑکوں پر چلا کرے یہ خلاف مروت ہے، لباس اتنا پر تکلف بھی نہ ہو کہ کبر وتعلي کا خیال پیدا ہوتا ہو حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ آپ

ﷺ نے فرمایا: جو شخص لباس (یعنی عمدہ لباس) کو ازراہ تواضع چھوڑ دے حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر ہو تو اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن برسر عام بلائیں گے اور فرمائیں گے کہ وہ ایمان کا جو حلہ چاہے (یعنی قوی ایمان کے بدلہ میں) پہن لے۔ (ترمذی حدیث نمبر: ۲۴۸۱) اور باوجود استطاعت وگنجائش کے اتنا معمولی لباس بھی اختیار نہ کرے کہ اس پر انگشت نمائی ہونے لگے۔ (الدر المختار مع الرد: ۲۲۳/۵) حضرت احوص ؓ آپ ﷺ کی خدمت میں بہت زبوں حالت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال نہیں: عرض کیا کہ اللہ نے مجھے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے کو نعمت دے تو اس پر اس کا اثر محسوس کیا جانا چاہیئے۔ (مسند احمد: ۴۷۳/۳) اسی مضمون کی روایت حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے بھی منقول ہے۔ (ترمذی ،کتاب الادب ، حدیث نمبر: ۲۸/۹)

نماز کے وقت کا لباس

﴿یَابَنِي آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الأعراف: ۳۱)

اے اولاد آدم کی! لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت، اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو، اسکو خوش نہیں آئے بیجا خرچ کرنے والے۔

ننگے سر نماز پڑھنا عیسائیوں کا طریقہ ہے

شیخ ناصر الدین البانی [متوفی: ۱۴۲۰] کو اس زمانے کے تمام محدثین جانتے ہیں، سخت قسم کے غیر مقلد علماء میں ان کا شمار ہے، علماء حنفیہ پر خوب بولتے ہیں، لیکن کتاب الصلاۃ تک۔ انھوں نے فقه السنة پر جو تعلیق تمام المنة کے نام سے لکھی ہے، اس میں سر کے ڈھاکنے کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے:

والذي أراه في هذه المسالة ان الصلاة حاسر الراس مكروهة ذلك

انه من المسلم به استحباب دخول المسلم في الصلاة في اكمل هيئة اسلامية للحديث المتقدم في الكتاب : فان الله احق ان يتزين له. وليس من الهيئة الحسنة فی عرف السلف اعتياد حسر الراس والسير كذلک في الطرقات والدخول كذلک في اماكن العبادات؛ بل هذه عادة اجنبية تسربت الى كثير من البلاد الاسلامية حينما دخلها الكفار وجلبوا اليها عاداتهم الفاسدة فقلدهم المسلمون فيها، فأضاعوا بها وبأمثالها من التقاليد شخصيتهم الاسلامية فهذا العرف الطارى لا يصلح ان يكون مسوغا لمخالفة العرف الاسلامي السابق، ولا اتخاذه حجة لجواز الدخول في الصلاة حاسر الرأس.

واما استدلال بعض اخواننا من أنصار السنة في مصر على جوازه قياسا على حسر المحرم فی الحج، فمن أبطل قياس قرأته عن هؤلاء الاخوان .

كيف والحسر في الحج شعيرة إسلامية ومن مناسكه التي لا تشاركه فيها عبادة اخرى، ولو كان القياس المذكور صحيحا للزم القول بوجوب الحسر في الصلاة لانه واجب في الحج وهذا الزام لا انفكاک لهم عنه الا بالرجوع عن القياس المذكور ولعلهم يفعلون. ((تمام المنة فی التعليق على فقه السنة (ص: ۱۶۴))

میری رائے اس سلسلہ میں ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ مسلّم بات ہے کہ مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز کے اندر مکمل اسلامی صورت میں داخل ہو، حدیث میں ہے: اللہ تعالی کا حق یہ ہے کہ اس کے لئے زینت حاصل کی جائے۔

ہمارے بزرگوں اور سلف کا یہ طریقہ نہیں رہا ہے کہ وہ ننگے سر نماز پڑھتے ہوں، اور ننگے سر بازاروں میں، اور عبادت گاہوں میں گھومتے ہوں، یہ غیروں کی عادت ہے جو بہت سے اسلامی ملکوں میں جب غیر مسلم آئے، تو ان کے ساتھ ان کی خراب عادتیں آ گئیں، اور مسلمانوں نے ان کی تقلید کر لی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی اسلامی شخصیت کو ضائع کر دیا ہے۔

اور سنو! یہ درمیان میں آنے والا عرف گذشتہ اسلامی عرف کو منسوخ نہیں کر سکتا ہے، اور ننگے سر نماز نماز ادا کرنے کے لئے اس کو حجت نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

ہمارے بعض بھائیوں نے حج میں جو سر کھلا رکھا جاتا ہے اس سے استدلال کیا ہے؛ کہ نماز میں بھی سر کھلا رکھا جائے، میں نے جو قیاس پڑھا ہے اس میں سب سے زیادہ باطل قیاس یہی ہے۔

اس کی کس طرح اجازت دی جا سکتی ہے؟ حج میں سر کا کھلا رکھنا اسلامی شعار ہے، اور حج کے مناسک میں وہ داخل ہے، اس میں کسی دوسری عبادت کی شرکت نہیں ہے۔

اگر ان حضرات کا یہ قیاس درست ہوتا تو نماز میں سر کھلا رکھنا واجب ہوتا، اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر اس قیاس پر عمل کیا جائے تو نماز میں سر کھلا رکھے بغیر چارہ نہیں ہونا چاہئے۔

شیخ ناصر الدین البانی ٹوپی نہ پہننے والوں پر اپنی کتاب اصل صفة صلاة النبی ﷺ میں ان الفاظ سے رد کرتے ہیں:

فکذلک من صلی مکشوف الرأس وعنده ما یستره ، فهو مکروه ، ومن لا ، فلا. وذلک لأن المعهود من سیرته ﷺ انه کان یتعمم ، او یتقلنس ، وکذلک کان اصحابه ، فلو انه ﷺ حینما صلی فی الثوب الواحد صلی مکشوف الرأس ، لذکر ذلک من روی صلاته تلک ، لا سیما وهم جمع غفیر کما سبق، فعدم روایتهم لذلک دلیل علی أنه صلی صلاته المعتادة ، الا فیما ذکروه من اقتصاره ﷺ في الثوب الواحد لبدنه ومثل هذا الا مر لا یقال فیه : ان الاصل العدم ، فمن ادعی الثبوت ، فعلیه الاثبات!

لاننا بینا ان المعتاد منه ﷺ ستر الرأس ، فالاصل هنا ثابت ، فمن ادعی خلافه ، فعلیه الدلیل ولو کان نافیا، ولیس من نفی لا یطالب بالدلیل دائما . کما هو مقرر في موضعه، فثبت بذلک ان هدیه ﷺ الصلاة مستور الرأس. وقد قال ﷺ : صلوا کما رأیتموني أصلي .

فأقل ما يستفاد من مجموع الفعل والامر الاستحباب، وعكسه الكراهة، ويؤيد ذلک انه ﷺ قد امر بالصلاة في النعلين مخالفة لليهود . كما سبق في محله . فالقياس، وعموم النصوص الناهية عن التشبه بالكفار . لا سيما في عبادتهم . كل ذلک يقتضي كراهة الصلاة حاسر الرأس، لان ذلک من التشبه بالنصارى حينما يقومون في عبادتهم حاسرين . كما هو مشهور عنهم. فهل المخالفة في الارجل اقوى، ام في الرؤوس ؟ هذا ما ظهر لي في هذا المقام، والله تعالى هو الموفق.

(اصل صفة صلاة النبی ﷺ : ۱/۱۶۵)

اسی طرح وہ شخص جس کے پاس کپڑا ہو وہ ننگے سر نماز پڑھے تو نماز مکروہ ہے، اگر کپڑا نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے، اسلئے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ عمامہ باندھتے، یا ٹوپی اوڑھتے تھے، اور یہ ہی آپ کے صحابہ کا عمل تھا۔

اگر آپ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے وقت سر کا کھلا رہنا ثابت ہوتا تو ایک بڑی تعداد اس کو نقل کرتی، ان حضرات صحابہ کا اس کو روایت نہ کرنا دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے جو نماز ادا فرمائی ہے، وہ معمول کے مطابق جیسی نماز ہوتی تھی، اس طرح ادا فرمائی، (یعنی سر ڈھانکر) البتہ آپ ﷺ نے اپنے بدن کو ایک کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا۔

یہاں یہ استدلال کرنا کہ ﴿الأصل العدم﴾ درست نہیں کیونکہ جو دعوی کرے اس پر ضروری ہے کہ ثبوت پیش کرے؛ اسی لئے کہ ہم نے کہا: کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ سر ڈھانکنے کی تھی، اصل اس جگہ ثبوت ہے جو اس کے خلاف دعوی کرے اس پر دلیل لانا ضروری ہے، اگر چہ وہ نفی کرنے والا ہی کیوں نہ ہو، یہ بات نہیں کہ جو انکار کرے اس سے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جائیگا، یہ بات اصول فقہ میں ثابت ہے۔

پس ان مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کا طریقہ یہ ہی رہا ہے کہ آپ سر ڈھانک کر نماز ادا فرماتے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: صلوا كما رأيتموني اصلي ، جیسا تم مجھ کو دیکھتے ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم نماز پڑھو۔

اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں آنحضرت ﷺ نے چپل پہنکر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا کیونکہ اس میں یہودیوں کی مخالفت ہے۔

قیاس کا تقاضہ اور تشبہ بالکفار سے جو روایتیں منع کرتی ہیں ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے، کیونکہ اس میں نصاری کے ساتھ تشبہ ہے، نصرانی ننگے سر ہی اپنی عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

(آج کل سر کھلا رکھنے میں نصاری کے ساتھ ان کی عبادت میں تشبہ ہے) مجھے آپ بتائیں کہ پاؤں جوتے پہنکر نماز پڑھنے میں مخالفت زیادہ اقوی ہے، (جس کی ممانعت آپ ﷺ نے فرمائی ہے) یا سر کھلا رکھنے میں؛ مخالفت زیادہ اقوی ہے۔ (جو آج کل ہو رہا ہے) یہ وہ بات تھی جس کو میں لکھنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے۔

نماز میں مستحب لباس

عالمگیریہ میں ہے: **والمستحبُ أنْ يُصَلِّيَ الرجلُ في ثلاثةِ اثوابٍ، قميصٍ، وإزارٍ وعمامةٍ، اما لو صلى في ثوب واحد متوشحا به تجوز صلاته من غير كراهة وإن صلى في ازار واحد يجوز ويُكره.** (عالمگیریه: ۱/ ۵۹)

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز ادا کرے، قمیص، لنگی، اور عمامہ، میں لیکن اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھے تو جائز ہے بغیر کراہت کے البتہ اگر ایک لنگی میں پڑھے تو کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے۔

محیط برھانی میں ہے: **والمستحب للرجل أن يصلي في ثلاثة اثواب قميص، وازار، وعمامة.** (محیط برھانی: ۱/ ۳۷۷) مرد کے لئے مستحب ہے کہ وہ تین کپڑوں میں نماز ادا کرے، کرتا، لنگی اور عمامہ۔

بڑے افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے، بسا اوقات پوری مسجد میں ایک بھی عمامہ باندھکر نماز پڑھنے والا نہیں ہوتا۔ ہمارے علماء مستحبات اور نوافل کے کس قدر پابند تھے اور ہم ان کے اخلاف کیا کر رہے

ہیں؟ اللہ تعالی اس مستحب کی دوبارہ زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز میں عورت کا مستحب لباس

ابوالمعالی برھان الدین (متوفی:٦١٦) فرماتے ہیں: **والمستحب للمراة ان تصلي في قميص، وخمار، ومِقْنَعَةٍ.** (محيط برهاني : ١/٣٧٧)

عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ قمیص اور ادڑھنی اور مقنعہ میں نماز ادا کرے۔ طحطاوی میں ہے:

قوله : قميص وازار وعمامة ، هذا للرجل وفي المراة قميص، وخمار وسراويل (حاشية الطحطاوى : ١/١١٢)

مستحب یہ ہے کرتے لنگی اور عمامہ میں مرد نماز ادا کرے۔ اور عورت کرتے اوڑھنی اور شلوار میں۔

نماز میں مکروہ لباس

سدل ثوب مکروہ ہے:

عن ابی هريرةؓ أن رسول ﷺ نهى عن السَّدْلِ في الصلوة وأن يغطي الرجل فاه. (ابو داود:٦۴۳)

سدل کس کو کہتے ہیں:

(۱) **سدل** یہ کہ چادر یا رومال کے وسط کو سر یا منکبین پر ڈال لیا جائے، اور پھر اس کو ویسے ہی چھوڑ دے، بغیر ضم طرفین (یعنی اس کو لپیٹے نہیں)

(۲) چادر کو اس طرح اپنے سارے بدن پر لپیٹ لے کہ اوپر سے نیچے تک ہاتھوں کا باہر نکالنا دشوار ہو۔ اسمیں تشبہ بالیہود کے علاوہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہے، اگر گرنے لگے تو اپنے آپ کو سنبھالیگا کیسے؟ اسی طرح موذی جانور سے بچنا بھی مشکل ہوگا اسلئے کہ دونوں ہاتھ تو اندر ہیں۔

سدل کا حکم: سدل جمہور علماء کے نزدیک مکروہ ہے، امام ابوحنیفہؒ واحمدؒ کے نزدیک تو صرف نماز میں کما في البذل عن الخطابي والبدائع وكذافي الشامي۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقا صلوۃ وخارج صلوۃ میں، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں مطلقا کراہت نہیں۔

نماز میں اشتمال الیہود مکروہ ہے

عن ابن عمرؓ قال قال رسول ﷺ: او قال قال عمر: اذا کان لاحد کم ثوبان فلیصل فیهما فان لم یکن الاثوب فلیتزربه ولا یشتمل اشتمال الیهود. (ابوداود حدیث رقم : ۶۳۵) رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو چاہیئے کہ اس میں نماز پڑھے، پس اگر ایک ہی کپڑا ہو تو چاہیئے کہ اس کو لنگی بنالے اور یہود کی طرح چادر نہ لپیٹے۔

کپڑے کو سرتا پاؤں اس طرح لپیٹ لینے اور کس لینے کو کہتے ہیں کہ ہاتھ کسی طرف اٹھا نہ سکے، اور اسی کو اشتمال الصماء بھی کہتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے **نهى رسول ﷺ عن اشتمال الصماء** دراصل یہ الصخرة الصماء سے لیا گیا ہے، وہ ٹھوس پتھر جسمیں کوئی منفذ اور سوراخ نہ ہو۔ اور بعض علماء نے اشتمال الصماء کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح پہنے کہ اس کو لپٹنے کے بعد اس کے ایک سرے کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے۔ اس صورت میں کشف عورت کا احتمال ہے۔

منہ ڈھانک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

ابي هريرةؓ ان رسول الله ﷺ نهى ان يغطي الرجل فاه في الصلاة . (ابن ماجه برقم : ۹۶۶) حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مرد نماز میں اپنے منہ کو ڈھانکے۔ لہذا نماز میں منہ ڈھانکنا مکروہ ہے البتہ اگر جمائی آئے تو ہاتھ رکھ لے۔

عن ابی سعید أنَّ النبيَّ ﷺ قال : اذا تثاءبَ احدُکم فلیُمسکْ بیدِه عَلی فیه (ابن ماجه : ۹۶۸) حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں: **ویکره في الصلاة تغطية الفم لحديث ابي هريرةؓ** (مبسوط : ۳۱.۱) حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کی وجہ سے نماز میں منہ ڈھانکنا مکروہ ہے۔

نماز میں عورت کا بغیر حاجت کے نقاب ڈالنا مکروہ ہے

احمد بن محمد الطحطاویؒ المتوفی (۱۲۳۱) فرماتے ہیں:

فیکره التلثم اللثام ما کا ن علی الفم من النقاب ....ففی الزیلعی : التَّلثُمُ تغطیةُ الانفِ والفمِ في الصَّلاةِ. (الطحطاوی: ۳۵۰/۱)

تلثم مکروہ ہے لثام نام ہے منہ کو نقاب سے ڈھانکنے کا۔..............زیلعی میں ہے: ناک اور منہ کو ڈھانکنا نماز تلثم کہلاتا ہے ۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: **والتَّلَثُّمُ وهو تغطيةُ الفَمِ فِي الصلاةِ لانَّه يَشبَهُ فِعلَ المجوسِ حالَ عبادتِهم النيرانَ ونقل الطحطاوى عن ابي سعود انَّها تحريمِيَّةٌ.** (رد المحتار: ۶۵۲/۱)

تلثم کے معنی منہ اور ناک کو نماز میں ڈھانکنا کیونکہ اس میں مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے، وہ آگ کی عبادت کے وقت ایسا ہی کرتے ہیں، علامہ طحطاوی نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے: کہ اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

الموسوعة الفقهية الكويتيه میں ہے: **وقال ابن عبد البر: أجمعوا على أنَّ عَلَى المرأة أن تكشفَ وجهَهَا فِي الصلاة والاحرام فإن كانت لحاجةٍ كحضورِ أجانبَ فلاكراهةَ.** (الموسوعة الفقهية : ۱۳۵/۴۱)

علامہ ابن عبد البرؒ نے کہا ہے: کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ عورت نماز اور احرام کی حالت میں منہ کھولے گی۔ البتہ اگر حاجت ہو مثلا اجنبی آدمی ہو تو (منہ نہ کھولنے میں) کراہت نہیں ہے۔

پینٹ پتلون کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہے

بعض حضرات پینٹ پتلون پہنکر گھٹنوں تک کرتے کے بغیر نماز پڑھتے ہیں اس صورت میں کولھے، ران، گھٹنے، اور بعض اوقات شرم گاہ کا حجم اوپر سے نمایاں ہوتا ہے، اس لئے اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ احسن الفتاوی میں ہے: الجواب باسم ملهم الصواب:

ایسا چست لباس پہننا جس سے اعضاء مخفیہ کی شکل نظر آئے حرام ہے؛ اس طور پر اعضاء مخفیہ دکھانا بھی حرام اور دیکھنا بھی حرام اگر چہ بلا شہوت ہو۔ ایسا لباس اگر اتنا موٹا ہو کہ اس میں بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو تو اس صورت میں اگر چہ نماز کا فرض ادا ہو جائیگا؛ مگر حرام لباس میں نماز مکروہ واجب الاعادہ ہو گئی، عورتوں کے لباس کی بنسبت مردوں کے چست پتلون زیادہ خطرناک ہے، اس لئے کہ عورت نے چست کرتے کو چادر یا دوپٹہ سے چھپا کر نماز پڑھی تو اس میں کراہت نہیں۔

قمیص کو لنگی یا شلوار کے اندر گھسا کر نماز نہ پڑھیں

وکره أحمدبن حنبل رضی الله عنه أن یأتَزِرَ فوقَ القمیصِ في الصلاة ورَءَاهُ من الکَفْتِ. (احیاء علوم الدین: ۱/۱۵۷)

امام احمدؒ نے کرتے کے اوپر لنگی باندھنے کو ناپسند فرمایا، کہ وہ نماز میں کپڑوں کو سمیٹنا ہے.(جس کی ممانعت آئی ہے) بعض حضرات نماز میں پینٹ و پتلون کے اندر اپنی قمیص کو داخل کر لیتے ہیں یہ بھی منع ہے

کرتا نصف ساق تک مسنون ہے

عن ابن عباس رضؓ قال: کان النبي ﷺ یلبس قمیصًا فوق الکعبین. (أخلاق النبي لأبي الشیخ رقم: ۲۴۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا کرتا ٹخنوں سے اوپر ہوتا تھا۔

بعض لوگ گٹوں کے نیچے اور انگلیوں سے آگے اپنے کرتوں اور آستینوں کو بڑھا دیتے ہیں، اس لئے راوی نے اس کا انکار کیا ہے، ورنہ آپ ﷺ کے کرتے کی لمبائی نصف ساق تک اور آستین ہاتھ کے گٹوں تک ہوتی تھی جیسا کہ دوسری حدیثوں میں آیا ہے۔

عن أسماء بنت یزید قالت: کان قمیص النبی أسفل من الرسغ. (أخلاق النبی لأبي الشیخ رقم: ۲۴۷) حضرت اسماءؓ بنت یزید فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی قمیص گٹوں سے نیچے ہوتی تھی، بعض علماء نے حضرت اسماءؓ کی حدیث کی تاویل کی ہے، کہ سکڑ جاتی تو اوپر کو ہو جاتی ورنہ کچھ آگے کو رہتی۔

أبطأ عمرؓ عن الساعة التي کان یخرج فیها للجمعة، فخرج وعلیه قمیص سُنْبُلاَ

نِيٌّ ثمنه أربعة دراهم لا يجاوز نصف الساق ولا يجاوز كُمُّه رُسْغَه. (تاریخ المدينة ابن شبه: ۳/۸۵) حضرت عمرؓ جمعہ کیلئے وقت مقررہ سے دیر میں تشریف لائے، اور آپ سنبلانی کرتا جس کی قیمت چار درہم کی تھی، اس میں ملبوس تھے، اس قمیص کی لمبائی آدھی پنڈلی سے زیادہ نہ تھی، اس کے آستین ہاتھ کے گٹوں تک تھی۔

عن مولىٰ لأبی غصين قال : رأيت عليا خرج فأتى رجلا من أصحاب الكرابيس، فقال له عندك قميص سنبلانی ؟ قال: فأخرج إليه قميصاً فإذا هو إلى نصف ساقَيْهِ فَنَظَرَ إلى يمينِه وشِمالِه، فقال: ما أرىٰ إلا قدراً حسناً، بكم هذا؟ قال بأربعة دراهم يا أمير المؤمنين. قال: فحَلَّهَا من إزاره فدفَعَهَا اِليه ثم انطلقَ. (البداية والنهاية : ۳/۱)

ابو غصین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ کپڑے والوں کے پاس آئے اور فرمانے لگے: کیا تمہارے پاس سنبلانی قمیص ہے؟

راوی کہتے ہیں اس نے نکالی تو وہ آدھی پنڈلی تک تھی، آپؓ نے اس کے دائیں بائیں دیکھا اور فرمانے لگے ناپ اچھا ہے؟ یہ کتنے کی ہے؟

اس نے جواب دیا: کہ امیر المؤمنین، چار درہم کی، پھر درہم اپنی لنگی سے نکال کر اسکو دیئے، اور چلے گئے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ کرتا نصف ساق تک ہونا چاہئے۔

چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: **اعلم انَّ الكسوةَ منها فرضٌ وهو ما يسترُ العورةَ ويدفع الحرَّ والبردَ والأولىٰ كونه من القُطْنِ أو الكتَّانِ أو الصوف على وِفَاقِ السُّنَّةِ بأن يكون ذيلُه لنصفِ ساقِه وكُمُّه لرؤسِ أصابعِه وفَمُه قدر شِبْرٍ.** (فصل في اللبس رد المحتار: ۳۵۱/۶)

کپڑے کی وہ مقدار پہننا فرض ہے جس سے اپنے ستر کو چھپائے، اور گرمی اور سردی کو دور کرے، بہتر تو یہ ہے کہ وہ روئی یا سَنْ، یا اون کا ہو، اور سنت کے مطابق ہو، اس کا دامن آدھی پنڈلی تک ہو، اور اس کی آستین انگلیوں کے سرے تک، اور آستین کا سرا ایک بالشت کا ہو۔

نیا کپڑا جمعہ کے دن پہننا

سمعت أنس بن ما لکؓ يقول : كان النبي ﷺ اذا استَجَدَّ ثوبًا لَبِسَهُ يومَ الجمعة. (أخلاق النبي لأبي الشيخ رقم:٢٥٧)

حضرت انسؓ سے میں نے سنا وہ فرماتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کو نیا کپڑا پہننا ہوتا تو آپ جمعہ کے دن پہنتے تھے۔

عن عبداللّه بن الحسن قال : كان لرسول اللّه ﷺ ثوبان يُنسجانِ في بني النَّجَّار وكان يختلفُ إليها يقول: عجِّلوا بهما علينا، نتجَمَّلُ بهما في الناس.

(أخلاق النبي لأبي الشيخ رقم:٢٥٦)

حضرت عبداللہ بن حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دو کپڑے بنونجار کے قبیلہ میں بنے جارہے تھے، آپ ان کے پاس آتے جاتے تھے، اور فرماتے کہ جلدی کرو، ان دونوں سے لوگوں میں ہم خوبصورتی حاصل کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا روئی کا کرتا پہننا

عن انس بن ما لکؓ قال : كان لرسول الله ﷺ قميصٌ قطنيٌ قصيرُ الطولِ، قصيرُ الكمَّينِ. (أخلاق النبى لأبي الشيخ رقم: ٢٤١)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ایک قمیص روئی کی تھی طولاً اس کی لمبائی کم اور آستین بھی چھوٹی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا اون کا کرتا پہننا

عن سهل بن سعد قال خِيطَتْ لرسولِ الله ﷺ جبةٌ من صوفِ أنمارٍ فلَبِسَها ؛ فمَا أُعْجِبَ بثوب ما أُعْجِبَ بِه، فجعلَ يَمَسُّهُ بيدِه هكذا ، ويقولُ انظروا ما أحسنَها ، وفي القومِ أعْرابِيٌّ ، فقال : يارسول الله هَبْهَا لي فخَلَعَها ، فدفعَها في يده ، قال: ثم أمر بِمثلِه أن يُحاكَ، وتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في المُحَاكَةِ. (أخلاق النبى لأبى الشيخ رقم : ٣١٩)

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے لئے لکیر دار کالے اور سفید دھاریوں والا

اون ایک کوٹ سیا گیا، آپ کو وہ بڑا پسند آیا، کوئی دوسرا کپڑا آپ کو اتنا پسند نہ آیا، آپ اپنے دست مبارک سے اس کو چھوتے، اور فرماتے جاتے، دیکھو! کتنا اچھا لگ رہا ہے، لوگوں میں ایک بدو بھی تھے، وہ کہنے لگے یارسول اللہ! یہ مجھ کو دیدیجئے، آپ نے اس کو نکالا اوران کو دیدیا، پھر آپ نے فرمایا: اسی طرح کا اور ایک کوٹ تیار کیا جائے، ابھی وہ کھڈی میں ہی تھا، کہ آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کرتے گول ہوا کرتے تھے

عن سلمة بن الأكوع قال: قلتُ يا رسولَ الله ﷺ إنِّي رجلٌ أَصِيدُ أفأُصَلِّي فِي القميصِ الواحدِ؟ قال: نعم! وَازْرُرْهُ ولو بِشَوكةٍ .

حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں شکاری ہوں کیا ایک کرتے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں ان پر گھنڈی لگالو اگرچہ کانٹے کی ہی صحیح۔ (ابوداود رقم: ۶۳۲)

اگر کرتے کے دونوں طرف چاک کیا ہوا ہوتا تو ستر نہ ہوتا، اور ران گھٹنا وغیرہ کھل جاتا، اور آنحضرت ﷺ اس کی اجازت نہ دیتے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے زمانے میں اسی طرح کی قمیصوں (کرتوں) کا رواج تھا۔

البتہ چوغوں میں (لبادہ) چاک ہوتی تھی، چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت ہے کہ آپ نے وضوء کے بعد اپنے چوغہ کو الٹا اور اس سے اپنے منھ کو پوچھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جیب کہاں ہوتا تھا

مولانا عبد الحی لکھنویؒ (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں: حضرت شیخ شرف الدین یحیی منیریؒ (جو وقت کے اجل علماء اور مشائخ میں سے تھے) کے ملفوظات میں بھی لکھا ہے: کہ کپڑے کا جیب بائیں جانب سینا سنت ہے اس واسطے کہ ہاتھ اس میں آسانی سے داخل ہوسکتا ہے۔

اور قرآن شریف میں حضرت موسی علیہ السلام کے متعلق وارد ہے کہ: وہ اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرتے تو وہ سفید ہوکر نکلتا۔

جو شخص مسلمانوں کی طرح اپنا لباس سینا چاہے، تو وہ اپنے کرتے میں جیب لگائے، اس کے بہت سے فائدے ہیں، وقت ضرورت کنگھی یا کوئی دوسری چیزیں اس میں رکھ سکتے ہیں، اور دایاں ہاتھ آسانی سے داخل کر سکتے ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ،،ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ،،یہ رسالہ اسی کتاب میں ہے)۔

سفید کپڑا پہننا افضل ہے

عن يحى بن يعمر حدثه أن أبا الأسود الدؤلي حدثه أن أبا ذر رضی حدثه قال : أتيت النبى ﷺ وعليه ثوب أبيض. (بخاري رقم : ۵۸۲۷)

حضرت ابوذر رضی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے

عن أبى قلابة قال: قال رسول الله: ﷺ إن من أحبِّ ثيابكم إلى الله البَيَاض فصلوا فيها وكفنوا فيها موتاكم . (الطبقات الكبرىٰ لا بن سعد: ۳۴۸/۱)

حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تمہارے کپڑوں میں سب سے پسندیدہ سفید کپڑے ہیں، اسی میں نماز پڑھو، اور اسی میں اپنے میتوں کو کفن دو۔

جلسوں اور مجلسوں میں عمدہ کپڑے پہنکر آنا سنت ہے

حضرت جندب بن مکیث رضی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس جب وفود آتے تو آپ اچھے کپڑے زیب تن فرماتے، اور اپنے بڑے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا جس دن کندہ کا وفد آیا تھا تو آپ یمنی جوڑے میں ملبوس تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اور حضرت عمر رضی پر بھی اسی قسم کا حلہ تھا۔ (ازابن سعد، حیاۃ الصحابہ:۸۳۴/۲)

دو کرتے ایک ساتھ

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: کہ رسول ﷺ عبداللہ بن اُبی کو اس کے گڑھے میں داخل کرنے کے بعد تشریف لائے، آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا؛ اس کو نکالا گیا، آپ ﷺ نے اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا، اور اپنا لعاب اس پر ڈالا، اور اپنی قمیص اس کو پہنائی۔ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ سفیان کہتے: رسول اللہ ﷺ دو قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! میرے والد کو آپ اپنی وہ قمیص پہنائیں جو آپ کے بدن مبارک سے لگی ہوئی ہے۔ (بخاری: ۱۳۵)

ہمارے علاقہ میں آج تک بعض بزرگ مجالس وغیرہ میں دو قمیصیں پہنکر تشریف لاتے ہیں، پیرنامبٹ (مدراس) میں خصوصی طور پر اس کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔

رگزین، اور چمڑے کا کوٹ یا کرتا شلوار پہننا جائز ہے

عن المغيرة بن شعبة قال: كان رسول الله ﷺ يصلي على الحصير والفَرُوة المدبوغة. (ابوداود برقم: ٦٥٦) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ حصیر اور دباغت دے ہوئے چمڑے پر نماز ادا فرماتے۔

علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں: **الفَرْوَةُ، لُبسٌ معروف، قيل باثبات الهاء وقيل بحذفها والجمع فِرَاء ....وهى جلود حيوانات تُدُبغ فتخيط، ويلبس بها الثياب فيلبسونها اتِّقَاء البّرْدِ، وقال الازهري: الجِلْدَةُ اذا لم يكُنْ عَلَيْهَا وَبُرٌ، ولاصوف لا تُسَمَّىٰ فروة.** (تاج العروس: ۲۲۵/۳۹)

الفروة مشہور لباس ہے، بعض نے بتایا کہ ھاء کے ساتھ ہے اور بعض نے ھاء کے حذف کے ساتھ بتایا ہے، حیوانات کے چمڑے ہوتے جسکو دباغت دیا جاتا ہے پھر اس کو سیا جاتا ہے، اور کپڑوں کی طرح اس کو پہنا جاتا ہے، سردی سے بچاؤ کے لئے اس کو استعمال کرتے ہیں۔

فقہاء کرام نے باب الطلاق اور باب الشہید میں چمڑے کے کوٹ تذکرہ کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چمڑے کا استعمال بطور قمیص، کوٹ وغیرہ درست ہے، چنانچہ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

ولو قال أنتِ طالقٌ إلَى الشِّتَاء فهي طالق واحدةٌ رجعيةٌ ؛بعدَ الاجْلِ كَمَافِي إلى الشهرِ ، وكَذلکَ لو قَالَ إلى الصَّيْفِ؛ ومعرفَةُ دخولِ الشِّتَاءِ بلبسِ أكثرِ الناسِ الفَرْوَ، والثوبَ المحشوَّ فِي ذلک الموضعِ. (المبسوط:۱۲۵/۶)

اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے: تجھ کو طلاق ہے سردی کے زمانہ تک، تو اس کو ایک طلاق رجعی مدت کے ختم ہونے کے بعد پڑ یگی۔ اسی طرح اگر کوئی کہتا ہے کہ تجھ کو طلاق ہے ایک مہینہ تک؛ اسی طرح اگر کہتا ہے گرمی کے زمانہ تک۔ سردی کے موسم کو پہچانا جائیگا جب کہ اکثر لوگ چمڑے کا لباس اور روئی سے بھرا ہوا لباس اس علاقہ میں پہننے لگیں۔

امام ابوبکر المرغینانیؒ لکھتے ہیں: ويُنزعُ عنه الفَروُ والحشوُ والقَلنسوةُ والخُفُّ لأنَّها ليستْ من جِنْس الكفن. (الهداية: ۹۳/۱ باب الشهيد) شہید سے چمڑے کا لباس اور کوٹ، ٹوپی اور چمڑے کے موزے نکال دے جائیں گے، کیونکہ وہ کفن کی جنس سے نہیں ہے۔

عالمگیریہ میں ہے: عن أبی حنيفة رحمه الله أنه قال : لا بأس بالفَرْوِ مِنَ السِّباع كُلِّهَا. (هندية: ۳۳۳/۵) امام صاحبؒ سے مروی ہے کہ کوئی حرج نہیں تمام درندوں کے چمڑوں سے کوٹ بنانا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث سے آپ ﷺ کا چمڑے پر نماز پڑھنا معلوم ہوا، جب نماز پڑھنا جائز ہے تو اس پر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ صاحب بنایہ نے ممانعت والی حدیث پر کلام کیا ہے۔

جب کرتا جائز ہے، تو شلوار مفلر ٹوپی وغیرہ بھی جائز ہے، رگزین بھی بلا اختلاف درست ہے۔

مکروہ لباس

لباس کی بعض صورتیں مکروہ ہیں یہ کراہت کبھی پہننے والے کی نیت سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی کپڑے کی وضع اور بناوٹ کی وجہ سے ایسا کپڑا لبس کا منشاء تکبر اور دوسرے کی تحقیر ہو مکروہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ پیو اور پہنو مگر اسراف اور تکبر نہ ہو مالم يخالطه اسراف ولا مخيلة۔ (ابن ماجہ: ۲۹۹/۲، مع تحقیق الاعظمی)

ٹخنہ سے نیچے

شریعت میں کپڑے کی کوئی خاص ساخت متعین نہیں کی گئی ہے اور مختلف علاقوں کے رواج نیز اشخاص کے ذوق کے لحاظ سے ڈیزائن میں تنوع کی گنجائش ہے؛ البتہ ان کے ساتھ چند باتیں ضروری ہیں: ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کرتا پائجامہ وغیرہ مردوں کا ٹخنے سے نیچے نہ ہو، اور بہتر تو یہ ہے کہ پائجامہ وغیرہ نصف پنڈلی تک ہو۔

حضرت انسؓ نے فرمایا: کہ تہبند نصف پنڈلی یا ٹخنے تک ہونی چاہئے، جو حصہ اس سے نیچے ہو اس میں خیر نہیں۔ (مجمع الزوائد: ۲۲/۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو حصہ ٹخنے سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے۔ (بخاری حدیث: ۵۷۸۷) بعض روایات میں تکبر کی قید ہے کہ جو شخص از راہ تکبر ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکائے رکھتا ہو اس کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ رحمت نہیں فرمائیں گے۔ (بخاری حدیث: ۵۷۸۸) حافظ ابن حجر کی امام شافعی سے یہ روایت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ تہبند کا نصف پنڈلی تک ہونا مستحب ہے، ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے، ٹخنوں سے نیچے از راہ تکبر مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی نیت نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے (فتح الباری: ۳۲۳/۱) اس طرح کی بات ہندیہ میں بھی ہے، ھندیہ: ۳۳۳/۵)

اسی طرح اگر کسی عذر کی بناء پر پائجامہ نیچے لٹکایا جائے مثلاً ٹخنوں میں زخم ہو جس پر مکھی لگ رہی ہو، اور اس سے بچنے کے لئے کپڑا لٹکانا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

آستین کہاں تک ہو؟

گذشتہ زمانے میں لوگ آستین بھی بہت طویل و عریض رکھتے تھے، اور یہ بھی اظہار ترفہ کا ایک ذریعہ تھا اسی لئے فقہاء نے ایسی آستین کو مستحب قرار دیا ہے جو گٹوں سے آگے نہ بڑھے۔ (شرح مھذب: ۳۴۲/۴) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ (مجمع الزوائد: ۱۲۱/۵) حافظ ابن قیمؒ نے ایسی آستین کو خلاف سنت اور متکبرین کا طریقہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے: کہ اس کا جواز محل نظر ہے۔ **وفی جوازها نظر** (زاد المعاد: ۱۴۰/۱)

مکروہ رنگ

کراہت کبھی رنگ کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے ، مردوں کے لئے زعفرانی لباس کے استعمال کو منع فرمایا ۔ (بخاری: ۵۸۴۶) اس لئے فقہاء شوافع کے نزدیک تو مردوں کے لئے زعفرانی لباس کا استعمال حرام ہے ۔ (شرح مھذب: ۳۳۹/۴) حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ، ایسا کپڑا مردوں کیلئے مکروہ ہے (دیکھئے ھندیہ: ۳۳۲/۵) سرخ رنگ کے کپڑے کا استعمال آپ ﷺ سے ثابت ہے ، حضرت براء بن عازبؓ نے آپ ﷺ کے سرخ حلہ زیب تن فرمانے کا ذکر کیا ہے ۔ (بخاری نمبر: ۵۸۴۸)

اس طرح کی اور روایتیں بھی منقول ہیں دوسری طرف آپ ﷺ نے سرخ زین یا زین کے اوپر سرخ چادر کے استعمال کو منع کیا ہے ۔ (بخاری نمبر: ۵۸۴۹) روایت کے اس اختلاف کی وجہ سے فقہاء کے یہاں بھی مردوں کے لئے سرخ رنگ کے استعمال کی بابت مختلف اقوال منقول ہیں حافظ ابن حجر نے کل سات اقوال نقل کئے ہیں ۔ (فتح الباری: ۳۱۹/۲۰)

حنابلہ کا رجحان کراہت کی طرف ہے ۔ (المغنی: ۵۸۶/۱) شوافع اور مالکیہ جواز کی طرف گئے ہیں ۔ (شرح مھذب: ۳۴۰/۴) حنفیہ سے دونوں طرح کا قول منقول ہے کراہت کا بھی اور جواز کا بھی لیکن حصکفیؒ کے بیان سے یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ خالص سرخ کپڑے کے استعمال میں کراہت تنزیہی ہے جن لوگوں نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ان کے نزدیک غالبا ایسا کپڑا مراد ہے جو خون یا کسی نجس چیز سے رنگا ہوا ہو ۔ (دیکھئے: درمختار و ردالمحتار: ۲۲۸/۵) راقم الحروف کو اس سلسلے میں حافظ ابن حجر کی رائے بہت اچھی لگتی ہے کہ:

میرے خیال میں ہر رنگ کا کپڑا پہننا درست ہے البتہ گہرے سرخ کپڑے کا پہننا اور اوپری کپڑے کا سرخ ہونا مجھے پسند نہیں کیونکہ یہ ہمارے زمانہ میں اہل مروت کا لباس نہیں اور اپنے زمانہ کی وضع کی رعایت تقاضۂ مروت ہے بشرطیکہ گناہ نہ ہو یا وراس کی مخالفت کرنے میں ایک گونہ شہرت کا پہلو پایا جاتا ہے ۔ (فتح الباری: ۳۱۹/۱۰)

مختلف رنگ

اس کے علاوہ دوسرے رنگوں کے کپڑے پہننے میں بھی حرج نہیں تنویر الابصار میں ہے لا باس بسائر الالوان۔ (درمختار علی ھامش الرد: ۲۲۸/۵) سفید کپڑے پہنو یہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ (نسائی: ۲۵۴/۲)

سیاہ کپڑا پہننا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فتح مکہ کے موقع سے دیکھا کہ آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا۔ (نسائی: ۲۵۴/۲)

حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے لئے ایک سیاہ چادر تیار کی تھی جسے آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا۔ (ابوداودنمبر: ۴۰ ۴) آپ ﷺ سے زرد کپڑا پہننا بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے: بخاری حدیث نمبر: ۵۸۵۰)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ پر دو زرد کپڑے دیکھے۔ (مجمع الزوائد: ۱۲۹/۵) سبز رنگ بھی ان رنگوں میں سے ہے، جو آپ ﷺ کو پسند تھا، شوکانی نے لکھا ہے کہ سبز رنگ کے مستحب ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ (نیل الاوطار: ۱۱۲/۲) چنانچہ حضرت ابورمثہؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ پر دو سبز چادریں دیکھیں۔ (ترمذی، حدیث: ۲۸۱۲) اور یعلی ابن امیہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو آپ ﷺ نے سبز چادر سے اضطباع کر رکھا تھا۔ (ترمذی، حدیث ۸۵۹) آنحضور ﷺ کو ایسے کپڑے بھی پسند تھے جو ڈوری والے ہوتے اس قسم کی چادر کو حبرۃ (ح پر زیر ب پر زبر) کہا جاتا تھا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ ہم آپ کو حبرۃ پہنائیں۔ (تیسیر الوصول: ۱۴۱/۴)

حضرت انسؓ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی ہی چادر میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے اس کے دونوں کھونٹ کو باندھ رکھا تھا۔ (مسند احمد: ۹۹/۳)

اس سے معلوم ہوا کہ منقش کپڑوں کا پہننا درست ہے بشرطیکہ عورتوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔

کپڑے پہننے کے آداب

لباس کے سنن وآداب میں سے یہ ہے کہ دائیں طرف سے کپڑا پہننے کا آغاز کیا جائے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہر (اچھے) کام کی دائیں سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری حدیث: ۵۹۲۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ (ترمذی، حدیث: ٦٦) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم پہنو یا وضو کرو تو دائیں سے شروع کرو۔ (الجامع الصغیر مع الفیض: ۴۳۶/۱۴)

یہ بھی مسنون ہے کہ آدمی کوئی بھی نیا کپڑا پہنے تو اس طرح دعاء کرے:

اللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ. (ابو داود حدیث: ۴۰۲۰)

اے اللہ! آپ کے لئے تعریف ہے آپ نے ہی مجھے یہ لباس پہنایا ہے میں اس کا خیر اور جس مقصد کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کا خیر طلب کرتا ہوں اور اس کا شر اور جس مقصد کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں بعض روایتوں میں یہ دعاء پڑھنا بھی منقول ہے: اَلْحمدُ لِلّٰهِ اَلَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ النَّاسِ۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا جس سے میں اپنے قابل ستر حصہ کو چھپاؤں اور لوگوں میں اس کے ذریعہ آراستہ ہوں۔

امام غزالیؒ نے اسی دعاء کو نقل کیا ہے اور علامہ عراقیؒ نے حاکم سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے (احیاء العلوم واتحاف السادۃ المتقین: ۲۵۵/۹) اسی طرح کپڑے اتارتے ہوئے بہتر ہے کہ بائیں طرف سے اتارے اس سلسلے میں علامہ عراقیؒ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ کا معمول بھی نقل کیا ہے۔ (اتحاف السادہ المتقین: ۲۵۶/۸)

عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا، اور شلوار بیٹھکر پہننا مستحب ہے۔ کبھی کبھی گریبان کھلا رکھنا سنت ہے، میرے حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ ہمیشہ اپنا گریبان کھلا رکھا کرتے تھے.

ضياء القلوب في لباس المحبوب

مؤلفہ

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت ۱۲٦۴ھ- وفات: ۱۳۰۴ھ)

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لباس کے متعلق ایک رسالہ فارسی زبان میں تحریر فرمایا ہے، پہلے اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، پھر اصل رسالہ۔

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ : پگڑی باندھنے میں سنت یہ ہے کہ وہ سفید رنگ کی ہو اس میں دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو، آنحضرت ﷺ کا عمامہ مبارک اکثر سفید ہوتا تھا، اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ بھی ہوتا، بعض علماء نے کہا ہے کہ جنگ اور غزوہ کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر کالی پگڑی ہوتی تھی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ خود کی وجہ سے (لوہے کی ٹوپی) عمامہ مبارک سخت سیاہ ہو جاتا ورنہ وہ سفید ہوتا تھا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ کبھی کبھی حضور ﷺ نے کالی پگڑی باندھی ہے۔

گھر میں آنحضرت ﷺ پگڑی سات گز یا آٹھ گز کی نقل کی گئی ہے، اور نماز کے وقت بارہ گز اور عیدیں اور جمعہ میں چودہ گز اور جنگ وجدال کے وقت پندرہ گز۔

اور متاخرین علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ بادشاہ وقاضی اور مفتی وفقیہ اور مشائخ ومجاہد اکتیس گز تک وقار اور رعب کے واسطے سر پر پگڑی باندھیں تو جائز ہے۔

اور پگڑی باندھنے میں سنت یہ کہ پگڑی لمبی ہو نہ کہ چوڑی اور پگڑی کی چوڑائی آدھے گز کی ہوگی اور اس کی لمبائی کم از کم سات گز ہوگی، ایک گز چوبیس انگلی کا جو چھ مٹھی کا ہوتا ہے سنت یہ ہے کہ پگڑی باوضو باندھے چہرہ قبلہ کی جانب کرلے اور کھڑے ہو کر باندھے، جب بھی کھولے پیچ پیچ اور گرہ گرہ کھولے ایک دفعہ میں نہ کھولے جس طرح پیچ در پیچ لپیٹا ہو، اسی طریقہ پر کھولے اور پگڑی باندھنے کے بعد آئینہ میں یا پانی میں یا اس جیسی چیز میں دیکھ کر درست کرلے۔

شملہ کا بیان

اور اُبش کے ساتھ عمامہ باندھے، (یعنی لغۃ امیروں کا بچا ہوا کھانا جس کو نوکر کھاتے ہیں) یہاں شملہ مراد ہے، اور شملہ میں اختلاف ہے اکثر وبیشتر آنحضرت ﷺ کی پیٹھ پیچھے شملہ ہوا کرتا تھا، اکثر دائیں جانب پر، اور بائیں جانب پر بدعت ہے، اسی طرح کہا گیا ہے۔ اور شملہ کی کم از کم مقدار چار انگلی ہے، اور اکثر مقدار ایک ہاتھ ہے اور لمبائی جو پیٹھ سے متجاوز ہو بدعت ہے، اور شملہ

کے چھوڑنے کو نماز کیساتھ خاص کرنا بھی سنت کے موافق نہیں ہے، اور شملہ کا چھوڑنا مستحب اور سنت زوائد میں سے ہے۔ اور اس سے ثواب اور فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ روضہ میں ہے کہ پگڑی کا شملہ چھوڑنا دو مونڈھوں کے درمیان مستحب ہے، اور شملے کا پیٹھ پیچھے چھوڑنا مستحب ہے، حضور ﷺ کبھی شملہ چھوڑا کرتے اور کبھی نہیں اور فقہا کے (نزدیک) ارسال شملہ پر بہت سے عقلی دلائل ہیں۔

اور اس کے چھوڑنے کو سنت مؤکدہ جانتے ہیں بعض علماء شملہ کو بائیں جانب ڈال دیتے ہیں اور اس کی سند قوی اور معتبر نہیں ہے، اگرچہ کہ بعض لوگ اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

جاہلوں کی طعنہ زنی اور مذاق کیوجہ سے متاخرین علماء پانچ نمازوں کے علاوہ شملہ نہیں چھوڑتے تھے۔ اور فتاوی حجۃ اور جامع میں لکھا ہے: کہ شملہ کا نہ چھوڑنا گناہ ہے اور دو رکعت شملہ کیساتھ بغیر شملے کے ستر رکعتوں سے افضل ہے۔

اقسام شملہ

شملہ چھ قسم پر ہے: قاضی کیلئے پینتیس (۳۵) انگلی کے برابر۔ خطیب کیلئے اکیس (۲۱) انگلی کے برابر۔ عالم کیلئے ستائیس (۲۷) انگلی کے برابر۔ طالب علم کیلئے دس (۱۰) انگلی کے برابر۔ اور عام آدمی کیلئے چار (۴) انگلی کے برابر۔

پگڑی کو بیٹھ کر نہ باندھے اور پائجامہ کو کھڑے ہو کر نہ پہنے، جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو بیٹھ کر پگڑی باندھے یا کھڑے ہو کر پائجامہ پہنے اللہ اس کو لا علاج مصیبت میں مبتلا فرما دیتے ہیں اگر معذور یا اپاہج اور بیمار ہو تو جائز اور درست ہے۔

بعض معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسا شخص جو اپنے آپ کو اکثر اوقات سیاہ اور سبز لباس سے مشہور کرنا چاہتا ہو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ اور ممنوع ہے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیاوی نام و نمود کا کپڑا پہنے اللہ اس کو قیامت کے دن رسوائی کا کپڑا پہنائیں گے کبھی کبھی ہو تو منع نہیں، بہترین لباس سفید ہے؛ کالی اور ہری پگڑی، اور کالے لباس اور کالی یا ہری چادر میں بادشاہوں کے گھر جانا منع ہے۔

ٹوپی کی تفصیل

ٹوپی کی دو قسمیں ہیں، ایک لاطیہ دوسری ناشرہ۔

لاطیہ اس کو کہتے ہیں جو سر سے متصل رہے اور حضور ﷺ نے سر مبارک پر اس کو پہنا ہے، ناشرہ وہ ہے جو سر سے متصل نہ رہے بلکہ سر سے بلند رہے اس کو سیاہ طاقیہ کہتے ہیں (ایک قسم کی ٹوپی ہے) اس کو آنحضرت ﷺ اپنے سر مبارک پر بہت کم پہنا کرتے تھے۔

جس کو بعض مشائخ سر پر پہنتے ہیں وہ بھی جائز ہے۔ اور آپ ﷺ کا عمامہ گول حلقہ گنبد نما تھا، چنانچہ علماء اور شریف لوگ اسی طریقہ سے باندھتے ہیں۔

قمیص کا بیان

حضور ﷺ اکثر قمیص پہنتے تھے اور حلہ سے مراد دو چادریں (دو کپڑے) یعنی دو نئی سرخ (چادر) جس میں سرخی ہو۔ اور حمراء سے مراد یہ نہیں ہے کہ خالص لال ہو جس سے منع کیا گیا ہے، اور جس کو جلا دینے کا حکم دیا ہے، جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ کفر کا لباس ہے بس اسے مت پہنو۔ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے اعلی درجہ کے کپڑے پہنتے اور آپ نے فرمایا اگر اچھے اور خوبصورت کپڑے اظہار نعمت کے واسطے پہنے تو ثواب ہے اور اگر تکبر اور ناموری کے واسطے پہنے تو باعث عذاب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خوبصورت کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ تکبر نہ کرے، اور مجموع النوازل میں ہے کہ حضور ﷺ ایک دن نکلے اور آپ پر ایک چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم کی تھی۔ ایک بار نماز کیطرف بڑھے اور جسم مبارک پر چار سو درہم کی چادر تھی۔

امام ابوحنیفہؒ ایسی چادر اوڑھتے تھے جس کی قیمت چار سو دینار ہوتی تھی، اپنے طلبہ سے کہتے جب تم اپنے وطن لوٹو صاف ستھرے کپڑے کو لازم کرلو۔

اور آنحضرت ﷺ نے منقش اور کالا کپڑا بھی پہنا ہے، جس کے کناروں کو باریک ریشم سے سیا گیا تھا، اور قنیہ میں لکھا ہے: کہ طویل پگڑی باندھنا اور کشادہ کپڑا پہننا فقہاء کا حق ہے جو دین کے بڑے

ہیں، بس بہرحال قاعدہ کلیہ کپڑا اور اس کے علاوہ کو پہننے میں یہ ہے کہ ایسے ناجائز طریقے سے نہ ہو کہ جس کی وجہ سے فرض نماز اور نفل قبول نہ ہو ہے۔

اور کپڑے میں بہتر یہ ہے کہ اوسط درجہ کپڑا پہنے نہ انتہائی اعلیٰ درجہ کا اور نہ انتہائی گھٹیا درجہ کا، اعلی قسم کا کپڑا دو مرتبہ سے زیادہ آنحضرت ﷺ نے نہیں پہنا ہے۔

ایک مرتبہ نجاشی یعنی حبشہ کے بادشاہ نے بطور ہدیہ آنجناب کی خدمت میں بھیجا تھا اور اس کو حضور ﷺ نے پہن کر حضرت جعفر طیار کو ہبہ کر دیا۔ اور دوسری مرتبہ یمن سے اعلی اقسم کے ہدیے پہونچے اس کو پہن کر دحیہ کلبیؓ کو آپ نے دیدئے۔

جیب کا بیان

یعنی گریبان کپڑا کے بائیں بغل کے جانب سلا ہوا ہوتا ہے پھندنا باندھنا دائیں بغل کی جانب ہوتا تھا جیسا کہ اس زمانہ میں معروف ومشہور ہے۔

روضہ المعانی اور زادالفقہاء میں جو کہ امام نوویؒ کی صحیح تصنیف ہے اس میں بھی یہی طریقہ ہے کہ کرتے کا گریبان کا اگلا حصہ دائیں جانب ہوگا۔

اور روضہ میں لکھا ہے کہ زمانہ گذشتہ میں جب مجاہدین کافروں سے جنگ کیلئے جاتے اور فرصت کا موقع پاتے تو روٹی اور چھوارے وغیرہ ماکولات کو جیب اور گریبان میں ڈالکر راستے میں چلتے، اور گھوڑے کے لگام کو پکڑ کر روٹی کا ایک ایک لقمہ چھوارے کیساتھ دائیں ہاتھ سے نکالکر کھاتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور بنی عباس کے زمانہ میں اسی قسم کا گریبان ہوا کرتا تھا اور اس کو بدعت محدثہ کہنا ناسمجھی کیوجہ سے ہے۔ بخارا میں اہل علم وفضیلت نسخوں اور کتابوں کے تراشے جیب اور گریبان میں محفوظ کر لیتے تھے، اور راستے میں بغل اور گریبان سے نکال کر مطالعہ کرتے ہوئے راستہ طے کرتے۔

اور بادشاہوں اور علمائے دین واہل یقین کی مجلسوں میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد برکۃً تبرکاً توشہ بغل اور گریبان میں محفوظ کر لیا کرتے تاکہ ہر خاص وعام آدمی جوان کے گھر آئے اس کو

دیدیں، نیز اس میں رومال اور پیسے کو حفاظت سے رکھتے، یہ تمام استعمالات دائیں گریباں کے اگلے حصے پر درست ہیں۔

اگر کرتے کے گریبان کا منہ بائیں جانب پر ہو، تو دائیں ہاتھ داخل ہوسکتا ہے لیکن اس میں بہت تکلیف ہوتی ہے بائیں جانب گریبان کا منہ کر لینا جو کہ آتش پرستوں اور مجوسیوں کا طریقہ ہے منع ہے۔

بادشاہ اور قاضی کو چاہئے کہ اس طریقے سے کہ گریبان کا منہ بائیں جانب کرنے والوں کو منع کرے اور ان کے ساتھ سختی کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں ایک شخص گواہی کے واسطے عدالت میں آیا ہوا تھا جس کے گریبان کا منہ اور اس کا پھندنا باندھنا بائیں جانب تھا؛ قاضی صاحب نے اس کی گواہی کو رد فرمادی، حضرت شیخ شرف الدین یحی منیریؒ (جو وقت کے اجل علماء و مشائخ میں سے تھے) کے اکانوے ملفوظات میں بھی لکھا ہے کہ کپڑے کا گریبان بائیں جانب کے مقابل دائیں جانب سے سینا سنت ہے اس واسطے کہ ہاتھ اس میں آسانی سے داخل ہوسکتا ہے۔

اور قرآن شریف میں حضرت موسی علیہ السلام کے تذکرے میں آیا ہے، کہ ان کو اللہ نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو گریبان میں داخل کر و سفید ہو کر نکلے گا۔ جو شخص اہل اسلام کا لباس سینا جانتا ہو تو جیب کیساتھ سی لے، جس کے بہت سے فائدے ہیں تا کہ بوقت ضرورت کنگھی یا کوئی دوسری چیزیں رکھ لے اور دایاں ہاتھ داخل کر سکے، عرب میں قصب الجیب (خطوط کو لپیٹ کر چھوٹے کپڑے میں رکھ کر اپنے جیب کی تھیلی میں ڈالنے) کا استعمال دائیں ہاتھ پر ہے۔

لباس پہننے کا طریقہ

کپڑا اور پوشاک اور جبہ پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں ہاتھ داخل کرے، پھر بایاں ہاتھ داخل کرے چادر اور کملی کو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر ڈالے جیسا کہ عادت ہے۔

اور کفن کو بھی اس طریقہ پر کرے اس لئے کہ کفن زندہ کے چادر کملی کا حکم رکھتا ہے۔ یہ طریقہ

کتب فقہ میں لکھا ہوا ہے اور جو لوگ کرتے کو چادر اور کملی کے اوڑھنے پر کرتے کو قیاس کر کے عمل کرتے ہیں مخالف شریعت اور بدعت کو رواج دیدیتے ہیں؛ اس طریقے سے پرہیز کریں تاکہ ثواب ملے سزا نہ ملے، اور پوشاک اور جبہ اور آستین کی پھٹن کشادہ رکھنا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مشائخ کی سنت ہے اس واسطے کہ وضو کرتے وقت اور کام کرنے کے وقت لپیٹنے میں آسان ہوگی، اگر مصلیٰ یا کوئی اور دوسری چیزیں آستین میں رکھنا چاہئے تو رکھ سکتے اور دامن کا کنارہ اور آستین کا سر سینا سنت ہے۔

اور صحابہ اور تابعین کہ پوشاک اور جبہ کو کشادہ رکھتے تھے اس واسطے کہ ان کی ذات بابرکت محنت ومجاہدہ اور صیام وقیام میں بہت کمزور اور نازک ہوگئی تھی؛ لہذا رعب ووقار کیلئے پہنتے تھے تاکہ کافرین ومشرکین کی نظر میں حقیر نہ ہوجائیں اور یہ عمل خواہش نفس کی وجہ سے نہیں بلکہ سنت کو رواج دینے اور استقامت کیواسطے تھا۔

قبا کی وضاحت

قبا اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کا گریبان لمبا ہو اور یہ عرب وعجم پہنتے ہیں اسکے گریبان کا اگلا حصہ اور اس کا پھندنا لگانا دائیں جانب پر تھا، اور رومی جبہ جسکی آستین تنگ ہوتی تھی اسکو بھی آپ ﷺ نے پہنا ہے اور وضو کے وقت دست مبارک آستین سے نکالتے یعنی جبہ اتنا تنگ ہوتا کہ آستین سے ہاتھ نکالے بغیر اس کا دھونا ممکن نہ ہوتا۔

اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اس کو سفر میں پہنا کرتے تھے اور اس پر اتفاق ہے کہ کبھی جبہ اور قبا گھنڈی دار پہنتے اور قبا کو گھنڈی دار سلاتے، جیسا گھنڈی لگانا اس دیار میں بہت مشہور ومعروف ہیں، اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قمیص کی جیب سینہ مبارک پر ہوتی تھی جیسا کہ بہت سی حدیثیں اسپر دلالت کرتیں ہیں اور محدثین اس کی تحقیق فرما چکے ہیں اور عرب کے تمام دیار کا عرف سلف صالحین سے لیکر متاخرین تک ابتداء مغرب سے انتہا تک اس پر ہوگیا ہے۔ اور بعض لوگ جنہیں سنت کا علم نہیں ہے گمان کر چکے ہیں کہ قمیص کا گریبان سینہ پر بدعت ہے جبکہ عجم کے بعض

دیار میں سینہ پر گریبان عورتوں کی عادت ہوگئی تھی، بعض فقہاء نے اس کے مکروہ ہونے کا حکم لگایا ہے بوجہ تشبہ بالنساء کے اور کوئی شک نہیں ہے کہ یہ نئی عادت ہے اور تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کرتے کا گریبان سینہ پر تھا۔ آنحضرت ﷺ کے گریبان کے برعکس فقہاء نے دونوں مونڈھوں پر گریبان کی پھٹن متعین کیا ہے۔ اس مسئلہ کو میں مشکوۃ کے ترجمہ اور عربی شرح میں واضح طور پر لکھ چکا ہوں۔ ہوسکتا کبھی آنحضرت ﷺ کے مونڈھوں پر گریبان رہا ہو جس کی سند فقہاء کو پہنچی ہوگی۔

بہرحال علمائے حدیث کے مطابق سند قوی سے وہ ثابت نہیں ہے، اور گدڑی روئی دار چغہ علماء و مشائخ و صلحاء نے پہنا ہے اگرچہ کہ قوی سند اس مسئلہ میں نہیں ہے۔

اور حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں یہ لباس نہیں تھا اگر کوئی پہنتا ہے تو مباح ہے اور کہتے ہیں کہ مُوجِد فرجی (گدڑی) فرعون ہے، اور یہ معتبر کتابوں میں نہ دیکھا گیا ہے اور نہ ثابت ہے، چاہیئے کہ نماز کے وقت اس کے آستین درست کرلیں اور نیچے نہ چھوڑیں جو کہ مکروہ ہے۔

تہ بند کا بیان

آپ ﷺ کا تہبند ناف کے بالائی حصہ سے دونوں مبارک ٹخنوں کے اوپر تک رہتا تھا اور یہ مقدار سنت ہے، اور ناف سے لیکر گھٹنوں تک چھپانا فرض ہے،

اور بعض لوگوں نے ناف کو ستر عورت میں شمار نہیں کیا ہے اس لئے کہ حضرت حسینؓ کی ناف مبارک آپ ﷺ نے نہیں ڈھانکا تھا اور اسی قیاس پر پاجامہ ہے جو عجم میں مشہور ہے اور اس کو شلوار کہتے ہیں، حضور کے تہ بند کے بقدر جائز ہوگا، اور اگر ٹخنوں سے نیچے دو یا تین سلوٹ واقع ہوجائے تو بدعت اور گناہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا اللہ تعالی روز قیامت اس شخص پر نظر عنایت نہیں کریں گے جس نے اپنے تہبند کو گھسیٹا تفاخر کے طور پر، یعنی نظر رحمت نہیں کریں گے، قیامت کے دن اس شخص کی طرف جس نے اپنی تہ بند کو لٹکائے رکھا، تکبر اور فضول خرچی اور نعمت خداوندی کے بالمقابل سرکشی کے طور پر اور اس قید سے معلوم ہوگیا کہ تکبر کے طور پر نہ ہو، بوجہ عذر ہو مثلاً بیماری یا سردی ہو تو مکروہ نہ ہوگا۔

اور فقہاء کے نزدیک وہ تہ بند جو کہ ٹخنہ کے نیچے اترا ہوا ہو حرام ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنی تہ بند کو از راہ تکبر لٹکائے رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر شفقت نہیں فرمائیں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا جو تہ بند دونوں ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہے۔

آستین کا بیان

آپ ﷺ کے کرتے اور کپڑے اور قبا اور جبہ کی آستین سردی اور گرمی کے موسم کی رعایت کے مطابق کبھی دست مبارک کے گٹوں تک ہوتی تھی اور کبھی انگلیوں کے سر مبارک تک۔ اور آں حضرت ﷺ کا کرتا بغیر چاک کے ہوتا تھا، (یعنی گول) آپ کا کپڑا اور قبا بغیر کلی کے زیادہ تر ہوتا تھا، اور علماء متاخرین اس باب میں لا باس بہ کہتے ہیں۔

ریشمی لباس کا حکم

ریشمی لباس کا پہننا خاص طور پر مردوں کیلئے حرام ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے صراحتاً فرمایا ہے: کہ جس نے ریشمی کپڑا دنیا میں نہیں پہنا اس کو اللہ قیامت کے دن ریشمی لباس پہنائیں گے، اور آپ ﷺ نے چار انگلی کے برابر ریشم کی اجازت دی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ریشم پہننے سے مگر دو یا تین یا چار انگلی کے برابر۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے ریشم کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیا، اور سونے کو بائیں ہاتھ میں لیا، پھر فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہے، اور ریشمی لباس خاص طور پر مردوں اور بچوں کو پہننا حرام ہے مگر عورتوں اور بچیوں کے واسطے جائز ہے، جہاد اور جوؤں کو دور کرنے کے واسطے ریشمی لباس پہننا جائز ہے، اور اگر مرکب دواؤں میں ریشم ملائے اور کھالے تو جائز ہے

اور ریشمی لباس حضرت زبیر بن العوامؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ پر آپ ﷺ مباح فرما چکے تھے، اس وجہ سے کہ یہ دونوں جوؤں کی وجہ سے خارش میں مبتلا ہو گئے تھے اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ ریشمی لباس پہننا حرام ہے، مگر کسی اور مصلحت کی وجہ سے جائز ہے اور یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے ۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور ہدایہ میں صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں ہے ریشم یا مخلوط ریشم جنگ میں صاحبین کے نزدیک پہننا جائز ہے اس لئے کہ وہ خاص طور پر ہتھیار کی سختی کو روکنے والا اور دشمن کی نگاہ میں ہیبت کو پیدا کرنیوالا ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

اور ضرورت مخلوط ریشم سے پوری ہو جاتی ہے، کیونکہ صاحبینؒ کہتے ہیں خالص ریشم تلوار کی مار کو روکنے والا ہے۔ اور کسم سے اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کا لباس حرام ہے۔ اور علماء کا کسم سے رنگے ہوئے کپڑوں میں اختلاف ہے بعض اس کو مطلق حرام قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جو کپڑا بننے کے بعد رنگا گیا ہو وہ حرام ہے، ورنہ مباح ہے اور بعض نے کہا اس کی بو اس سے ختم ہو چکی ہو تو مباح ہے ورنہ حرام ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مجلسوں اور محفلوں میں پہننا مکروہ ہے اگر گھر میں پہنے تو درست ہے، مذہب مختار یہ ہے کہ اس کیساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور نیز لال رنگ کا کپڑا جسے کسم سے رنگا نہ گیا ہو تو علماء کا اختلاف ہے۔

قاسمؒ جو علماء متاخرین مصر کے بڑے عالم ہیں تحقیق کے بعد فتوی دے چکے ہیں رنگ کی وجہ سے حرام ہے پس ہر لال رنگ حرام ہوگا۔

آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ایک ریشمی یا اونی، یا سن کی چادر نہایت باریک کپڑے کی تھی۔

اور قاموس میں لکھا ہے کہ: مرط مرجل میم کے کسرہ کے ساتھ اور را کے سکون کیساتھ بالوں کی چادر یا ریشم کی چادر کو کہتے ہیں۔

اور نہایہ میں لکھا ہے مرط ریشم کا ہوتا ہے اور خز بھی اس سے ہوتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل وتشریح مشکوۃ کے ترجمہ میں لکھ چکا ہوں، ملاحظہ فرمالیں۔

موزہ کا بیان

موزے کا سیاہ رہنا سنت ہے اور پیلا رنگ کے موزے کی رخصت ہے اور لال رنگ بدعت ہے، نجاشی نے آپ ﷺ کو بطور ہدیہ دو کالے سادہ موزہ بھیجے، اور آپ ﷺ نے ان کو پہنا اور وضو فرمایا، اور ان دونوں پر مسح کیا، موزے پر مسح آپ ﷺ کی سنت ثابت شدہ ہے اور موزے پر مسح کو نہیں چھوڑا کرتے مگر بدعتی اور گمراہ۔

موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ طہارت کاملہ پر پہنا ہو یعنی تیمّم کرنے والا اور معذور نہ ہو کیونکہ ان لوگوں کی طہارت ناقص ہے۔

اگر کوئی مسلمان پہلے پیر دھو کے اور موزہ پہن لے پھر اس کے بعد وضو مکمل کرے تو حدث کے بعد موزہ پر مسح جائز ہے، اور جورب (وہ چمڑا جسے موزہ کی حفاظت کیلئے پہنتے ہیں) پہننا جائز ہے ، وہ موزے کا حکم رکھتا ہے۔

اور چپل پہننا سنت ہے، حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا حضرت انس بن مالکؓ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ کا جوتا مبارک کیسا ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا: اس کے دو تسمے تھے۔ قبال اس تسمہ کو کہتے ہیں جو انگلیوں کے درمیان ہوتا تھا۔

نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ تنگ دستی کے ایام میں ننگے پیر چلے ہیں، اور نبوت کی ابتدا سے مرض الموت تک ننگے پیر نہیں چلے ہیں؛ مگر کعبہ کے صحن میں یا عبادت کی جگہ میں اور بعض معزز نیک لوگ ننگے پیر گلی اور بازاروں میں چلتے ہیں یہ خلاف سنت ہے، اور اگر جنگل میں ہوں یا بطور عاجزی وتواضع کے چلا کرے تو جائز ہے؛ یا محتاجگی وتنگدستی کیوجہ سے اور سہولت نہ ہو تو بھی جائز ہے۔

کمر پر بیلٹ باندھنا کیا ہے؟

آپ ﷺ کا کمر پر پٹکا باندھنے میں اختلاف ہے اور قمیص پر پٹکا باندھنا مکروہ ہے، آپ ﷺ نے نہیں باندھا ہے سفر اور جنگ وغزوہ میں کمر بند باندھنا ممنوع نہیں ہے، چاہے کپڑے پر ہو یا پوشاک پر۔ روضہ میں ہے: کہ جو شخص کپڑا کاٹے یا پہنے تو یہ دن برکت والے ہیں، جیسا کہ حد

یث میں ہے: کہ جو شخص کپڑے کو کاٹے اتوار کے دن تو اس کو غم گھیر لیگا اور وہ کپڑا با برکت نہ ہوگا۔ اور جو پیر کے دن کپڑا کاٹے وہ با برکت ہوگا۔ اور جو منگل کو کاٹے چور اس کو چرا لے گا؛ یا اس کو پانی ڈبو دیگا یا آگ اس کو جلا ڈالے گی، اور جو بدھ کو کاٹے رزق اس کا وسیع ہو جائیگا؛ اور مصیبت اس پر نازل نہ ہوگی۔ اور جو جمعرات کو کاٹے اللہ اس کو علم عطا فرمائیں گے؛ اور اس کی رزق میں کشائش فرمائیں گے اور وہ لوگوں کے نزدیک معزز ہوگا۔ اور جو جمعہ کے دن کاٹے اللہ اس کی عمر دراز فرمائیں گے اور اس کی دولت میں فراوانی فرمائیں گے۔ اور جو ہفتہ کے دن کاٹے ہمیشہ بیمار رہیگا جب تک کپڑا اس کے بدن پر رہے۔

اور زاد المتورعین میں مرقوم ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا قول ہے، حدیث سے ثابت نہیں ہے، بہر حال حدیث میں اتنا ہی ہے کہ نیا کپڑا جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن نماز جمعہ کی نیت سے پہنے، اور عید میں سہولت ہو تو نیا کپڑا پہنے، اس سے برکت اور بزرگی اور وسعت ہوگی۔

اور سنت ہے کہ جب بھی نیا کپڑا پہنے تو افضل یہ ہے کہ اس کپڑے پہننے والے کو دعا دے، کہ اللہ اس کو اپنے فضل اور مہربانی اور نوازش سے برکت اور سرداری نصیب فرمائے۔

اور روضہ میں ہے کہ جب نیا کپڑا پہنے تو دس مرتبہ انا انزلنا کی سورۃ پڑھے، اور پانی میں پھونکے اور اس پانی کو کپڑے پر چھڑکے برکت ہوگی، اور کپڑا نماز کی نیت سے پہنے اور پہننے کے بعد خدا کا شکر کرے، اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذى كساني ما اُوَارِيْ بِه عَوْرَتِي وَاَتَجَمَّلُ به في حياتي، الحمدُ للّٰه الذي كسَانِي هذ الثوبَ ورزَقَنِيْهِ من غيرِ حولٍ ولا قوةٍ، الحمد لله بنعمتِهِ تتم الصالحات وبرحمته تَصلحُ المفسداتُ وتنزل البركاتُ.

کپڑا اگر دن میں پہونچنے سے پہلے اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے، اور سنت ہے کہ جس وقت جسم سے کپڑا نکالے اور اس کو لپیٹے اور تہہ کرلے تو کپڑے کی حفاظت کرے ورنہ شیطان اس کو پہن لیتا ہے

اور موزے کو خوب حفاظت سے رکھے، نیا لباس اور نیا موزہ پہنتے وقت تین مرتبہ یا سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے؛ تو پہننے والے کو سربلندی حاصل ہوگی، اور صحت وعافیت کے ساتھ رہیگا، اور بیماری سے چھٹکارہ نصیب ہوگا اگر بیمار ہو تو اچھا ہو جائیگا، اگر مقروض ہو تو قرض ادا ہو جائیگا، اور جلد دوسرا نیا کپڑا نصیب ہوگا۔

چاہئے کہ پرانا کپڑا تنگدست اور ضرورت مند کو دیدے، یا اپنے رشتہ داروں کو دیدے اگر حقدار ہوں کہ اس میں بہت ثواب ہے اور بے شمار نیکی ہے، الحمد لله رب العالمين والصلوة على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين رساله ضياء القلوب فى لباس المحبوب مکمل ہوا۔

رسالہ ضیاء القلوب بزبان فارسی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ : دربستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بود وگاہے دستار سیاہ واحیانا سبز بعضے گفتہ اند در وقت جنگ وغزا بر سر مبارک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دستار سیاہ بودہ وبعضے گفتہ اند کہ از سبب مغفر یعنی خود رنگ دستار مبارک سیاہ تیرہ شدہ بود۔ والا آن دستار مبارک سپید بود فاما مقررست کہ گاہ گاہے دستار سیاہ رنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستہ اند،

ودستار خانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفت گز یا ہشت گز گفتہ اند ووقت نماز ہر پنجوقت دوازدہ (۱۲) گز ودر عیدین وجمعہ چہاردہ گز ووقت جنگ وحرب پانزدہ گز۔

وعلمائے متاخرین تجویز کردہ اند کہ سلطان وقاضی ومفتی وفقیہہ ومشائخ وغازی تاسی ویک (۳۱) گز دستار بر سر بند وجائز است برائے وقار تمکین دور دستار بستن سنت آنست کہ دستار دراز باشد نہ عریض وعرض دستار نیم گز باشد یا کسرے کم وزیادہ درین قصور واقل درازی آن ہفت گز باشد۔

وگزے بست ۲۴ وچہار انگشت کہ شش قبضہ باشد وسنت است آنست کہ دستار باطہارت بند دو روئے جانب قبلہ کند وایستادہ بند دد؛ ہر گہ کشاید کور کور وعقد وعقد کشاید وبیک دفعہ نکشاید چنانچہ پیچ در پیچ دادہ است باز ہمان طریق کشاید وبعد از بستن در آئینہ یا آب ومانند آن دیدہ راست کند، فش بند د یعنی باشملہ

ودر شملہ اختلاف است اکثر واغلب اوقات پس پشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شملہ بودے واحیانا بر جانب راست، وبر جانب چپ بدعت است؛ کذا قیل۔ واقل مقدار شملہ چہار انگشت است، واکثر یکدست وتطویل متجاوز از ظہر بدعت است، وتخصیص ارسال شملہ بوقت نماز نیز موافق سنت نیست، وارسال شملہ مستحب واز سنن زوائد است؛ وبر ترک آن املے وآساءتے نیست، اگرچہ در فعل

آن ثوابے وفضیلتے باشد۔ فی الروضة ارسال ذنب العمامة بین الکتفین مندوب وفر وگذاشتن شملہ پس پشت مستحب است، وسنت موکدہ نیست۔ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاہ شملہ عمامہ میں گذاشتہ اند، وگاہے نہ، وفقہا رابرارسال شملہ براہین قیاسی بسیار است۔

وارسال آنرا سنت مؤکدہ دانند، بعضے شملہ را جانب چپ نابدارندہ، وسند این قوی ومعتبر نیست اگرچہ بعضے درین نوشتہ اند وعلمائے متاخرین سوائے پنچگانہ شملہ را ارسال نہ دارند از برائے طعن وتمسخر جہال زمانہ۔ ودر فتاوی حجۃ وجامع می آرد: **ترک الذنب ذنب؛ والرکعتان من الذنب افضل من سبعین رکعته بغیر ذنب والذنب ستة انواع ؛للقاضی خمس وثلثون (۳۵)اصاب؛وللخطیب احدی وعشرون (۲۱)اصابع؛ وللعالم سبع وعشرون (۲۷) اصابع :وللمتعلم عشر (۱۰)اصابع.وللعامی اربع (۴)اصابع.**

ودستار را نشستہ نہ بندد وازار را استادہ بنوشد، چنانچہ درخبر است: قال صلی الله علیه وسلم من تعمم قاعدا اوتسرول قائما ابتلاه الله تعالی ببلاء لا دواء له۔

اگر معذور باشد بازمن وبیمار باشد جائز وروا است۔ ودر بعضے کتب معتبرہ نوشتہ اند شخصے کہ خود را اکثر اوقات بلباس سیاہ وسبز مشہور بگرداند مکروہ وممنوع است۔

چنانچہ گفت ابن عمرؓ کہ گفت **رسول الله صلی الله علیه وسلم ”من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه الله تعالی ثوب مذلة یوم القیمة“** واحیانا اگر باشد مانع نیست، وبہترین لباس سفید است وبدستار سیاہ وسبز وپائجامہ وپیراہن ورداء سیاہ وسبز بخانہ ملوک نرود کہ ممنوع است۔

وکلاہ ہر دونوع است: یکے لاطیہ، دوئم ناشرہ، لاطیہ آن را گویند کہ بسر متصل باشد وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برسر مبارک نہادہ۔ وناشرہ آنست کہ متصل بسر نباشد بلکہ افراشتہ باشد۔ وآن طاقیہ سیاہ است ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کمتر برسر مبارک نہادہ۔ وبعضے مشائخ برسر می نہند جائز است۔

وعمامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرد بود وگبیدی چنانچہ علماء وشرفاء بآن دستور می بندند۔ وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قمیص بوشیدہ اند، وحلہ عبارت است از جامہ یعنی دونوع کمبراء آن خطوط

سرخ کہ دران بود، ومراد بحمراء آن نیست کہ سرخ خالص باشد۔ چہ سرخ خالص منہی عنہ است بسوختن فرموداست "ان ھذا لباس الکفر فلا تلبسھا" وابن عباس رضی اللہ عنہما گفت پیغامبررا صلی اللہ علیہ وسلم کہ بہترین حلہا پوشیدہ وفرمودہ اگر جامہ تجمل وزیبا پوشد برائے اظہار نعمت حق مثاب است۔ واگر برائے تکبر وافتخار پوشد معاقب است۔ وفی الخلاصۃ "لا باس بلبس الثیاب الجمیلۃ اذا کان لا یتکبر"

وفی مجموع النوازل خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم وعلیہ ردآء قیمتہ الف درھم وزنا وقام الی اصلاۃ وعلیہ ردآء قیمۃ لفقھاء اربعمأتہ درھم وابو حنیفہ کان یرتدی برداء قیمتہ اربعمائۃ دینار وکان یقول لتلامیذہ اذا رجعتم الی اوطانکم علیکم بالثیاب النقیۃ.

وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامہ معلم ونیز جامہ سیاہ پوستین کہ اطراف آن بسندش دوختہ بودند پوشیدہ اند۔ وفی القتیہ لف العمامۃ الطویلۃ ولبس الثیاب الواسعۃ حسن حتی الذین ھم اعلام الھدی دون النساء۔ فاما اصل در پوشیدن جامہ وغیرہ آنست کہ از واجہ حرام نباشد کہ نماز فریضہ ونفل

قبول نیست وافضل درجامہ ان یلبس ثوبا وسطا لا جید غایۃ ولا ردی غایتہ وجامہ کہ در خلق متعارف است ومشہور بیش از دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نپوشیدہ اند یکمرتبہ نجاشی یعنی بادشاہ حبش بطریق ہدیہ بجناب عالی ارسال داشتہ بود، آنرا پوشیدہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ بخشیدند۔ ومرتبہ ثانی از بانجف وہدایا یمن آمدہ بود، آنرا پوشیدہ بدحیہ کلبی رضی اللہ عنہ دادند۔

وجیب یعنی گریبان جامہ درجانب بغل چپ دوختہ بودند، علاقہ بستن بغل راست بود چنانچہ درین زمانہ معمول ومشہور است۔

ودر روضۃ المعانی وزاد الفقہاء کہ تصنیف صحیح امام نودی است نیز بہمین دستور است کہ روے گریبان جامہ طرف راست بود۔ ودر روضہ است: کہ در زمان سابق چون غازیان بحرب کافران میرفتند وفرصت

وقت از دست غنیمت نمی یافتند، واز نان وتمر وغیرہ ماکولات را در جیب وگریبان نگہداشتہ درراہ میرفتند، ولجام اسپ را گرفتہ لقمہ لقمہ نان رایگان یگان خرما را از دست راست برآوردہ میخورند۔

ودرزمان عمر بن عبدالعزیز وبنی عباس بہمیں دستور گریبان جامہ بود وآنہا کہ بدعت جدید میگوئید از راہ نافہمیدگی است۔ ودر بخارا ارباب فضل وعلم اجزا کتب ونسخ، بجیب وگریبان نگاہ میداشتند، ودرراہ ازبغل وجیب برآوردہ مطالعہ کردہ براہ میرفتند، ودرمجالس باشاہان وعلماء دین، وصلحاء اہل یقین بعد ازفراغ اکل تیمنا وتبرکا زاد درگریبان وبغل نگاہ میداشتند تاہر خاص وعام کہ بخانہ خودرود، ازان تبرک فائز گرداند، ورومال ونقد رادر جیب وگریبان نگاہ ہمیدارند، این ہمہ استعمالات راست بروئے گریبان راست میشود۔

واگرروئی جامہ بدست چپ باشد استعمال از دست راست میرود، وحرج بسیار میشد۔ منہی است بدست چپ روے گریبان کردن را کہ طریق مجوس وآتش پرستان است۔ وباشاہ وقاضی را باید کہ از طریقہ کہ روی گریبان جانب چپ باشد منع کنند وزجر فرمائید۔

ودرزمان عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ شخصے برائے گواہی درمحکمہ آمدہ کہ روی گریبان او وعلاقہ بستن او جانب چپ بود۔ وقاضی ردشہادت او فرمود، ودرمکتوب نودوکیم شیخ اشرف الدین یحیی منیری قدس سرہ کہ عمدہ علماء مشائخ وقت بود او نیز نوشتہ کہ جیب جامہ دوختن از جانب چپ وبجانب راست سنت است وبرائے آنست کہ دست آسان ودروفرودتوان کرد۔

ودرقرآن مجید درحق موسی صلوۃ اللہ علی نبینا علیہ السلام آمدہ است ''ادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء' وہر کہ جامہ اہل اسلام دوزند باجیب دوزند کہ دروی فوائدے بسیار است تابوقت حاجت شانہ یا چیزیں دیگر درو ے نہند، ودست راست برآرند، ودرعرب کہ استعمال قصب الجیب واقعت عمل بردست راست است۔

ودرجامہ وپیرہن وجبہ پوشیدن سنت آنست کہ اول دست راست درآوردہ، وبازودست چپ کند، ورداء وچادروگلیم را از دست راست بدست چپ اندازد، چنانچہ معمول است۔ ولفافہ مردہ را نیز بہمیں

دستور کند، زیرا کہ لفافہ مردہ حکم چادر، ورداء زندہ دار، این دستور در کتب فقہ بسطو راست و آنہا کہ جامہ رابقیاس پوشدن رداء و چادر عمل میکنند خلاف شارع و بدعت را رواج میدہند، ازین طریقہ اجتناب کنند تا مثاب شوند، و معاقب نگردند۔

و در پیراہن و جبہ و خرقہ آستین فراخ کردن سنت صحابہ رضی اللہ عنہم و مشائخ ما تقدم است رحمۃ اللہ علیہم برائے آنکہ تا وقت وضو ساختن و کارکردن آسان باز توانند، پیچیدہ اگر خواہند سجادہ یا چیزی دیگر نہند در آستین توانند نہاد، و فراد نیز بر سر آستین و پای دامن جامہ دوختن سنت است و صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کہ پیراہن و جبہ را سراغ کردہ انداز برائے آنکہ وجود شریف آنہا در ریاضت و مشقت وصیام و قیام خیلے لاغر و تنگ شدہ بود برائے ہیبت و شہامت میپوشیدہ ند، تا در چشم ولا سیما دشمنان و کافران حقیر نیایند، و ہر چہ ایشان کردہ اند، از راہ نفس نکردہ اند بلکہ برائے ترویج و استقامت بود،

و قبا جامہ را گویند کہ گریبان دار باشد و آن متعارف است در عرب و عجم و استعمال و پوشیدن آن در عجم بسیار است و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ در روئے گریبالس و علاقہ بستن آں بر جانب راست بود، و جبہ رومیہ کہ آستین آں تنگ بود بر آندر شستن آن میسر نبود، و تحقیق شدہ کہ آں را در سفر پوشیدہ اند و بر آن اتفاق است کہ گاہے جبہ و قبا تکمہ دار پوشید، و قبا را گاہ تکمہ دارمی دوزید چنانچہ تکمہ دار کہ درین دیار معروفست و مشہور بقادری است و ثابت شدہ کہ جیب قمیص آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بر سینہ مبارک بود چنانچہ احادیث بسیار بر آن دلالت دارد و علماء حدیث تحقیق آن نمودہ اند و عرف تمام دیار عرب خلفا عن سلف از ابتدای تا اقصای مغرب بر ان شدہ و بعضے از مردم کہ نزد ایشان علم بسنت نیست گمان بردہ اند کہ گذاشتن جیب قمیص بر سینہ بدعت است و چون بعضے از دیار عجم جیب بر سینہ عادت نصاری شدہ بعضے از فقہاء بکراہت آن حکم کردہ۔

انداز جہت تشبیہ بہ نساء و شک نیست کہ آن عادت حادث است و تحقیق آنست کہ جیب پیراہن نبوی ﷺ بر سینہ بود فقہاء کہ بر کتفین شکہ جیب مقرر کردہ اند بر عکس جیب آنحضر ﷺ این مقدمہ در ترجمہ مشکوۃ المصابیح و در شرح عربی واضح نوشتہ ام واگر احیانا بشق جیب کتفین پیراہن آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ باشند سند آن بہ فقہاء رسیدہ باشد فاما سند قوی مطابق علماء حدیث جری نیست وخرقہ وفرجی ولباچہ علماء ومشائخ وصلحاء پوشیدہ اند اگر سند قوی درین باب نیست دورزمان آنحضرت ﷺ این لباس نبود واگر کسے پوشد مباح است ولاباس درمیگوئیند

واضع فرجی فرعون است ودر کتب معتبر دیدہ نہ شد وثابت نگشتہ باید کہ ہنگام نماز آستین آن در دست، کنندہ کند وفرو نگذارد کہ مکروہ است، وازار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از بالا ناف مبارک تا فوق کعبین مبارک بودہ واین قدر سنت است واز ناف تا زانو ستر فرض است وبعضے ناف را در عورت نگرفتہ اند چرا کہ ناف حسنین آنحضرت ﷺ نپوشیدہ اند وہمبرین قیاس سراویل کہ در عجم متعارف است وآنرا شلوار گوئید بمقدار ازار آنحضرت ﷺ باز باشد واگر زیر شتالنگ دو یا سہ چین واقع شوند بدعت است وگناہ ودر حدیث آمد کہ گفت رسول ﷺ ”لاینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جرازارہ“ بطرا یعنی نظر نمیکند خدائے تعالی در روز قیامت سوئے کسیکہ بکشد ازار خود را ودراز ساز بطریق تکبر واسراف وطغیان بنعمت واز ین قید معلوم شد کہ ازروے تکبر نباشد بجہت عذری باشد مثل مرض وبرودت مکروہ نبود، ونزدیک فقاء آزار کہ فرو تر باشد از شتالنگ حرام است، وبدعت محض چنانچہ فرمود ﷺ من جر ثوبہ خیلا لم ینظر اللہ الیہ یو م القیمۃ وقال ﷺ ما اسفل من الکعبین من الا زار فی النار، آستین پیراہن وجامہ وقبا وجبہ آنحضرت ﷺ گاہی تا بند پنجہ دوست مبارک بود وگاہی

تا سر انگشتان مبارک موافق ایام حرارت وبروت ومقرر شدہ وگاہے بے این دوشق نیز بودہ، وجامہ وقبا آنحضرت ﷺ بے بندھا زیادہ بود یعنی بغیر از بندہا وبستن زیادتے نبود وعلماء متاخرین درین باب لاباس گفتہ اند، ولباس ابریشمی پوشیدن حرامست مر مردان را چنانچہ رسول خدا ﷺ فرمودہ است، من لبس الحریر فی الدنیا یلبسہ فی الا خر ۃ ونہی کردہ است رسول خدا ﷺ از پوشیدن حریر مگر تا چہار انگشت چنانچہ منع رسول ﷺ عن لبس الحریر الا مو ضع اصبعین اوثلث اوربع وعن علی

رضی اللہ عنہ ان االنبی ﷺ اخذ حر یر ا وجعلہ فی یمینیہ وا خذ ذھبا فجعلہ فی شما لہ ثم قا ل ھذان حر امان علی الذکو رامتی

ولباس حریر مر مردان را وصبیان را پوشیدن حرامست، مگر برزنہا وصبیتہا یعنی برای دختران نا بالغ رواست، واگر برائے خارش وحرب ودفع سوداء پوشد رواست، وبرائے دفع قمل یعنی سپش پوشیدن حریر لباس است واگر در معجون ابریشم مخلوط کند وبخورد جائز است، ولباس حریر برزبیر ابن العوام وعبدالرحمٰن بن عوف ؓ آنحضرت ﷺ مباح گردانیدہ اند کہ ایشانرا خارش بدن از سبب قمل بود،

پس ازین مفہوم میگردد کہ لبس حریر حرامست لا برائے حاجتے و مصلحتے واین مذہب شافعی است رحمۃ اللہ علیہ ونزدیک مالک ؒ جائز نیست ودر ہدایہ میگوئد لاباس است حریر ودیباج در حرب عندہما زیرا کہ آن دافع آنست مرسختی سلاح راومہیب تر است رچشم عد، وونزد امام اعظم ؒ مکروہ است از جہت اطلاق نہی وضرورت دافع اوست صاحبیہ رحمہما اللہ گوید کہ حریر خالص دافع تر است۔

ولباس معصفر ومزعفر حرام است، مر مردان را وعلماء را درلباس معصفر اختلاف است بعضے آنرا حرام مطلق گردانیدہ اند، وبعضے گویند آنچہ کہ بعد از بافتن رنگ کردہ باشد حرام است والا مباح وبعضے گویند کہ رائحہ آن ازین شدہ باشد مباحست والا حرام، وبعضے گویند کہ لبس آں در مجالس ومحافل مکروہ است، واگر درخانہ بپوشد درست ومختار در مذہب صریح کراہت تحریمی است، ونماز گزاردن بآن مکروہ، ودر رنگ سرخ غیر از معصفر نیز اختلاف است، قاسم کہ از اعاظم علماء متاخرین مصر است۔

تحقیق نمودہ وفتوی دادہ کہ حرمت از جہتہ لون است، پس ہر سرخ حرام باشد، وآنحضرت ﷺ گلیم پوشیدہ اند" وعلیه مرط مرجل من شعر اسود یعنی بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم چادر از ابریشم یا از موئے یا از کتان یا از خز بود، ودر قاموس گفتہ مرط مرجل بکسر میم وسکون را چادر از صوف یا از خز است ودر نہایہ گفتہ مرط ابریشم باشد واز خز، وجز آن نیز بود، وشرح بسط این مقدمہ در ترجمہ مشکوۃ کردہ ام آنجا ملاحظہ نمائیند۔

وموزہ سیاہ داشتن سنت است وزرد رخصت، وسرخ بدعت، ان النجاشی اهدی النبی ﷺ خفین اسودین ساذجین ولبسهما ثم توضا ومسح علیهما مسح موزہ ثابت شدہ است، بہ سنت رسول وآنرا ترک نکرد، مگر مبتدع ضال درواباشد مسح موزہ کردن اگر بر

طهارت کامله پوشیده باشد یعنی تیمّم ومعذور نه باشد که طهارت ایشان ناقص است. اگر مسلمان اول پائها بشست وموزه پوشید بعدازان وضوتمام کرد بعداز حدث مسح موزه روا باشد نزدیک ما واما جورب پوشیدن رواست وحکم موزه دارد، ونعلین پوشیدن سنت است عن قتادة قال قلت لانس ابن مالك رضی کیف کان نعل رسول الله ﷺ قال کان لهما قبالان قبال بمعنی دوال نعلین که درمیان انگشتاں بود آنرا شراک نیز گویند، وپیش از نبوت آنحضرت ﷺ برهنه پا درایام عسرت سیر کرده اند، واز ابتداء نبوت تا انتہاء مرض موت برهنه پا نه گشته اند مگر صحن کعبه ویا جائے عبادت، وبعضی اعزه صالحین که برهنه پا درکوچه وبازار مشی میکنند خلاف سنت است، واگر درصحرا باشند از راه انکسار وتواضع مشی میکنند جائز است، ویا از سبب عسرت فقر باشد ومیسر نه شود رواست ۔

ودرفوطه بستن آنحضرت ﷺ برکمر اختلاف است وبرقمیص فوطه بستن مکروه هست آنحضرت ﷺ نه بسته اند ودرسفر ودرحرب وغزا کمر بستن ممنوع نیست چه برجامه وچه برپیراهن وفی الروضه چون جامه قطع کنی ویا بپوشی درین ایام مبارک است چنانچه درخبر است ’’من قطع الثوب فی یوم الاحد اصابه الغم ولم یکن مبارکا ومن قطع فی یوم الاثنین کان مبارکا ومن قطع یوم الثلثاء سرقه السارق اواغرقه الماء واحرقه النار ومن قطع فی یوم الاربعا وسعه الرزق ولم تصب مشقة الیه ویکون فی المعیشة ومن قطع فی یوم الخمسین یرزقه الله العلم ووسع رزقه وهو مکرم عند الناس ومن قطع یوم الجمعه طول العمر ویزید دولته ومن قطع فی یوم السبت یکون مریضا مادام الثوب فیبدنه‘ ودرزادالمتورعین مسطور است که این قولے از اقوال امیرالمومنین علی است کرم اللہ وجہہ بحدیث ثابت نشده، اما درحدیث همین قدر است که جامه نو شب جمعه یا روز جمعه به نیت نماز جمعه بپوشد ودرعید نیز جامه نو بپوشد اگر میسر آید برکتے وحرمتے میکنئے، دارد وسنت است هر جامه نو که چون پو بپوشد مبارک باید گفت که دران جامه اور میکنئے وسروری باشد بفضل الله وبلطفه وکرمه فی الروضة چونجامه نو پوشده بار انا انزلناه بخواند وبرآب برید وآن آب برجامه زند برکت باشد

وجامہ بہ نیت نماز پوشد بعد از پوشیدن دو رکعت نماز بگذارد وشکرانہ خدائے عزوجل بعدہ این دعا بخواند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیوتی والحمد للہ الذی

الحمد لله على كل حال اللهم اجعله ثوبا مباركا اشكر فيه نعمتك واحسن فيه عبادتك واعمل فيه لطاعتك استعين بالله والتجى به الى الله نعوذ بالله من استيلاء النفس لقليل وكثير اللهم انى أسئلك العفو والمعافات فى الدين والاخرة

كسانى هذاالثوب ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات وبرحمته تصلح الفاسدات اوتنزل البركات الحمد لله على كل حال اللهم اجعله ثوبا مباركا اشكر فيه نعمتك واحسن فيه عبادتك اعمل فيه لطاعتك استعين بالله والتجى الى الله نعوذ بالله من استيلاء النفس لقليل وكثير اللهم انى اسئلك العفو والمعافات فى الدين والاخرة اللهم انى اسئلك الهدى والتقى والعفةوالغنا والتوفيق لما تحب وترضى اھ

نو ز جامہ در گردن او نرسیدہ ، باشد کہ ہمہ گناہان او آمرزیدہ شوند وسنت است ہر وقتیکہ جامہ از وجود فرور آرو پیچد وتہ کند ونگاہدارد واگر نہ اورا شیطان میپوشد وموزہ نیز بمحافظت نگاہدارد ووقت پوشیدن لباس وموزہ نو اول تعوذ وتسمیہ گوید واگر سورہ فاتحہ خواندہ سہ مرتبہ یاہفت مرتبہ ہنگام پوشیدن جامہ نو یا دستار نو یا رداء نو یا موزہ نو در بدن پوشندہ را سر در پیدا شود باصحت وعافیت بماند ومرض برطرف شود اگر مریض باشد ودام ادا شود اگر صاحب دین باشد وزدتر جامہ دیگر نیز میسر شود باید کہ جامہ کہنہ بفقیر ومسکین بدہد یا باہل وعیال خود بخشد اگر مستحق باشند کہ دریں اجر بسیار است وثواب بیشمار **والحمد لله رب العالمين والصلوة على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين** ، تمام شد رسالہ ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ۔

باب پنجم

اسلام اور زینت

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ امَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ (الاعراف:۳۲)

تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی، تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں، دنیا کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن، اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم ان کے لئے جو سمجھتے ہیں۔

مہندی لگانا

عن ابن عباسؓ أن ازواج النبی ﷺ كن يخْتَضِبْنَ بعد صلاة العشاء الآخرة. (شعب الإيمان للبيهقي : ٢٠٠٣) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج عشاء کی نماز کے بعد مہندی لگاتی تھیں۔

عن عائشةؓ قالت أومأتْ امرأةٌ من وراءِ سِتْرٍ، بِيَدِها كتابٌ إلى رسولِ الله ﷺ فقبضَ النبيُّ ﷺ فقال: ما أدْري أيَدُ رجلٍ أم يدُ امرأةٍ، قالت: بل يدُ امرأةٍ، قال: لو كنتِ امرأةً لغيَّرتِ أظْفَارَكِ بالحِنَّاء. (شعب الايمان للبيهقي رقم : ٢٠٠٢)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے ایک خط رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے اس خط کو لے لیا، ورفرمایا: معلوم نہیں یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے، یا عورت کا؟ اس نے کہا: بلکہ عورت کا ہاتھ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی سے آراستہ کرتی۔

عن بهيئة قالت سمعت عائشةؓ تقول: كان رسول الله ﷺ يكره أن تُرى المرأةُ ليس بيدِهَا أثرُ الحِنَّاء والخِضَابِ. (حدیث ابی الفضل الزہری رقم:۶۹۳)

حضرت بھیئہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات ناپسند لگتی تھی کہ عورت کے ہاتھ میں مہندی اور رنگ کا اثر نہ ہو۔

مہندی نہ لگانے پر عتاب

عن عائشةؓ ان هند بنت عتبة قالت: يانبي الله، بايعْني قال: لا أبايعُكِ حتى تُغَيِّري كَفَّيْكِ، كأنَّهُما كَفَّا سَبُعٍ. (ابوداود رقم : ٤١٦٥) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! مجھے بیعت فرمالیجئے، آپ نے فرمایا تیرے سے اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک تو اپنے ہتھیلیوں کو بدل نہ ڈالے (مہندی نہ لگالے) لگتا ہے کہ وہ دونوں درندے کی ہتھیلیاں ہیں۔

جاءت امرأة إلى النبي ﷺ تبايعه، فقالَ: مالكِ لاتَخْتَضِبِيْنَ ؟ألكِ زوجٌ ؟ قالتْ نَعَمْ : قال:فاخْتَضِبي فإنَّ المرأةَ تختَضِبُ لأمْرَيْنِ إنْ كانَ لها زوجٌ ، فلتختضبْ لزوجِها، وإنْ لم يكنْ لها زوجٌ فلتخضب لخِطْبَتِها . ثم قال : لعنَ اللّه المُذَكَّراتِ مِنَ النِّساءِ والمُؤَنَّثِيْنَ منَ الرِّجال(منصف عبد الرزاق رقم : ٧٩٣١)

عطاء خرسانی کہتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے مہندی کیوں نہیں لگائی ؟ کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں! آپ نے فرمایا: تم مہندی لگاؤ؛ کیوں کہ عورت دو وجہ سے مہندی لگاتی ہے: اگر شادی شدہ ہے تو اپنے شوہر کے لئے، ورنہ اپنی منگنی کے لئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو مرد بننے والی عورتوں پر، اور عورت بننے والے مردوں پر۔

محمد بن نصر المروزی، متوفی ۲۹۴ھ تعظیم قدر الصلاۃ میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرةؓ قال:أتي رسولُ اللّه ﷺ بمخنَّثٍ قد خَضَبَ يديه ورجليه بالحِنَّاء ، فقال رسول اللّه ﷺ :ما لَهُ ؟ قالوا يتشبهُ بالنساء فامَرَ به رسولُ اللّه ﷺ فنُفِي الى النَّقِيْعِ قالوا يا رسول اللّه أوأمرتَ بقتله ؟ فقال:إنِّي نُهيتُ عن قتلِ المُصَلِّين . (تعظيم قدر الصلاة رقم : ٩٦٣)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہجڑے کو لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھ اور پیر پر مہندی لگا رکھی تھی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کہ اس کا کیا مسئلہ ہے؟ لوگوں نے بتایا عورت کے ساتھ تشبہ اختیار کرتا؟ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو نقیع میں جلاوطن کردو، لوگوں نے دریافت کیا: کہ آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا مجھ کو نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عورتیں مہندی کب لگائیں؟

عن الحسن قال كان يستحب أن تخضب المرأة وهي حائض فان

اختصبت وهي غير حائض فلا بأس، غيرَ أنها إذا نامتْ أو أحدثت أطلقتهُ وتوضَّأتْ. (مصنف ابن ابی شیبه رقم: ۱۲۷۹) حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وہ ایام حیض میں مہندی لگائے، اگر اسکے علاوہ دوسرے دنوں میں لگاتی ہے، تو وضو ٹوٹ جائے مثلاً سوجائے یا حدث پیش آجائے تو اس کو نکال دے اور وضو کرے۔

اس اثر سے دو باتوں کا علم ہوا، (۱) ایام حیض میں مہندی لگائی جائے (۲) اگر ایام حیض کے علاوہ دنوں میں لگائی جائے تو نماز کے وقت میں اسکو نکالنا ضروری ہے۔

علامہ شامیؒ متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ: **ويكره للانسان أن يُخَضِّب يديه ورجليه وكذا الصبي، إلا لحاجة [بناية] ولا بأس به للنساء.** (شامي: ۳۶۲/۶)

مکروہ تحریمی ہے مردوں کے لئے ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگانا اسی طرح لڑکوں کو بھی نہ لگائی جائے، عورتوں کو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: مہندی کا استعمال عورتوں کے لئے نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ بہتر اور پسندیدہ ہے، البتہ مردوں کو اسکی ممانعت ہے۔

امام نووی کا بیان ہے: **وهو حرام على الرجل الا لحاجة التداوي ونحوه.** (شرح المهذب: ۲۹۴/۱) مہندی کا استعمال مردوں کیلئے حرام ہے البتہ دوا وغیرہ کے لئے اس کی ضرورت پڑجائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کو اس سے بھی منع فرمایا: کہ وہ اپنے بدن میں زعفران ملیں۔

عن انسؓ قال نهى النبي ﷺ أن يُزَعْفِرَ الرجلُ جِلْدَه. (نسائی: ۵۲۵۷) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مردوں کو اپنے بدن پر زعفران ملنے سے منع فرماتے تھے. فقہاء نے کم سن بچوں کو مہندی لگائے جانے کو نامناسب جانا ہے، خلاصۃ الفتاوی میں ہے: **لا ينبغي للصغير أن يخضب يده بالحناء لأنه تزين وأنه يباح للنساء دون الرجال.**

چھوٹے بچے کے ہاتھ پر مہندی لگانا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ تزیین میں داخل ہے جو خواتین کیلئے

جائز ہے مردوں کیلئے نہیں۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں ہونٹ رخسار وغیرہ پر کسی خاص قسم کے رنگین کا استعمال عورتوں کیلئے تو درست ہے مردوں کیلئے نہیں۔ انتھی کلام شیخنا خالد سیف اللہ (دامت برکاتھم) شاید اسی حدیث کی وجہ سے اہل علم پاؤڈر اور کریم وغیرہ مردوں کے لئے نامناسب جانتے ہیں بعض شوخ چشم لڑکے ہونٹوں پر سرخی لگاتے ہیں اسکی قطعا اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، جنوب ہندوستان میں شریف خاندان کی عورتیں ہونٹ پر سرخی لگانے سے احتراز کرتی ہیں، کیونکہ وہ اس دیار میں غلط عورتوں کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

سرمہ

عن ابن عباس ؓ قال: كانت لرسول الله ﷺ مُكْحُلَة يَكْتَحِل بها عند النوم ثلثاً فى كل عين. (مسند احمد رقم: ٣٣١٨) حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی، جس سے آپ ﷺ ہر رات میں سوتے وقت تین مرتبہ ہر آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے۔

عن عائشة ؓ قالت: أهدى صاحب الاسكندَريَّة المُقَوقَس إلى رسول الله ﷺ مكحلة عيدان شاميةً ومِرآةً ومُشطا. (المعجم الاوسط للطبراني رقم: ٧٣٠٥)

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپ کے پاس ایک لکڑی کی شامی سرمہ دانی اور ایک آئینہ اور ایک کنگھا تحفہ میں بھیجا۔

کونسا سرمہ لگانا زیادہ بہتر ہے؟

عن ابن عباس ؓ قال رسول الله ﷺ ألبسوا من ثيابكم البياض فانها من خير ثيابكم، وكفنوا فيها موتاكم وإنَّ خيرَ أكحَالِكم الإثمدُ يَجلُو البصرَ، ويُنبتُ الشعر. (أبوداود رقم: ٣٨٧٨) حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید کپڑے تمہارے کپڑوں میں سب سے زیادہ بہتر ہیں، اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو، اور تمہارے سرموں میں سب سے اچھا سرمہ الاثمد ہے نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔

آئینہ

کـا ن رسـو ل الـلّـه ﷺ یـنظر في المِرُأة ویمتشط ویتجمل لأصحا به ، فضلاً أن یتجمَّل لأهله. (شر ف المصطفى لعبد الملک النیسا بو ري رقم : ۳/ ۲۲۱)

آنحضرت ﷺ آئینہ میں دیکھ کر کنگھی فرماتے تھے، اپنے دوستوں کے سامنے خوبصورتی کے ساتھ تشریف لاتے، اور اپنے گھر والوں کیلئے بھی خوبصورتی اختیار فرماتے تھے۔

عـن عائشةؓ قا لت: کان لایفارق مسجدَرسو ل اللّه ﷺ سوا کُه ومشطُه وکان یـنـظر في المِرأةأحیاناً،و یأمرُ به. (شعـب الایما ن البیهقی رقم : ٦٧٠١) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد سے آپ کی مسواک اور کنگھی الگ نہ ہوتی تھی، اور آپ کبھی کبھی آئینہ میں دیکھتے، اور اس کا حکم بھی فرماتے تھے۔

عـن عا ئشةؓ قا لت : کا ن لا یفارق مسجد رسو ل اللّه ﷺ سوا که ومشطه وکان ینظر فی المِرُأة اذا سرّح لحیته. (الـمعجم الو سط للطبرانی رقم : ٦٣٦٧) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد سے آپ کی مسواک اور کنگھی جدا نہ ہوتی اور آپ جب ڈاڑھی میں کنگھی فرماتے تھے تو آئینہ دیکھتے تھے۔

العقد الفرید میں ابن عبدربہ الأندلیسی متوفی ۳۲۸ھ نے لکھا ہے: کہ مسجد نبوی ﷺ کے محراب کے اوپر مربع آئینہ لگا ہوا ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کا ہے۔

عـن عـا ئشةؓ قا لت: خر ج رسو ل اللّه ﷺ إلی الصلا ة فمرّ بر کو ة فیها مـا ء فـاطـلـع فیهـا فسـوی من لحیته ومن رأسه ، فقا لت عا ئشةؓ یا رسول الله ﷺ یـعـنـی سألته عن ذالک فقال : ینبغي للرجل إذاخرج إلی أصحابه أن یهیئ من لحیته ورأسـه فـإن اللّه جمیل یحب الجمال.(العلل المتنا هیة رقم : ۱۱۴۴) وفي ذخیر ة الحفا ظ لا بن القیصراني: وذالک إلی صلا ة العصر. (رقم : ۲۷۵۴)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نماز کیلئے نکلے، اور ٹپ کے

پاس سے گذرے، اس میں پانی رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اسم میں دیکھا، اپنی ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو ٹھیک فرمایا، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس بارے میں معلومات کریں) آپ نے فرمایا: کہ جب کوئی اپنے احباب کے پاس جائے تو اس کو اپنی ڈاڑھی اور سر کو درست کرنا چاہئے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

ذخیرہ الحفاظ میں ہے: آپ ﷺ عصر کی نماز کیلئے نکل رہے تھے، اس وقت حضرت عائشہؓ کے ساتھ مذکورہ گفتگو ہوئی۔

خوشبو

خوشبو کا استعمال سنت ہے، مرد ہوں یا عورتیں، البتہ عورتیں گھر سے باہر نکلیں تو خوشبو، یا پھول جس میں مہک ہو نہ لگائیں کیونکہ ان کے لئے خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

الکحل ملی ہوئی خوشبو ''سینٹ'' کا استعمال جائز ہے۔ بعض مفتیان کرام نے ہندوستانی فقہ اکیڈمی کے فیصلہ سے قبل اس کو مکروہ قرار دیا تھا، علماء کی تحقیق اب یہ ہے کہ الکحل ''خمر'' نہیں ہے ؛اسلئے اس کا استعمال بالاتفاق درست ہے حدیث پاک میں وہ عورتیں جو خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہیں ان کے لئے بڑی وعید آئی ہے۔

عن ابي موسیٰؓ قال قال رسول الله ﷺ: كل عينٍ زانيةٌ ،و المرأةُ اذا استعطرت فمرَّت بالمجلس فهي كذا وكذا يعني زانية. (ترمذی: ۲۷۸۶)

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہر وہ آنکھ (جو حرام دیکھے) وہ زنا کرنے والی ہے، وہ عورت جو خوشبو لگائے اور کسی مجلس کے پاس سے گذرے وہ ایسی ہے اور ایسی ہے، آپ کا مقصد تھا کہ وہ زانیہ ہے۔

لہذا عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر نکلنا بالکل درست نہیں ہے۔ گھر میں عورتیں پھول، یا عطر، خوشبودار پاؤڈر، کریم گال کو سرخ اور نرم کرنے والی کریمیں استعمال کرسکتی ہیں، لیکن اس بات کا خیال ضروری ہے کہ فاحشہ اور فاجرہ (فلم اسٹار) عورتوں سے مشابہت نہ ہو۔

کنگھی کرنا

عن عائشةؓ :سبع لم يفارق رسول الله ﷺ في سفر ولا حضر: القارورة التي يكون فيها الدهن، والمشط والمكحلة والمقراض والمسواك، والمرأة، زاد بعضهم: والابرة والخيط. (سيرة حلبيه : ۳/۳۵۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، سات چیزیں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر وحضر میں رہتی تھی، تیل کی بوتل، کنگھی، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ، بعض نے سوئی اور تاگہ کا اضافہ کیا ہے۔

عن أنسؓ قال: كان رسول الله ﷺ اذا أخذ مضجعة من الليل وُضعَ له سواكُه ومشطه فاذا أهَبَّه اللّٰه عزَّ وجل من الليل استاك وتوضأ وامتشط قال ورأيتُ رسول الله ﷺ يَمْتَشِطُ بمُشْطٍ من عاجٍ. (اخلاق النبى لابى الشيخ رقم: ۳/۵۲۹: ديكهئے، سنن بيهقى رقم: ۹۸)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو آپ کی مسواک، وضو کا پانی، اور کنگھی، رکھدی جاتی، جب اللہ تعالی آپ کو بیدار کرتا تو مسواک کرتے، اور وضوفرماتے اور کنگھی کرتے، راوی کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہاتھی کے دانت کا کنگھا کرتے تھے۔

عن ابن جريج قال: كان لرسول الله ﷺ مشط عاج يمتشط به (طبقات ابن سعد: ۱/۳۷۵) ابن جریج فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہاتھی کے دانت کی کنگھی تھی جس سے آپ کنگھی فرمایا کرتے تھے۔

عن انس بن مالک قال: كان رسول الله ﷺ يكثر دهن رأسه ويسرح لحيته بالماء. (طبقات ابن سعد: ۱/۳۷۶) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ سر میں تیل لگاتے تھے اور ڈاڑھی کو پانی لگا کر کنگھا فرماتے تھے۔

بالوں کے احکام

انسان یا حیوانات کے بدن پر اگنے والے دھاگہ نما ’’تار‘‘ کو بال کہلاتے ہیں، انسانی بالوں کو ’’شعر‘‘ اور اونٹ اور خرگوش کے بالوں کو ’’وبر‘‘، بھیڑ کے بالوں کو ’’صوف‘‘ کہا جاتا ہے، بکری کے بالوں پر بھی ’’شعر‘‘ کا اطلاق ہوتا ہے، پرندوں کے بالوں کو ریش کہا جاتا ہے۔

مردوں کے بالوں کے احکام

انسان زندہ ہو یا مردہ اس کے بال پاک ہیں، خواہ بدن سے متصل ہوں، یا الگ البتہ ان کی بیع وشراء جائز نہیں۔ سوائے ڈاڑھی کے بدن کے تمام بالوں کو نکالنا جائز ہے، البتہ سینہ اور پشت کے بالوں کو نکالنا خلاف ادب ہے۔ (دیکھیے قاموس الفقہ :۱۹۶/۴)

بعض حضرات کان کے اوپر جو بال ہیں تے ہیں، ان کو اسی حال پر چھوڑ دیتے ہیں، چونکہ فطرت انسانی کے وہ موافق نہیں ہیں، لہذا ان کو اس حال پر چھوڑنا یا اس میں کنگھا کر کے کھڑا کرنا سوئے ادب ہے، لہذا اس کو کاٹ دینا چاہئے۔ ڈاڑھی یا مونچھ کے سفید بال اکھاڑے جائیں اور مقصود تزین نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ ولا بأس بنتف الشيب (ردالمختار : ٦٦١/٥)

سینہ اور پشت کے بال کو مونڈنا خلاف ادب ہے، حنفیہ کے نزدیک زلف نہ رکھ رہا ہو، تو بال کا مونڈانا افضل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک زلف رکھنے کا تھا، جو کبھی کانوں کے لو تک، کبھی گردن اور کاندھے تک ہوتی۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۴۷۰/۴) انگریزی بال رکھنا تشبہ کی بنا پر مکروہ ہے۔ (دیکھئے فتاوی محمودیہ: ۴۳۷/۱۹)

بغل کے بال اکھاڑنا مسنون ہے اور اس پر اتفاق ہے، اگر اکھاڑنے میں اذیت ہو، تو مونڈ لینے یا تراش لینے میں قباحت نہیں۔ (الاتحاف للزبیدی: ۱۵۱/۲ دیکھئے: قاموس الفقہ : ۱۱۹۷/۴)

مونچھ

مختلف روایت میں آپ ﷺ نے مونچھیں کاٹنے کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ نے

جن امور فطرت کا ذکر فرمایا ہے، ان میں ایک مونچھوں کا تراشنا (قص الشارب) بھی ہے، چنانچہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن مونچھ کی کتنی مقدار تراشی جائے؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے یہاں بقول کاسائیؒ صحیح قول یہ ہے کہ مونچھیں خوب پست کرنی چاہئیں، البتہ مونڈنی نہ چاہئیں، گو امام طحاویؒ نے مونڈنے کی بابت زیادہ بہتر ہونے کی رائے امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے نقل کی ہے، امام مالکؒ کے نزدیک مونچھوں کا مونڈنا مثلہ ہے، اور اس کے مرتکب کی سرزنش کی جائے گی، شوافع کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ اس طرح تراشے جائیں کہ ہونٹ کے کنارے صاف ہو جائیں، یہی رائے مالکیہ کی بھی ہے، اور یہی رائے نصوص اور انسانی عادت سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔

مونچھ کے دونوں کنارے بھی پست کرنے چاہئے، مستحب ہے کہ دائیں جانب سے مونچھ تراشنا شروع کرے، مونچھ خود بھی تراش سکتا ہے اور دوسرے شخص سے بھی یہ کام لے سکتا ہے۔

(قاموس الفقہ: ۱۷۹/۴)

ہمارے علماء دیوبند کا عمل اس سلسلہ میں یہ کہ بعض تو حلق ہی کرواتے ہیں، بعض اتنی پست کرتے ہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مونڈی ہوئی ہیں۔

ڈاڑھی

اصل میں اس بال کو کہتے ہیں جو ڈاڑھ کے حصے پر ہو یا جسے ہم اردو زبان میں ڈاڑھ سے تعبیر کرتے ہیں، ڈاڑھی اسلام کے شعار میں سے ہے، متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

دس چیزیں جن کو آپ ﷺ نے امور فطرت میں سے قرار دیا ہے، ان میں سے ایک ڈاڑھی بھی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، مشرکین کی مخالفت کرو، بھرپور ڈاڑھی رکھو، اور مونچھیں پست کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں مونچھوں کے پست کرنے اور ڈاڑھی کے بڑھانے کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ آتش پرستوں (مجوسیوں) کی مخالفت کرو۔

ڈاڑھی میں یہ اوراس طرح کی تاکیدیں نیز مشرکین اور آتش پرستوں کے تشبہ سے بچنے کا حکم ظاہر کرتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، چنانچہ مالکیہ اور حنابلہ نے ڈاڑھی منڈانے کو حرام اور حنفیہ اور شوافع نے مکروہ تحریمی یعنی قریب بہ حرام قرار دیا ہے۔

ڈاڑھی کی مقدار کیا ہو؟

اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں: اول یہ کہ ڈاڑھی کے طول وعرض میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے کیونکہ احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم مطلق ہے۔ یہ قول حسن بصریؒ اور قتادہؒ کا ہے اور اسی کی طرف نوویؒ کا رجحان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایک مشت سے زیادہ ڈاڑھی کاٹی جاسکتی ہے، شعبی اور محمد بن سیرینؒ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے، اور اکثر اہل علم کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ حج وغیر عمرہ کے موقع سے ایک مشت سے زیادہ ڈاڑھی کا بال بڑھ جاتا اور چہرہ بدہیئت ہو جاتا، تو ایک مشت سے زیادہ ڈاڑھی تراش لیا کرتے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کی بڑھی ہوئی غیر معتدل ڈاڑھی کو ایک مشت کے اوپر تراش وادیا تھا، حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ایک مشت سے زیادہ ڈاڑھی کا کاٹنا منقول ہے۔

تیسرا قول وہ ہے جسے علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ عرف میں جتنی ڈاڑھی رکھی جاتی ہے، اتنی رکھی جائے: **یأخذ من طولها وعرضها ما لم یفحش ، ولم یحدوا فی ذلک حدا، غیر أن معنی ذالک عندی مالم یخرج من عرف الناس.** (عمدة القاری فی شرح البخاری : ۲۲/۴۷)

روایات اور فقہاء محدثین کے اقوال کو سامنے رکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کا مونڈنا حرام یا قریب بہ حرام ہے، ڈاڑھی کا اتنا چھوٹا کر لینا جیسا کہ اہل عجم رکھا کرتے تھے، مکروہ ہے، اور غالباً اس کے مکروہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

نیز ڈاڑھی کا اتنا بڑا رکھنا کہ باعث شہرت ہو جائے، اور لوگوں کی انگشت نمائی ہونے لگے، یہ بھی

کراہت سے خالی نہیں، ڈاڑھی کی اتنی مقدار جو صالحین کے عرف میں ڈاڑھی کہلاتی ہو واجب ہے، اور اس سے کم مقدار موجب فسق، اور ایک مشت ڈاڑھی مسنون ہے، علامہ حصکفیؒ کے بقول **و السنة فیها القبضة**، اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں جو تعبیر اختیار کی ہے اس سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے۔

ایک مشت ۳/انچ کا ہوتا ہے (الأوزان المحمودہ ۸۸)

ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا

علامہ شامی لکھتے ہیں: **نتف الفنبکین بدعة وهما جانبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلی**. (رد المحتار: ۶/۴۰۷) ریش بچہ کا ٹنا بدعت ہے، اور وہ ہونٹوں کے نیچے والے بال ہیں۔

ہمارے حضرتؒ فرماتے ہیں: ریش بچے کے بالوں بالکل کتروانا بدعت ہے، البتہ ہونٹ کے قریب کے بال دونوں کناروں سے منڈوانا تا کہ کھاتے پیتے وقت منہ مین نہ جائیں درست ہے۔ (دیکھئے محمودیہ: ۱۹/۴۲۵)

مدارس کے طلباء اور سر کے بال

عالمگیریہ میں ہے: **یستحب حلق الرأس فی کل جمعة کذافی الغرائب** (هندیه: ۵/۳۵۷) ہر جمعہ کو سر کے بال مونڈنا مستحب ہے، تاتارخانیہ میں ہے: **أنّ السنة فی شعر الرأس اما القصر واما الحلق. وذکر الطحاوی: الحلق سنة ونسب ذلک الی العلماء الثلاثة**. (التاتارخانیہ: ۱۸/۲۱۲)

سر کے بالوں میں سنت یہ ہے کہ یا تو کاٹے جائیں، یا پورے بال مونڈ لئے جائیں..... امام طحاویؒ نے ذکر کیا ہے: مونڈنا سنت ہے اور اس کو ہمارے تینوں علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: **وقد قیل: حلق الرأس فی کل جمعه یحب وبعض بالجواز یعبر**۔ سر کو مونڈنا ہر ہفتہ پسندیدہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو جائز کہا جا سکتا ہے۔

تاتارخانیہ، عالمگیریہ، ردالمحتار، ان تینوں کتابوں سے اس بات کا پتا چلا کہ حلق سنت ہے یا مستحب

،لہٰذا طلبہ کا زمانہ طالبعلمی میں اس سنت پر عمل کرنا چاہئے ، اور جب پڑھ لیں تو بال رکھنے کی سنت پر عمل ممکن ہے۔

میرے استاذ شیخ ناصر الطریریؒ ایک دن جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں تعلیم کے دوران حلق کروا کر تشریف لائے میں نے عرض کیا: شیخ آپ حلق کر کے تشریف لائے ہیں؟ جواب میں فرمایا: نعم علماء بلادنا یحلقون ۔ ہمارے دیار کے علماء حلق ہی کیا کرتے ہیں۔

ہمارے علماء دیوبند کا بھی عمل اسی پر ہے، میرے والد حضرت اقدس مولانا محمد شفیق خان صاحب دامت برکاتہم کا جوانی میں یہ معمول رہا کہ ہر جمعہ حلق کرواتے.

عورتوں کے بالوں کے احکام

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

گھنے اور لمبے بال عورتوں اور بچیوں کے لئے باعث زینت ہیں آسمانوں پر فرشتوں کی تسبیح ہے ’’سبحان من زیّن الرجال باللحی وزیّن النساء بالذوائب ‘‘ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں اور چوٹیوں سے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/۳۱۱)

چھوٹی بچیوں کے بال کاٹنا

بچیاں جب تک مراہقہ نہ ہوں، ان کے سر کے بال بڑھانے ، یا خوبصورتی کے لئے کاٹے جائیں تو گنجائش ، اس سلسلہ میں میرے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ سے میں نے معلوم کیا کہ حضرت چھوٹی بچیوں کے بال گردن کے پیچھے زلفوں کی طرح کاٹنا درست ہے یا نہیں؟ حضرت اس وقت سیلم تشریف لائے ہوئے تھے۔

حضرت نے فرمایا: حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے بال یہاں تک کٹے ہوئے تھے، اپنے ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ فرمایا۔

میں نے عرض کیا: کہ حضرت بچیوں کے بال کاٹ سکتے ہیں یا نہیں ؟

حضرت نے فرمایا: یہی تو کہہ رہا ہوں کے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے بال یہاں تک کٹے ہوئے تھے

،البتہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اس کو منع کرتے ہیں، چنانچہ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

بال قدرۃً چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اسمیں کوئی برائی کی بات نہیں ہے کاٹنے سے چوٹی چھوٹی ہو گی لہذا بال نہ کاٹے جائیں، چھوٹی بچیوں کے بال بھی بطور فیشن کاٹنا ممنوع ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/۳۰۰)

آج کل عورتوں کے بال تراشنے کا عام رواج سا ہو گیا ہے، فقہاء نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں مردوں سے تشبیہ اور مماثلت کی کیفیت پائی جاتی ہے علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت زادفی البزیة وان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ولهذا یحرم علی الرجل قطع اللحیته والمعنی المؤثر التشبه بالرجال ۔

عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گہنگار اور قابل لعنت ہو گی بزازیہ میں مزید یہ لکھا ہے، اگرچہ شوہر کی اجازت سے کیوں نہ ہو، اس لئے کہ خالق کی نافرمانی کرنا اور مخلوق کی ماننا جائز نہیں، اسی بنا پر مردوں کو ڈاڑھی کا کاٹنا حرام ہے، کیونکہ اس میں عورتوں سے تشبہ پایا جاتا ہے، البتہ اگر طبی مقصد کے تحت بال تراشنا ہو یا مونڈانا پڑے تو اس کی گنجائش ہے۔

مصنوعی بالوں کا استعمال

ہمارے زمانے میں خواتین میں بالوں کے جوڑوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے یہ ناجائز اور نادرست ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے۔

”إن رسول اللہ ﷺ لعن الواصلة والمستوصلة “ آپ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاویہؓ آخری دفعہ مدینہ تشریف لائے خطاب فرمایا اور اسی درمیان بالوں کا ایک گچھا نکالا اور فرمایا میں سمجھتا ہوں یہودیوں کے سوا کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا، حضور ﷺ نے اس کو یعنی بال جوڑنے کے فیشن کو فریب قرار دیا ہے، یہاں تک کہ بعض ایسی نوجوان لڑکیوں کے لئے اس کی اجازت چاہی گئی جن کی شادی ہونی تھی اور بیماری کی وجہ سے ان کے سر کے بال گر گئے تھے لیکن حضور ﷺ نے پھر بھی سختی سے منع فرمایا۔

ہاں! اگر دھاگوں یا کپڑوں کا استعمال اسکے لئے کیا جائے جیسے ربن چوٹی وغیرہ تو اس کی اجازت ہے چنانچہ ابوداؤد میں سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے **لا بأس بالقَرَامِلِ**۔ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تحریر فرمایا ہے: قرامل سے مراد ریشم اور اون کے دھاگے ہیں جو عورتیں اپنی چوٹیوں میں لگاتی ہیں.

فتاوی عالمگیری میں ہے: وصل الشعر بشعر الادمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها کذا فی الاختیار شرح المختار ولا بأس للمرأة ان تجعل فی قرونها وذوائبها من الوبر کذا فی فتاوی قاضی خان ۔ **بالوں کے ساتھ آدمی کے بال جوڑنا حرام ہے، چاہے خود اس کے (علاحدہ شدہ) بال ہوں یا کسی دوسری خاتون کے، ہاں خواتین اپنے جوڑوں میں جانوروں کے بال کا کچھ حصہ رکھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے ۔**

علامہ ابن قدامہؒ نے بھی بال جوڑنے کی ممانعت پر روشنی ڈالتے ہوئے کسی اور چیز کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

والظاهر ان المحرم انما هو وصل الشعر بالشعر لما فيه من التدليس واستعمال المختلف فى نجاسته وغير ذلک لا يحرم لعدم هذه المعانى فيها، وحصول المصلحة من تحسين المرأة لزوجها من غير مضرة.

ظاہر ہے کہ یہ دراصل بالوں کو بالوں سے جوڑنا حرام ہے کہ ایک تو اس میں دھوکہ دہی ہے دوسرے ایک ایسی چیز کا استعمال کرنا ہے جس کے ناپاک ہونے اور پاک ہونے میں اختلاف ہے، اس کے علاوہ دوسری صورتیں حرام نہیں کہ ان میں حرمت کی یہ علت موجود نہیں، اور کسی ضرر کے بغیر یہ مصلحت بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ عورت شوہر کے لئے اپنے کو آراستہ و پیراستہ کر لے۔

بھویں باریک کرنا

اس زمانے کے فیشن میں ایک یہ بھی ہے کہ خواتین مصنوعی طور پر اپنی بھوؤں کو باریک ظاہر کرنے کی غرض سے کناروں سے اس کے بال مونڈتی یا اکھاڑتی ہیں اور اسے بہ تکلف آراستہ کرنے

کی سعی کرتی ہیں، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست نہیں حضور ﷺ کی زبان سے چہرہ کے بال نوچنے والی اوراس کام میں مدد لینے والی عورت پر لعنت منقول ہے۔

لُعِنَتِ الواصلة والمستوصلة والنامصة والمتنمصة ، ہاں! امام ابویوسفؒ سے اس طرح بھوؤں کے بال اکھاڑنے کی اجازت منقول ہے کہ چہرہ ہجڑوں کی طرح نہ ہو جائے۔ **لا باس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لا يتشبه بالمخنث.** (الهندية: باب الختان)

گودنا

وشم کہتے ہیں: ہاتھ یا پیر یا مونڈھے یا چہرہ وغیرہ پر سوئی کے ذریعہ نام یا پھول یا جانور وغیرہ کے نقش بنانا گوندنا کہلاتا ہے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم قاموس الفقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عورتوں میں ایک قدیم فیشن جسم کو گودنے کا رہا ہے، یعنی سوئی کے ذریعہ جسم کے کسی حصہ میں باریک سوراخ کیا جاتا ہے پھر اس پر سرمہ یا کوئی رنگین چیز لگا دی جاتی، اس طرح سیاہ یا کسی اور رنگ کے نقطے ابھر آتے، اس کو حسن میں اضافہ کا باعث سمجھا جاتا تھا، اب بھی بعض قبائل اور اقوام میں اس کا رواج ہے، اس کو عربی میں ''وشم'' کہتے ہیں۔ (النہایہ: ۱۸۹/۵) آپ ﷺ نے گودنے والی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے، اور گودوانے والی پر بھی **لعن الله ..... الواشمة والمستوشمة** ۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے، لیکن اس کا نادرست ہونا ظاہر ہے، اسی لئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہونے کی دلیل ہے۔ (قاموس الفقہ: ۲۶۸/۵)

چاندی کی انگوٹھی

عبد الله بن بريدة عن ابيه رضي الله تعالى عنه ان رجلا جاء الى النبى ﷺ وعليه خاتم من شبه فقال له مالى أجد منك ريح الأصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال مالى أجد عليك حِلية أهل النار فطرحه فقال يا رسول الله من أى شيء أتخذه ؟ قال اتخذه من ورق ولا تُتِمُّه مثقالا. [ابو دود: ۴۲۲۳]

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو کیا ہوا کہ تم سے بتوں کی بدبو کو محسوس کررہا ہوں۔ انہوں نے اس کو پھینکدیا، پھر وہ لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو کیا ہوا کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں، انھوں نے اس کو پھینک دیا، اور دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! کس چیز کی میں انگوٹھي بناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چاندی سے، لیکن ایک مثقال مکمل نہ کرنا۔

شامی میں ہے: ولا يزيد على مثقال، وقيل لايبلغ به المثقال. [۳۶۱/۶]
اور زیادہ نہیں کریگا ایک مثقال سے اور بعض نے کہا ایک مثقال تک نہیں پہونچے گا۔

ایک مثقال: ۴ر گرام ۳۷۴ر ملی گرام ہے. لہذا مرد کو اس سے زیادہ وزن والی انگوٹھی پہننے کی اجازت نہیں ہے، نیز دو انگوٹھیاں بھی نہ پہنے۔

انگوٹھی میں نام وغیرہ لکھنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر لکھا ہوا تھا	محمد رسول الله
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ	نعم القادر الله
حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ	كفى بالموت واعظا
حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ	لتصبرن او لتندمن
حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ	الملك لله

(ردالمحتار: ۶/۳۶۱) دیکھئے: مصنف کی کتاب الاوزان المحمودة)

کس ہاتھ میں انگوٹھی؟

دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں سے کسی میں بھی چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، عبد الله بن جعفر قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يتختم في يمينه (ترمذی رقم: ۱۷۴۴)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی حدیث میں ہے: کہ نبی اکرم ﷺ اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال : کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم في ھذا واشار الی الخنصر من یدہ الیسری (مسلم باب في الخاتم)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس میں تھی اور انھوں نے اپنی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشاہ فرمایا۔

وعن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختّمُ فِي یسارہ وکان فصہ في باطن کفہ. (ابوداود رقم: ۴۲۲۷) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگھوٹی پہنتے تھے، اوراس کا نگینہ اندر کی جانب ہوتا، سلطان اور قاضی کے علاوہ دوسروں کے لئے انگھوٹی نہ پہننا افضل ہے، جیسا کہ صاحب ھدایہؒ نے فرمایا: **انما یتختم القاضی والسلطان لحاجتہ الی الختم واما غیرھما فالافضلُ ان یترکَہ لعدمِ الحاجۃ** .(ھدایہ: ۳۶۷/۴. فصل فی اللبس) قاضی اور سلطان انگوٹھی پہنیں گے، کیونکہ ان کو مہر لگانے کی ضرورت ہوتی، لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے افضل یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیں۔

علامہ بدر الدین عینیؒ نے انگوٹھی کے متعلق بڑا عمدہ اور مفصل بیان تحریر فرمایا ہے: **روی الترمذی من حدیث جعفر بن محمد عن ابیہ قال : کان الحسن والحسین یتختّمانِ فی یسارھما وقال: ھذا حدیث صحیح ،وقدجاء فی بعض طُرقِہ : عن الحسن والحسین رفع ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر و وعلی رضی اللہ عنھم ،رواہ ابو الشیخ فی (کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم) والبیھقی فی (کتاب الادب) وابو بکر وعمر و وعلی والحسن والحسین رضی اللہ عنھم ، یتختمون فی الیسار قال ابن ابی حاتم : سالتُ ابا زرعۃ عن اختلاف الاحادیث فی ذلک ، فقال : لا یثبت ھذا.**

قال شيخنا فى (شرح الترمذى) فى الاحاديث استحبابُ التختم فى اليمين ، وهو اصح الوجهين لاصحاب الشافعی : ان التختم فى اليمين افضل منه فى اليسار ، وذهب مالک الى استحباب التختم فى اليَسار ، وكره التختم فى اليمين.

واما مذهب الحنفية فقد ذكر فى الاجناس وينبغي ان يلبسَ خاتمَه فى خنصره اليسرى ولا يلبسه فى اليمين ولا فى غير خنصرِ اليُسرى من اصابعِه ، وسوى الفقيه ابو الليث فى (شرح الجامع الصغير) بين اليمين واليسار ، وقال بعض اصحابنا : هوالحق لاختلاف الروايات ،ويقال : جاء ت احاديث صحيحة فى اليمين ، ولكن استقر الامر على اليسار ، قلتُ : يدل على ذلک ما قاله البغوى فى شرح السنة : انه صلى الله عليه وسلم تختم او لا في يمينه ثم تختم في يساره ، وكان ذلک اخر الامرين .

وقال بعضهم : والذى يظهر ان ذلک يختلفُ باختلاف القصدِ ، فان كان القصدُ للتزُّين به فاليَمين افضلُ ، وان كان للتختم به فاليسار افضلُ ، انتهى ، قلت : اخفاء هذا كان اولى من ظهوره ومن اين هذا التفصيل والحال ان التختم للزينة مكروه لا يليق للرجال ؟بل تركه اولى مطلقا الا لذى حكم ، كما ذكر ناه ، ((يقول ابوالكلام : القائل بذلک الشيخ ابن حجر فى فتح البارى، انظر باب اتخاذ الخاتم .))

فان قلت : اذا تختم فى غير خنصره ما يكون حكمُه ؟ قلتُ :يُكرهُ اشدُّ الكراهة ، وفيه مخالفة للسنة.

فان قلت : اذا كان التختم بغيرالفضةِ ماذا حكمُه ؟قلت:اما من الذهب فحرام على الرجال ، واما من الحديد والرصاصِ والنحاسِ ونحو ها فكذا لک

حرام مطلقا ، واما العقيقُ فلا باس با لتختم به ، وروَى اصحابُنا اثرًافيه، وهو انَّه صلى الله عليه وسلم كان يتختم بالعَقِيقِ ، وقال :تختموا به فانه مباركٌ قلتُ :فيه نظر . (دیکھئے: عمدۃ القاری :۲۲/۳۷)

قدرے تبدیلی کے ساتھ اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

امام ترمذیؒ نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ بائیں ہاتھ میں انگھوٹی پہنتے تھے۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا: ابو الشیخ نے، حضرت حسنؓ، وحسینؓ، اور حضرت رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، وعمرؓ وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرات بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ سے ان روایات کے اختلاف کے متعلق معلوم کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ یہ ثابت ہے نہ وہ؛ لیکن آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ والی روایات زیادہ ہیں۔

شافعیہ نے دائیں ہاتھ والی روایات کو ترجیح دی ہے، اور وہی ان کے پاس مشہور ہے، ہمارے شیخ نے ترمذی کی شرح میں لکھا ہے، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے، شوافع کے پاس دو وجہوں میں سے صحیح یہی ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا بائیں ہاتھ میں پہننے سے افضل ہے۔

امام مالکؒ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کو پسند فرماتے ہیں، اور دائیں ہاتھ میں مکروہ جانتے ہیں۔

حنفیہ کا مذہب یہ ہے: کہ دائیں ہاتھ میں نہیں بلکہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنی جائے، اس کے علاوہ دوسری انگلی میں نہ پہنی جائے، فقیہ ابو اللیثؒ نے الجامع الصغیر کی شرح میں دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو برابر قرار دیا ہے، ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ وہی حق ہے ؛ کیونکہ روایات مختلف ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننے کے متعلق صحیح روایات آئی ہیں ؛ لیکن اخیر میں اس پر اتفاق ہوا کہ بائیں ہاتھ میں پہنی جائے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ بغویؒ نے شرح السنہ نے میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اولاً داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی، پھر بائیں ہاتھ میں اور آپ کا یہ ہی آخری عمل تھا۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہننے اور نہ پہننے کا دارومدار نیتوں کے اختلاف پر مبنی ہے، اگر زینت کا ارادہ ہے تو دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے، اگر مہر لگانے کا ارادہ ہے تو بائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔

میں کہتا ہوں: اس رائے کو ذکر کرنے کے مقابلہ خاموش رہنا بہتر تھا، اس کہنے والے نے جو تفصیل بیان کی ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ حالانکہ زینت کے لئے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، زینت مردوں کے مناسب نہیں ہے بلکہ، حاکم کے علاوہ دوسروں کو مطلقا نہ پہننا بہتر ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ چھوٹی انگلی کے علاوہ اگر کوئی دوسری انگلی میں پہنتا ہے تو کیا حکم ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ: اس میں سخت کراہت ہے، اور اس میں سنت کی مخالفت ہے، سوال: چاندی کے علاوہ دوسری چیزوں کی انگوٹھی پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سونے کی ہے تو مردوں پر حرام ہے لوہے، رانگ، اور تانبے یا الماس کی ہو تو مطلق حرام ہے۔

عقیق کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے ہمارے اصحاب نے اس کے متعلق نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے عقیق کی انگوٹھی پہنی تھی، اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: عقیق کی انگوٹھی پہنو وہ مبارک ہے، علامہ عینیؒ فرماتے: کہ اس میں نظر ہے۔ انتهى كلام الامام بدر الدين العينى.

کئی نگ والی انگوٹھی مرد کے لئے

عالمگیریہ میں ہے: **وانما يجوز التَّخَتُّم بالفضة إذا كان على هيئة خاتم الرجال، اما إذا كان على هيئة خاتم النساء بأن يكون له فَصَّان او ثلاثةٌ يُكره استعماله للرجال.** (فتاوى العالمگيرية كتاب الكراهية: ۵/ ۳۳۵)

اور جائز ہے چاندی کی انگوٹھی پہننا، جبکہ وہ مردوں کی انگوٹھیوں کی طرح ہو، اگر وہ عورتوں کی انگوٹھیوں کی طرح ہو، مثلاً اس کے دو نگ ہوں، یا تین تو اس کا استعمال مردوں کے لئے مکروہ ہے۔

ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ایسی انگوٹھیاں جس میں کئی نگ ہوں حرام ہے، ایک سے زائد انگوٹھی بھی کوئی مرد نہ پہنے۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۹/ ۳۴۵. گجرات)

چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنی جائے

امام مسلم نے **باب النهی عن التختم فی الوسطی** میں بیان کیا ہے: **عن ابی برده قال : قال علي نهاني رسول ﷺ ان اتختم في اصبعي هذه اوهذه، قال: فأوما الى الوسطى، والتي تليها.** (مسلم: ۲۰۹۵ التختم فی الوسطی)

ابو برده کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو منع فرمایا ہے کہ میں اس میں اور اس میں انگوٹھی پہنوں۔ راوی کہتے ہیں: بیچ کی اور اسکے بازو والی انگلی کی طرف اشارہ کیا، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

ولم يثبت فى الابهام والبنصر رواية عن النبى ﷺ عن الصحابة والتابعين فيثبت ندبه فى الخنصر واليه جنح الشافعية والحنفية ذكره ميرک وظاهر القياس ان لبسه في الإبهام والبنصر منهي بالنسبة للرجال دون النساء ، وقال النووي يكره للرجل جعل الخاتم فى الوسطى والتى تليها كراهة تنزية ، واما المرأه فلها التختم فى الأصابع كلها. (مرقاۃ رقم : ۴۳۹)

رسول اللہ ﷺ صحابہ اور تابعین سے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے بازو والی (بنصر) کے متعلق کوئی روایت ثابت ہیں، لہذا اخنصر چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے، اسی طرف شافعیہ اور حنفیہ کا رجحان ہے میرک نے اسکو بتلایا ہے۔

قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مردوں کو ابہام اور بنصر میں پہننا منع ہے، عورتوں کو منع نہیں ہے۔
علامہ نوویؒ نے فرمایا: مرد کے لئے مکروہ تنزیہی ہے کہ شہادت اور اس کے بازو والی انگلی میں انگوٹھی پہنے، لیکن عورت اپنی تمام انگلیوں میں پہن سکتی ہے۔

علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں: **بل وردالنصُّ فی جواز التختم ببعض الاحجار کا لعقیق فانه روي أن النبى ﷺ كان يتختم بالعقيق ، وقال تختموا بالعقيق فإنه مبارک كما ذكر ه في الكا فى وغيره.** (فتح القدير : ۱/۲۲)

نگینوں کے استعمال کا تذکرہ نصوص میں ملتا ہے، نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ عقیق کی انگوٹھی پہنتے تھے، اور آپ نے فرمایا بھی ہے کہ: عقیق کی انگوٹھی پہنو وہ برکت والی ہے، کافی وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

عورتوں کو تمام انگلیوں میں انگوٹھیاں پہننا جائز ہے

امام بخاری فرماتے ہیں: **وكان على عائشة خواتيم ذهب** . (بخاري ،باب الخاتم على النساء : ۱۵۸.۷) حضرت عائشہؓ کے پاس سونے کی کئی انگوٹھیاں تھیں۔ علامہ عینی، عمرو سے نقل کرتے ہیں: **سألت القاسم بن محمد فقال : لقدرأيت والله على عائشة تلبس المعصفر وتلبس خواتيم الذهب** (عمدة القاری: ۳۹/۲۲) عمرو کہتے ہیں میں نے القاسم بن محمد سے پوچھا تو انھوں نے بتایا: خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ زعفرانی رنگ کو اور سونے کی انگوٹھیوں کو پہنتی تھیں۔

آنکھ کے اوپر بالی لگانا

بعض مرد اور بعض علاقوں میں عورتیں بھی آنکھ کی بھوں پر بالیاں ایک یا دو لگاتے ہیں، یہ منع ہے، اسکی دو وجہیں ہیں: ایک تغییرلخلق الله۔ دوسرا: تشبه بالكافرات یا کم ازکم فاجرات ہے۔

مردوں کا ہاتھ میں کڑا پہننا

مرد یا عورت کا گھڑی استعمال کرنا جائز ہے، اگرچہ اس کی چین لوہے یا اسٹیل کی ہو، البتہ سونے کی یا چاندی کی ہو تو مردوں کیلئے منع ہے نص کی وجہ سے۔ عورتیں مردانہ گھڑی استعمال نہیں کرسکتی ہیں۔

اسٹیل وغیرہ کی چین مقصود بالذات نہیں ہوتی ہے، اسلئے وہ درست ہے. **يُغْتَفَرُ في التوابع مالا يغتفر فی غيرها**،(الا شباہ والنظائر ابن نجیم : ۱۲۱)، تابع اور ضمنی چیزوں میں بعض ایسی باتیں نظرانداز کردی جاتی ہیں جو عام صورتوں میں نظرانداز نہیں کی جاتی ہیں۔

ہاتھ میں لوہے، چاندی، اسٹیل وغیرہ کا کڑا پہننا مردوں کیلئے جائز نہیں ہے، فقہاء نے جب چاندی کے علاوہ انگوٹھی کو ہی حرام قرار دیا ہے تو کڑا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

جامع الصغیر کی شرح میں مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھتے ہیں، **واما التختم بالحدید و الصفر حرام بالاجماع.** (الجامع الصغیر : ۱/۳۹۱) لوہے اور پیتل کی انگوٹھی بالاجماع حرام ہے، اسی طرح بعض مرد سونے کی زنجیر ہاتھ میں پہنتے ہیں وہ بھی حرام ہے۔

گلے میں چاندی یا سونے یا کسی اور دھات کی زنجیر استعمال کرنا مردوں کیلئے جائز نہیں ہے۔ بعض نوجوان کانوں میں بالیاں پہننے لگ گئے ہیں وہ جائز نہیں ہے، ہاں بعض حضرات کو مرگی کی بیماری ہوتی ہے، اس سے علاج کے لئے ہاتھ یا پاؤں میں کڑے کا استعمال کیا جاتا ہے تو درست ہے۔

الاشباہ میں ہے، الضرورات تبیح المحظورات ، ممنوعہ چیزوں کو ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دیا جاتا ہے۔ (الاشباہ: ۱۴۰)

بعض حضرات ہاتھوں کے گٹے میں کالا یا لال یا کسی اور رنگ کی ڈوری یا تاگا باندھتے ہیں، بطور دعا وتعویذ کے، چونکہ یہ تشبہ بغیر المسلمین مانا جاتا ہے، اسلئے اس سے احتراز لازم ہے، اگر ضرورت ہو تو اوپر بازو یا گلے میں لٹکا لیں۔

باب ششم

لباس اور زینت کے متعلق فتاوی

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّارِجَالًا نُوحِي اِلَيْهِمْ فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُونَ (النحل:۴۳)

اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں

ٹوپی کا حکم

سوال (۱): ٹوپی سے نماز پڑھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس کی کیا اصل ہے، اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں، کیا حکم رکھتا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں دو امر غور طلب ہیں، اول صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا، دوم صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا یا امامت کے لئے عمامہ کا ضروری ہونا، سو امر اول کے متعلق عرض ہے، کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے: کہ **فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس** گو اس حدیث پر امام ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، امام ترمذی نے کہا ہے: **هذا حديث غريب واسناده ليس بالقائم** بخاری نے کہا ہے **هو واه** تاہم بذل المجہود، ج ۵/ص ۵۲ میں لکھا ہے: **مراد الحديث ـ "ان المشركين كانوا يعممون على رؤسهم من غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة ونحن نعمم على القلنسوة ولأبي الشيخ عن ابن عباس**ؓ **كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث قلانس" الحديث .**

ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں نقل کیا ہے "**قال وروي عن ابن عباس**ؓ **أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يلبس قلانس تحت العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس ، قال الجزری**ؒ **قال بعض العلماء السنة أن يلبس القلنسوة والعمامة ، فأما لبس القلنسوة بلا عمامة فهو زي المشركين " جمع الوسائل ج ۱ /ص ۱۶۸ /فی عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم .** اور صاحب فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے "**ای انهم يكتفون بالقلانس وبه صرح القاضي أبو بكر في شرح الترمذي ويحتمل عكسه .**

زرقانی علیہ الرحمہ نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے ’’قال ابن العربي أي أن المسلمين يلبسون القلنسوة وفوقها العمامة اما لبس القلنسوة فزي المشركين‘‘

اس کی تائید میں زرقانیؒ نے ابن ابی شیبہ سے حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے ’’ان العمامة حاجز ای مميز بين المسلمين لانهم يتعممون والمشركين لانهم لا عمائم لهم‘‘

کوکب میں ہے ’’انا نعمم على القلانس وهم يكتفون بالعمائم طيبى ويحتمل عكس ذلك بل رجحه القاري في المرقاة، والاول الشيخ عبد الحق.

امر دوم کے متعلق بھی بہت وضاحت ہوگئی مزید توضیح کے لئے چند عبارات اور نقل کرتا ہوں۔ كانت عمامته عليه السلام فى اكثر الاحيان ثلثة اذرع شرعية وفى الصلوات الخمس سبعة اذرع وفى الجمع والاعياد اثنا عشر ذراعا. (العرف الشذى) عن جعفر بن عمرو بن حريث قال رأيت النبى صلى الله عليه وسلم على المنبر يخطب وعليه عمامة سوداء فيه الاستحباب لمن اراد الجمعة ان يعتم ويرتدى وللامام اكد، بذل المجهود، عن محمد بن المنكدر قال رأيت جابر بن عبد الله يصلي في ثوب واحد وقال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في ثوب واحد، (بخاري شريف) كان الخلاف في منع جواز الصلوة في الثوب الواحد قديما ثم استقر الامر على الجواز، فتح البارى، مختصراً. ’’والغرض بيان جواز الصلوة في الثوب الواحد ولو كانت الصلوة في الثوبين افضل ، فتح الباري. والمستحب أن يصلي الرجل في ثلثة أثواب قميص وازار وعمامة اما لو صلى في ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كازار الميت تجوز صلوته من غير كراهة كبيري. ’’وقد سئلت غير مرة عن الصلوة بغير عمامة هل تكره كما هو المشهور بين العوام فتجسسته في كتب الفقه فلم أجد سوى قولهم ، المستحب أن يصلي في ثلثة أثواب ازار وقميص وعمامة وهولا يدل على كراهة

الصحة بدونها كما حرره بعض علماء عصرنا ظاناً أنَّ ترک المستحب مکروه، وذٰلک لأنَّه قد صرح في البحر وغيره أنَّ ترک المستحب لا تلزم منه الكراهة، ما لم يقم دليل خارجي عليه، وقد يستدل له على الكراهة فيما نحن فيه بأن النبيَّ صلى الله عليه وسلم واظب على الصلوة مع العمامة فانه يعلم من الاخبار أنَّه كان يضع العمامة على رأسه دائما لا سيما في الصلوة، نعم كان يضعها بين يديه في بيته والمواظبة على العمامة من قبيل الثاني، فلا يكون تركه مکروها، نعم يکون الاولى الاقتداء به، وأفاد الوالد العلام في بعض تحريراته أنه تكره الصلوة بدونها في البلاد التي عادة سكانها لا يذهبون الى الكبراء بدون العمامة. (نفع المفتى والسائل، ص ۷۰/) ومن اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان عن الاضلال فكيف من أصر على بدعة أومنكر، وجاء في حديث ابن مسعودؓ ان الله يحب أن توتى رخصه كما يحب ان توتى عزائمه اه سعاية"

"الاصرار على الامر المندوب يبلغه الى حد الكراهة"

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:

۱- عمامہ مستحب ہے۔

۲- یہ امر من حیث العادۃ ہے من حیث العبادۃ نہیں۔

۳- عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا اولیٰ ہے اور مستحب ہے۔

۴- بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

۵- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

۶- امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

۷- جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

۸- کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہئے خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو، کہ اس سے مندوب حد کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اس کی وجہ سے آمادہ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۷/۵۷ھ

عمامہ کا حکم

سوال (۲): عمامہ باندھنا سنت ہے یا نہیں امام کو پگڑی باندھ کر نماز پڑھانا بہتر ہے یا بغیر پگڑی کے آج کل بہت کم لوگ پگڑی باندھ کر نماز پڑھاتے ہیں؟ بہتر کیا ہے اور سنت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عمامہ باندھنا بھی اسی طرح کی سنت ہے، بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت درست ہے، اصرار کی وجہ سے مستحب چیز بھی مکروہ ہوجاتی ہے۔

قال صاحب السعايه: الاصرار على امر مندوب يبلغه الى حد الكراهة ، اه

فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۹۴- گجرات)

عمامہ کی مقدار

سوال (۳): نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں، اور ایسا نہ کرنے والے کے ساتھ طعن وتشنیع سے پیش آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہئے یہ فعل ان کا کیسا ہے، اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہئے، کیا اس کے لئے کوئی قید ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہنتا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے، تو پھر طعن وتشنیع کرنا برا ہے بلکہ اگر فعل مستحب کے ساتھ

وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہوتا ہے، لہذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھانا ضروری ہے، اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی۔

وقد اشتهر بين العوام ان الامام ان كان غير متعمم والمقتدون متعممين فصلاتهم مكروهة وهذا ايضا زخرف من القول لا دليل عليه. (نفع المفتي والسائل، ص ۳۷، ۳۸)

اور ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جب تک سنت کے موافق نہ ہو اس کی مقدار سات ہاتھ ہے، اور بعض اوقات بارہ ہاتھ بھی حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے "**كان له صلى الله عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة اذرع والطويلة كانت اثنى عشرة ذراعا انتهى وظاهر كلام المدخل ان عمامته كانت سبعة اذرع مطلقا من غير تقييد بالقصير والطويل فقط والله اعلم جمع الوسائل شرح شمائل،[ج ۱/ص ۲۰۷/]**.

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۷/ جمادی الثانی ۵۲ھ

جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال

سوال: جس عمامہ پر چاندی کے تاروں کے نقش کئے گئے ہیں، کیا ایسے عمامہ کو استعمال کرنا جائز ہے؟ اور اس کو سر پر باندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ نقش کنارے پر چار انگل سے کم یا برابر ہے، تو اجازت ہے، پھر خواہ وہ اتنا گنجان ہی کیوں نہ ہو جس سے کپڑا چھپ جائے، درمختار میں یہ مسئلہ موجود ہے، اگر کنارے پر نہیں بلکہ تمام عمامہ پر ہے اور سب کو جمع کر کے دیکھا جائے تو چار انگل سے زائد نہ تب بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحا

نہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/ ۹۰ھ
(فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۴/۱۹- گجرات)

گاندھی ٹوپی پہننا جائز ہے مگر نماز عمامہ میں ہی افضل ہے

سوال: ترک موالات کے زمانے سے اکثر مسلمانوں نے گاندھی ٹوپی کو عمامہ پر ترجیح دے کر قومی نشان قرار دے لیا ہے اور ہمیشہ اس کے پہننے کا خود کو عادی بنالیا ہے خصوصاً نمازوں میں بھی کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے؟

جواب: جس ٹوپی کا نام گاندھی ٹوپی یا گاندھی کیپ رکھ لیا گیا ہے وہ ہندوستان کی ٹوپیوں میں سے ایک خاص وضع کی ٹوپی ہے جو مدت دراز سے ہندوستانیوں میں مستعمل تھی وہ کوئی کفر کی علامت یا خاص کفار کی وضع کی ٹوپی نہیں تھی اور نہ ہے، اب بھی زیادہ سے زیادہ اس میں قومیت کا نشان ہونے کا وصف آیا ہے، تو اس کا استعمال نماز اور غیر نماز ہر حال میں جائز ہے، باقی یہ کہ نماز میں عمامہ افضل ہے یہ مسئلہ بحال خود قائم ہے اس میں کوئی فرق نہیں، یعنی عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے افضل ہے خواہ ٹوپی گاندھی کیپ ہو یا ترکی یا اور کوئی وضع کی۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ مدرسہ امینیہ دہلی

بلا ٹوپی وعمامہ والے کی امامت

سوال: ایک امام صاحب کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی صرف ایک چادر تھی جو تمام بدن پر اوڑھ رکھی تھی ایک مقتدی نے امام صاحب سے کہا: کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے۔ امام صاحب نے کہا: میں اسی طرح پڑھاؤں گا، جسکی مرضی ہو پڑھے اور جس کی مرضی نہ ہو نہ پڑھے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہئے، تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۴/۲ میرٹھ)

ٹوپی سے متعلق فتاویٰ مسنون ٹوپی

سوال: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کس قسم کی ٹوپی استعمال فرمائی ہے، گول یا لمبی؟ ''من فضلك حرروا واجيبوا بالحديث الصحيح``

الجواب حامدا ومصلياً:

كان كمام اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بطحاً، جمع كمة وهى القلنسوة المدورة اى كانت مبسوطة على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة ويلبس ذوات الاذان في الحرب وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه(مرقاة ج۸ص وهو ۲۴۶)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی ٹوپی استعمال کی گئی ہے، ایسی بھی کہ جس میں سترہ بننے کی صلاحیت ہے اور گول بھی جو کہ سر سے چپکی ہوئی ہو۔ (فتاوی محمودیہ: ۲۷/۴۴۱ میرٹھ)

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قسم کی ٹوپی پہننا ثابت ہے؟ اور ہماری کونسی ٹوپیاں پہننا مطابق سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ٹوپی عموماً گول سر مبارک پر چپکی ہوئی ہوتی تھی، بعض صحابہ کرام سے طویل بھی منقول ہے اکابر صلحاء کا لباس قابل اتباع ہے (محمودیہ: ۲۷/۴۴۲ فاروق)

سوال: گول ٹوپی لگانا سنت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی کیسی دیتے تھے؟ جو لوگ اصرار کرتے ہیں گول ٹوپی پر ان کا اصرار کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً! گول ٹوپی سر سے ملی ہوئی (چپکی ہوئی) جبکہ اونچی نہ ہو حدیث شریف سے ثابت ہے مگر یہ چیز سنن عادیہ میں سے ہے، سنن ھدی میں سے نہیں پس جو شخص اتباع کریگا وہ ماجور ہوگا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں کہ تارک پر ملامت کی جائے۔ (محمودیہ: ۲۷/۴۴۲ میرٹھ)

دو پلی ٹوپی اور گول ٹوپی

سوال: اکثر علماء دیوبند جس لمبی ٹوپی کو پہنتے ہیں وہ درست ہے یا نہیں؟ اس لمبی ٹوپی میں کسی

قسم کی کراہت ہے یا نہیں؟ یہ لمبی ٹوپی اور گول ٹوپی دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً: دو پلیاں ٹوپی بھی ہمارے دیار میں صلحاء کا لباس ہے بعض اکابر گول پہنتے ہیں، بعض دو پلیاں، کسی پر نکیر نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۰۰/۹- گجرات)

ٹوپی کا ثبوت

سوال: اس سلسلہ کی روایت پیش فرمائیں میرے پاس کوئی کتاب ایسی نہیں ہے روایت ایسی بیان فرمائیں جس سے آنحضرت ﷺ کا معمول سر پوشی یعنی ٹوپی کے متعلق آجائے؟

جواب: واعلم انه صلى الله عليه وسلم كانت له عمامة سوداء تسمى السحاب وكان يلبس تحتها القلانس جمع قلنسوة وهي غشاء مبطن يستتر به الرأس قاله الفراء وقال غيره هي التي تسميها العامة الشاشية والعِرقِيَّة وروى الطبراني وأبو الشيخ والبيهقي في شعب الايمان من حديث ابن عمر رضي الله عنهما كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر وربما وضعها بين يديه اذا صلى واسناده ضعيف كذافي ابي داود والمُصَنِّفُ فَرْقُ ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس. قال المصنف غريب وليس اسناده بالقائم وروى ابن شيبة دخل مكة يوم الفتح وعليه شَقَّةٌ سوداء وأَنَّ عِمامته كانت سوداء. (جمع الوسائل شرح شمائل: ۳۰۴/۱)(محموديه: ۴۴۵/۲۶ میرٹھ)

لمبی ٹوپی کا ثبوت

سوال: جناب مفتی صاحب یہاں ہنگلی ضلع میں فرفرا ایک مقام ہے پیری مریدی کی یہاں زبردست خانقاہ ہے، اور اس کا سلسلہ بھی طویل ہے۔

حضرت مولانا ابوبکرؒ جو ایک زمانے میں بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں ان کی اولاد کا سلسلہ اب بھی جاری ہے چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں بڑا اختلاف اکابر کی کتابوں سے رکھتے ہیں،

ان میں سے ایک گول اور لمبی ٹوپی ہے گول اور لمبی ٹوپی کے سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ جواز کے بارے میں کلام نہیں صرف ثبوت کے بارے میں عرض ہے۔

دوسری بات بذل المجہود کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مدینہ والوں کی ٹوپیاں اس طرح لمبی ہوتی تھی حضرت مولانا خود اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں عبارت یوں ہے۔

والبرانس جمع برنس الخ هو قلنسوة طويلة الخ وهذا لثوب شائع عند اهل العرب يلبسون ليس فيه كما سالت عنه الخ بذل المجهود ۲/۱۳۰ یہاں حضرت مولاناؒ لمبی ٹوپی سے تفسیر فرماتے ہیں اور نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے اس کے متعلق سوال کیا تو جواب میں اثبات کا پہلو نظر آیا اب کمام کے صحیح معنی بالمشاہدہ آپ کی نظر میں کیا ہے؟

(۲) کیا اس حدیث سے لمبی ٹوپی کا ثبوت کافی ہو جاتا ہے یا اور کوئی حدیث ایسی ملتی ہے؟

(۳) اہل مدینہ سے متعلق اکثریت ان کی ٹوپی مشاہدہ میں آنجناب نے کیسا دیکھا لمبی یا گول لمبی تو کس شکل کی؟

(۴) استفسار محض معلومات کیلئے عرض ہے کسی سے تعارض مقصد نہیں ضیاء الدین صاحب علی گڈھ کی طبیعت خراب ہے دعا فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

عن ابی كبشة قال كان كمام اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بطحا رواه الترمذی وقال هذا حديث منكر (كمام اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم) بكسر الكاف جمع كمة بالضم كقباب وقبة وهی القلنسوة المدورة سميت بها لانها تغطی الراس (بطحا) بضم الموحدة فسكون المهملة جمع بطحاء ای كانت مبسوطة على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها کمام کی دوسری تفسیر آستین کے ہے **قال الطيبی فيه ان انتصاب القلنسوة من السنة بمعزل كما يفعله وهن البيض المضروبة ويلبس ذوات الآذان فی الحرب**

وکان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه، مرقاة ۴/ ۴۲۴ مطبوعه اصح المطابع بمبئی کتاب اللباس الفصل الثانی.

اس سے معلوم ہوا ہے کہ ایسی ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے جس کو نماز کیلئے ستر بنایا جائے۔ (محمودیہ: ۲۷/ ۴۴۵ میرٹھ)

گول اور لمبی ٹوپی کی سنت کی تحقیق مع فتاوی دار العلوم و مظاہر علوم

سوال: ہمارے مغربی بنگال میں ٹوپی کے متعلق ایک اشتہار چھپوایا گیا ہے جس کے اندر تمام جگہوں سے استفتاء کیا گیا ہے اور وہ تمام فتوی اس کے اندر جمع کر لئے گئے اور اس میں مفتی ابوظفر صاحب فروردی (مفتی بنگال و آسام) نے یہ فتوی دیا ہے؟

الجواب حامدا و مصلیاً:

مواهب لدنیه وتحفة الاحوذی فی شرح الترمذی اور مشکوۃ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ وصحابہ کرامؓ گول ٹوپی پہنتے تھے محبان سنت کو ضروری ہے کہ لمبی ٹوپی کے بجائے گول ٹوپی استعمال کریں۔ **وفی الحدیث من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة** کے مصداق نہیں۔ **کتبه ابو ظفر غفر له،**

اور دار العلوم دیوبند کے مفتی جمیل الرحمٰن صاحب کا فتویٰ۔

الجواب: گول اور سر مبارک سے چپٹی ہوئی تھی **کما هو المستفاد من شرح المواهب للامام الزرقانی ۵/ ۹ (جمیل الرحمن درالعلوم دیوبند)**

اسی طریقہ پر مظاہر علوم سہارنپور کا فتوی

الجواب: گول ٹوپی پہننا جائز ہے فتاوی رشیدیہ ص ۴۸۳، صحابہ کرام کی ٹوپی اٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی مشکوۃ شریف ص ۳۷۴ میں روایت **عن الی کبشة قال کان کمام اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بطحا وفی المرقات ای مسبوطة علی روسهم ولا زقة مع رؤسهم غیر مرتفعة** ۔ (فقط کتبہ: مظاہر حسین المظاہری)

کمہ کی جمع کمام ہے کمہ کے معنی گول ٹوپی کذا فی القاموس ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گول ٹوپی کا استعمال کرنا سنت ہے کہ جس کی سنیت حدیث سے ثابت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو علماء دیوبند لمبی ٹوپی استعمال کرتے ہیں اسکی سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں، اور ہماری اس ٹوپی کے پہننے سے سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں، اور ہماری اس ٹوپی کے پہننے سے سنیت ادا ہوگی یا نہیں؟

اور ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی ٹوپی کا رواج ڈالنے والے علماء دیوبند ہی ہیں، کیا مطلق ٹوپی کا استعمال ہی سنت ہے، یا اس کے انداس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور وہ ہیئت بھی کونسی ہے جن سے سنت ادا ہو جائے گی؟

اور ان میں افضل کونسی ہوگی؟ اگر ہم صرف یہ کہیں کہ ٹوپی کا استعمال سنت زوائد میں سے ہے لہذا جو چاہے پہنے تو یہ بات کافی نہیں؛ کیونکہ جب ہم ٹوپی سنت ہی کی نیت سے پہنتے ہیں، تو جس سے سنت کامل درجہ کی ادا ہو وہی استعمال کریں، ورنہ تمام زندگی ٹوپی سر پر لئے پھریں لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی، یا اسکے لئے جو کامل درجہ کی سنت پر عمل کرنا چاہے اگر چہ شرعاً زیادہ اہم نہیں ہے۔

لیکن اس کے متعلق کبھی علمائے فروردی کے ساتھ ہمارا اہم کلام ہوتا ہے اس وقت ہمارا جواب دینا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے چنانچہ حضرت سے عرض یہ ہے کہ اس کو تفصیل وار تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ ٹوپی کا استعمال سنت زائدہ ہے یا اسکی ہیئت سنت زائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عبارت بحوالہ اشتہار نقل کی ہیں مشکوۃ ومرقاۃ سے ان میں گول ٹوپی کی تصریح نہیں صرف یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ٹوپیاں سروں سے چپکی ہوئی تھی اوپر کو ابھری ہوئی بلند نہیں تھیں **مبسوطة على رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غير مرتفعة** مگر مرقات ہی میں یہ بھی موجود ہے **وكان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بين يديه ويصلى اه** (مرقاۃ ۲۴۶/۲) جو ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہو نہ ہو اس سے سترہ کا کام کس طرح لیا جائیگا، جبکہ سترہ کے متعلق یہ بھی موجود ہے کہ سئل

رسول الله ﷺ عن سترة المصلی فقال مثل مؤخرة الرحل الی قوله وفسرت بانها ذراع فما فوقه اه مراقي الفلاح: ۲۴۰ الموهب اللدنية اور تحفة الاحوذی کی عبارتیں منقول نہیں جن میں غور کیا جائے صرف نام مذکور ہیں، پہلے اشتہار کا دعوی ثابت ہو جائے تب دوسری باتوں کا نمبر ہے۔ (محمودیہ: ۲۷/۴۴۷ تا ۴۴۹ میرٹھ)

رامپوری کیپ ٹوپی کا استعمال

سوال: زید نے اصغر کو کہا: کہ اصلی رامپوری کیپ کا پہننا سنت کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: حضرت نبی کریم ﷺ سے ایسی ٹوپی پہننا ثابت نہیں ہے؛ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو ٹوپی ثابت نہ ہو وہ ناجائز ہے، ناجائز ہونے کا معیار الگ ہے، البتہ اس کو سنت کہنا صحیح نہ ہوگا، اور اس کے استعمال سے سنت کا ثواب نہیں ہوگا۔ (محمودیہ: ۲۷/۴۴۹ میرٹھ)

ٹوپی کی مقدار

سوال: بازار میں مختلف قسم کی ٹوپی چالو ہے اس میں کس قسم کی سنت ہے؟ اور کس قسم کی ٹوپی کون کون نبی کے زمانے میں چالو ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: مجھے معلوم نہیں آپ کے بازار میں کس کس قسم کی ٹوپی چالو ہے حدیث پاک میں اتنا موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ٹوپی مبارک گول تھی اور سر مبارک سے ملی ہوئی تھی اور طویل ٹوپیاں بھی صحابہ کرامؓ سے منقول ہے، یہاں تک کہ ٹوپی سے سترہ کا کام لینا بھی مروی ہے اور کتب فقہ میں سترہ کی مقدار ایک ذراع لکھی ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔

کامدار ٹوپی وجوتا

سوال: جوتا یا کلاہ یا کپڑا جس پر کہ زری یا سلمہ ستارے کا کام نکلا ہوا ہو وہ جھوٹا ہو یا سچا، مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ چار انگشت سے زیادہ ہو جاوے، اور جوتے میں چار انگشت کا اعتبار کیسے کیا جاوے گا؟

الجواب حامداً ومصلیا : سچے کام کا جوتا کلاہ کپڑا مرد کو چار انگشت سے زائد ناجائز ہے ، **یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر اوالذهب والفضة والکرباس الذي خيط عليه ابر بسم كثير اوشيء من الذهب أولفضة أوأكثر من قدر أربع أصابع. شامی ۳۱۰/۵فصل فی اللبس)**

جوتے وغیرہ میں چار انگشت عرض سے پیمائش کرلیا جاوے، اگر زائد ہوتو ناجائز ہے، **وهل المراد قدر الاربع أصابع طولا وعرضاً بأن لا يزيد طول العلم وعرضه على ذلک أوالمرادعرضه فقط وان زاد طوله على طولها ، المتبادر من كلامهم الثانی . ردالمحتار: ۵۰٦/۹ (محموديه :۴۵۱/۲۷میرٹھ)**

سوال: ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے اگر تو **اضعاً وخشوعاً** ہوتو کوئی کراہت نہیں، اور اگر بے پروائی اور لا اُبالی پنے سے ہوتو بکراہت نماز ہو جائیگی ۔ (کفایت المفتی : جلد سوم ص ۴۲۹)

کوٹ، قمیص، بونٹ، ترکی ٹوپی وغیرہ

سوال:۔ مروجہ کوٹ کالردار قمیص اور بونٹ کا استعمال کیسا ہے؟ اور ترکی ٹوپی کا استعمال کیسا ہے اور برجس جو کہ گھوڑے کی سواری کے وقت استعمال ہوتی ہے، اس کا استعمال کیسا ہے اور پیتل وغیرہ کے بٹن اور دیگر اشیاء مثلا لوٹا دیگچی یا عورتوں کیلئے زیورات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: لباس مذکور اس زمانہ میں صلحاء کا لباس نہیں اسلئے اس لباس سے اجتناب چاہئے خصوصاً اہل علم کو کہ وہ مقتدا ہیں، اور جو لباس کسی غیر قوم کا مخصوص قومی شعار ہے اس کا استعمال نہایت خطرناک ہے، حتی کہ فقہاء نے ایسے لباس اختیار کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔

ترکی ٹوپی کا رنگ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتوی کے مطابق ناپاک ہوتا ہے اسلئے کہ اس کو جب تک اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہو جائے اس سے نماز درست نہیں، اگر وہ سرخ رنگ سے رنگی ہوئی ہوتو اسکا استعمال ناجائز ہے کیونکہ مرد کو خالص سرخ رنگ کا استعمال منع ہے۔

پیتل کے زیورات اور ظروف جو دیگر اقوام کے ساتھ مخصوص نہیں عورتوں کو جائز ہے، (پیتل کے زیورات اور برتن بلا قلعی کے مکروہ ہیں) کما فی ردالمحتار۔ (محمودیہ ۲۷/۴۰۸ میرٹھ)

فوجی ٹوپی پہنکر نماز جائز ہے

سوال: اگر کوئی شخص سر پر بجائے ٹوپی کے کلاہ فوجی بلا ضرورت رکھ کر نماز پڑھے یا پڑھاوے تو نماز جائز ہے یا نہیں، اور بغیر نماز پہننا کیسا ہے؟

جواب: اس ٹوپی سے نماز ہو جاتی ہے لباس اور ٹوپی میں کوئی خاص طریق اور وضع مامور بہ نہیں ہے بلکہ جیسے جس ملک کی عادت اور رواج ہو اسکے موافق لباس اور ٹوپی وغیرہ پہننا درست ہے۔

حدیث شریف میں، **کلو اما شئتم و البسو اما شئتم الحدیث** یعنی جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو مگر حرام سے بچو اور تکبر و اسراف نہ کرو۔ فقط (فتاوی دارلعلوم: ۴/۱۰۲)

جالیدار ٹوپی کے ساتھ نماز مکروہ نہیں

سوال: جالیدار کپڑے کی ٹوپی سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں، اور ہمیشہ استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو کپڑا مردوں کو پہننا مباح ہے اگر وہ جالیدار ہو تو اس کی ٹوپی سے نماز درست ہے، اور استعمال اس کا اس طریقہ پر کہ کشف عورت نہ ہو درست ہے۔ فقط (فتاوی دارالعلوم: ۴/۱۰۹)

عاجزی کے طور پر ننگے سر نماز بلا کراہت جائز ہے

سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کے جو شخص ننگے سر اس نیت سے نماز پڑھے کہ عاجزانہ درگاہ خدا میں حاضر ہوتا ہوں تو کچھ حرج نہیں؟

جواب: یہ تو کتب فقہ میں بھی لکھا ہے کہ بہ نیت مذکورہ ننگے سر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں، درمختار میں ہے **لا بأس به للتذلل الخ** فقط (فتاوی دارالعلوم: ۴/۹۴)

تولیہ یا رومال باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: تولیہ یا رومال بجائے عمامہ کے باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تولیہ ٹوپی پر باندھنا

مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز پڑھانا مکروہ ہے یا نہیں؟ اور یہ اعتبار ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اس کو طعن کرے اور الفاظ جاہلانہ توہین کے کہے تو اسکو عتاب ہونا چاہئے یا نہیں؟۔

جواب: تولیہ ورومال ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں ہے، یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا اور نماز اس سے مکروہ نہ ہوگی؛ بلکہ اطلاق عمامہ کا اس پر آوے گا، اور باندھنے والا مستحق ثواب ہوگا، اور اعتجار مکررہ نہیں ہے، عصابہ بمعنی عمامہ بھی آتا ہے، اور پٹی جو سر پر باندھی جاوے اس کو بھی عصابہ کہتے ہیں، **العصابة تأتی بمعنی العمامة کما فی القاموس وشرح شمائل للقاری**، عمامہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت منقول ہیکہ آپ کے پاس دو عمامہ تھے ایک سات ذراع کا اور ایک بارہ ذراع کا لیکن صحیح یہ ہے کہ اسمیں کوئی تحدید شرعاً نہیں ہے، بقدر ضرورت ہونا کافی ہے۔

جمع الوسائل شرح الشمائل لعلی القاری میں ہے: **وقال الشيخ الجزري في تصحيح المصابيح :قد تتبعت الكتب وتطلبت من السير والتواريخ لأقف على قدر عمامة النبي ﷺ فلم أقف على شیء، حتى أخبرني من أثق به أنّه وقف على شئى من كلام النووى ذكر فيه أنه كان له صلى الله عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة الخ فقط** (فتاوى دارالعلوم: ۴/ ۹۴)

صرف ٹوپی اوڑھ کر امامت مکروہ نہیں

سوال: ٹوپی اوڑھ کر امامت کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ٹوپی سے امامت درست ہے کچھ کراہت نہیں ہے البتہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا اور امامت کرنا افضل ہے، اور ثواب زیادہ ہے لیکن ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہے کذافی شرح المنیۃ الکبیر۔ فقط

(فتاوی دارالعلوم: ۴/ ۹۷)

گاندھی کیپ ٹوپی کا حکم

سوال: کیا کھادی کی کشتی نما ٹوپی جو گاندھی کیپ کے نام سے مشہور ہوگئی ہے، مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے؟ **من تشبه بقوم فهو منهم** سے کیا مراد ہے؟

جواب: ۔ کشتی نما ٹوپی ہندوستان میں زمانہ دراز سے مستعمل تھی اس کا نا تحریک کے زمانے میں گاندھی کیپ رکھ لیا گیا، امروہہ کشتی نما ٹوپی کی منڈی تھی، اور بے شمار ٹوپیاں وہاں بنتی تھی، اس کے لئے کھدر کا لزوم ایسا ہی ہے، جیسا کہ کرتا اور پاجامہ بھی کوئی اپنے لئے کھدر کا متعین کر لے، اس لئے کشتی نما ٹوپی پہننا جائز ہے، اور صرف اس کا نام گاندھی کیپ ہو جانے سے وہ ناجائز نہیں ہوگئی، من تشبہ سے مراد یہ ہے کہ کسی قوم کی کوئی ایسی چیز میں مشابہت اختیار کی جائے جو اس قوم کے ساتھ مخصوص ہو، یا اس کا خاص شعار ہو تو ایسی مشابہت ناجائز ہے، گاندھی کیپ ٹوپی کا یہ حکم فی نفسہ ہے، عوارض کے شمول سے منع کیا جاتا ہے۔ (جامع الفتاوی: ۱/۴۰۲)

انگریزی ٹوپی کی ممانعت اور امام ابو یوسف کے قول کی شرح

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی کا مسلمانوں کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں اس زمانہ میں قریب قریب سب مسلمان گورنمنٹ عہدہ دار خصوصا سیاحت کنندہ آفیسر اس کو پہنتے ہیں، اب اس کی خصوصیت کسی قوم کے ساتھ نہیں رہی البتہ صلحاؤ علماء ہنوز اس کے استعمال سے مجتنب ہیں، اب یہ ٹوپی نہایت ہلکی ہے، البتہ صلحاء وعلماء ہنوز اس کے استعمال سے مجتنب ہیں،

اب یہ ٹوپی نہایت ہلکی ہے، سر ودماغ میں بخوبی ہوا پہنچتی ہے جو لوگ گھوڑے یا بائیسیکل پر سوار ہوتے ہیں ان کے لیے دھوپ میں یہ ٹوپی نہایت ہی مفید ہے کیونکہ ایسی حالت میں چھتری کا استعمال دشوار ہے اگر اس میں تشبہ بالنصاری یا بالفساق مان بھی لیا جائے تاہم چونکہ صلاح العباد کا تعلق ہے، اسلئے ایسی مشابہت مضر نہ ہونا چاہئے کیونکہ امام ابو یوسفؒ نے باوجود مشابہت بالرہبان کے نعلین مخصوفین بمسامیر کو بسبب صلاح العباد کے استعمال کیا ہے۔ کما فی رد المحتار ص ٤٦١ جلد ١، باب ما یفسد به الصلوة، حضرت علماء اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی کا استعمال مسلمانوں کے لیے جائز نہیں، اور باوجودیکہ آج کل کسی قدر عموم ہو چلا ہے لیکن عرف عام میں اب بھی اسکی خصوصیت انگریزوں کے ساتھ سمجھی جاتی

ہے، اس لئے تشبہ بالنصاری سے ہرگز خالی نہیں، رہا ضرورت کا سوال، سو رفع ضرورت کے لیے دوسری صورتیں بھی ممکن ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس قسم کی ٹوپی میں کوئی ایسی صورت بنائی جائے کہ وہ نصاری کی ٹوپی سے ممتاز ہو جائے، اور بالفرض اگر کوئی دوسری صورت نہ بن سکے تو جواز اس کا صرف بقدر ضرورت ہوگا، جیسا کہ قاعدہ مسلمہ ہے، **ما جاز للضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ** تو صرف دھوپ کے وقت اور وہ بھی گھوڑے یا بائیسیکل کی سواری کے وقت جائز ہوگا، باقی اوقات میں بدستور ناجائز وممنوع رہیگا۔ اور جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں وہ ہرگز اس کی رعایت نہیں کرتے اور تجربہ شاہد ہے کہ ایسے معاملات میں اگر کچھ قیود وشرائط لگا کر اجازت دی جاتی ہے تو عوام میں قیود وشرائط سب حذف ہو جاتے ہیں، اصل جواز باقی رہ جاتا ہے؛ اس لئے انگریزی ٹوپی کا پہننا ناجائز وممنوع ہے، بالخصوص جب کہ تفاخر یا انگریزوں کی وضع بنانے کی نیت سے پہنی جاوے، تو اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے، اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا ارشاد درحقیقت مسئلہ تشبہ کی دو صورتیں واضح کرنے کے لئے واقع ہوا ہے، جن میں سے ایک ناجائز ہے اور دوسری جائز کیونکہ اس جگہ دو چیزیں ہیں۔

ایک تو غیر اختیاری مشابہت ومشاکلت اور دوسری اختیاری طور پر کسی خاص قوم یا شخص کی وضع کو اختیار کرنا پہلی صورت کی مثال یہ ہیکہ ہر انسان کی صورت وشکل ناک ونقشہ قد وقامت حرکت وسکون دوسرے سب مسلمانوں سے مشابہ اور ہم شکل ہے، اسمیں کفار وفجار سب ہی شریک ہیں، جس طرح وہ کھانا کھاتے ہیں مسلمان بھی کھاتے ہیں جس طرح وہ کرتا یا پاجامہ پہنتے ہیں مسلمان بھی پہنتے ہیں، جس طرح وہ سوتے ہیں یہ بھی سوتے ہیں اس کو اصطلاح اور لغت میں مشابہت اور تشابہ کہا جاتا ہے، یہ غیر اختیاری امر ہے اس کے اس کے متعلق حسب قواعد مقررہ کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا یہ بلا خلاف جائز ومباح ہے، اور دوسری صورت یہ ہیکہ ایک وضع یا کوئی لباس یا برتن وغیرہ کسی خاص قوم کی علامت سمجھی جاتی ہے، اب مسلمان اس کو اختیار کریں یہ تشبہ میں داخل اور ناجائز ہے پھر اگر قصد ونیت بھی تشبہ اور تفاخر کی ہو تو گناہ عظیم ہے۔

اور یہ نیت نہ ہو تو بلکہ بغیر خیال تشبہ اتفاقاً استعمال کرلیا تو یہ بھی جائز نہیں، مگر گناہ میں پہلے سے کم

ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ نے اپنے جواب میں اسکی طرف اشارہ فرمایا دیا ہے، کہ ان جوتوں کا پہننا حد تشبہ سے خارج ہے، خود نبی کریم ﷺ سے ایسے جوتے پہننے کا ثبوت ہوا ہے جن کو نصاری کے پادری بھی استعمال کرتے تھے مگر اس میں محض اتفاقی مشابہت تھی بقصد و اختیار تشبہ نہ تھا، علامہ شامی کی عبارت جو اس واقعہ کی تشریح میں وارد ہے اس کی تائید کیلئے کافی ہے:

وهی هذا: فقد اشار الی ان صورة المشابهة فیما تعلق به صلاح العباد لا یضر، فان الارض مما لا یمکن قطع المسافة البعیدة فیها الا بهذا النوع وفیه اشارة ایضا الی ان المراد، بالتشبه اصل الفعل ای صورة المشابهة بلا قصد. (شامی باب ما یفسد الصلوة) صفحه ۴۶۱ جلد ۱

اور اسی تفصیل کی تائید درمختار و شامی کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے، **فان التشبیه بهم لا یکره فی کل شی بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبه کما فی البحر (در مختار قال الشامی فانا نا کل ونشرب کما یفعلون بحر)** شامی مذکورہ مزید تفصیل کے لیے احقر کا **رساله تنبیه الاخیار عن التشبه بالکفار** ملاحظہ فرمائیں اور اس سے زیادہ جزئیات کی تفصیل مطلوب ہو؛ تو مولانا محمد طیب صاحب کے ”**رساله التشبه فی الاسلام**“ کا مطالعہ مناسب ہے۔ **(امداد المفتین: ۹۷۸ سوال نمبر: ۸۷۹)**

کونسے لباس مذہب اسلام میں جائز ہے اور پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال: مذہب اسلام میں جن جن لباسوں کا استعمال درست ہے اس کی نشاندہی فرما دیں، کیا ہندوستان میں کوٹ اور پتلون استعمال کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: لنگی، کرتہ، ٹوپی، عمامہ، چادر یہ لباس عام طور پر حضور اکرم ﷺ سے منقول ہے، پائجامہ بھی منقول ہے، لنگی یا پائجامہ ٹخنے سے اونچا ہونا چاہئے، ٹخنہ ڈھکنا منع ہے، پھر وہ لباس جو کفار و فساق کا مخصوص شعار ہو اس سے بچنا چاہئے، کوٹ پتلون ہندوستان میں پہننا حرام تو نہیں رہا، البتہ صلحاء کا شعار نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(فتاوی محمودیہ: ۲۵۹/۱۹- گجرات)

شرعی لباس

سوال: کیا شرعی لباس یہی ہے، جو آپ علماء حضرات پہنتے ہیں، یہ کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس سنت سے ثابت ہو وہ یقیناً شرعی ہے، اور جس لباس کا سنت میں ذکر نہ ہو، اور اس کو صلحاء نے اختیار کیا ہو کفار اور فساق کا شعار نہ ہو وہ بھی شرعی لباس ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۵۵/۱۹- گجرات)

مسنون لباس

سوال: زید کہتا ہے کہ حضور ﷺ سے نصف ساق کرتا اور چھوٹی مہری والا پائجامہ ثابت نہیں لہذا یہ بدعت ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس قسم کا لباس سلف صالحین نے اسلامیت اور کفاریت کے درمیان فرق کرنے کے لئے اختیار کیا ہے، زید کا قول صحیح ہے، یا نہیں؟ اور عمرو کہتا ہے کہ اگرچہ رسول ﷺ سے ثابت نہیں لیکن جو حضرات حضور ﷺ کے نقش قدم پر ہر ہر سنت پر عمل کرنے والے ہیں وہ تو بغیر ثابت شدہ شئی پر عمل نہیں کریں گے، لباس مسنونہ مع حوالہ ودلیل مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نصف ساق تک کرتا حدیث شریف سے ثابت ہے، اس کو صالحین نے اختیار کیا ہے، پائجامہ پہننے کا عرب میں عام دستور نہیں تھا، بلکہ لنگی کا دستور تھا، اور وہ بھی نصف ساق تک ہوتی تھی، اس کی بھی حدیث شریف میں تصریح ہے، نصف ساق سے نیچے تک بھی اجازت ہے، لیکن ٹخنوں سے اونچی رہے

”عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما اسفل من الکعبین من الازار ففی

النار، (رواہ البخاری المشکوۃ شریف، ج۱/ص۳۷۳)، **عن ابی سعید الخدریؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ازارة المومن الىٰ انصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين وما اسفل من ذٰلک ففی النار قال ذلک ثلاث مرات ولا ينظر الله يوم القيامة الى من جرّ ازره بطرا (رواه ابو داود وابن ماجه اه مشکوة شريف ج۲/ص ۳۷۲)**

قال رسول الله ﷺ: من جرّ ثوبه من مخيلة لم ينظر الله إليه يوم القيام. فقلت لمحارب: أذكر إزاره؟ قال ماخص إزارا ولا ثوباً (بخاری: ۱/ ۸٦۱)

فقط والله سبحانه وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۵۵/۱۹- طبع گجرات)

لباس اور زینت کے مسائل

سوال: مسنون لباس کونسا ہے اور کل لباس کو سرخ کرنا شرعاً روا ہے یا نہیں؟ اور فضیلت کس میں ہے؟

جواب: لباس مسنون (آنحضرت ﷺ کا لباس) ہمیشہ کے لئے کوئی مقرر نہ تھا؛ بلکہ مختلف حالات صیف وشتاء اور سفر وحضر اور دیگر طبعی اقتضاءات کی وجہ سے مختلف اقسام اور الوان منقول ہیں، جن کی تفصیل تمام کتب شمائل میں مفصل ہے بالخصوص زاد المعاد ۳۴ جلد اول میں اس بحث کو سہل اور صاف اور مفصل لکھا گیا ہے، تفصیل مطلوب ہو تو اس کی مراجعت کی جائے؛ لیکن آپ کے تمام اقسام لباس میں یہ قدر مشترک سب میں موجود تھی کہ ۱- لباس سادہ زیادہ تکلف نہ ہو۔ ۲- ریشم وغیرہ جو مردوں پر حرام ہے وہ نہ ہو۔ ۳- وضع ایسی ہو کہ جو مسلمانوں کے امتیازی قومی کو باقی رکھے۔ دوسرے اہل مذہب کی وضع نہ ہو، ایسا ہو جیسا کہ کتب حدیث وشمائل کے منبع سے ثابت ہے، ان امور مذکورہ کی رعایت رکھتے ہوئے پھر عام طرز عمل آنحضرت ﷺ کا یہ تھا کہ لباس کی فکر میں نہ رہتے تھے، وقت پر جیسا میسر ہو گیا خواہ عمدہ ہو یا معمولی اسی کو استعمال فرما لیا۔

کما فی زادالمعاد ۳۶ جلد اول ، والصواب أن أفضل الطریق طریق رسول الله ﷺ التی سنّها وأمر بها ورغب فیها ودام علیها وهی أن هدیه فی اللباس أن یلبس من اللباس من الصوف تارة والقطن تارة والکتان تارة .

لباس کو سرخ کر کے پہننا

سرخ لباس پہننے کے متعلق فقہاء کے اقوال مختلف ہیں لیکن اکثر کتب فقہ وحدیث کے تتبع سے جو بات ثابت ومختار معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خالص سرخ کپڑا پہننا مکروہ تنزیہی ہے، بشرطیکہ عصفر یا زعفران کا رنگا ہوا نہ ہو، اس میں کوئی نجاست بھی شامل نہ ہو **کما فی الدر المختار من المجتبی وغیرها لا باس بلبس الثوب الاحمر ومفاده أنَّ الکراهة تنزیهیة ص ۲۴۹ ج ۵ .**

وہ سرخ کپڑا جو عصفر اور زعفران کا رنگا ہوا ہے یا اس کے رنگ میں نجاست شامل ہے اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے. **کما فی الشامی ۲۴۹ ج ۵ من الحظر والاباحة فهذه النقول من المجتبی والقهستانی وشرح ابی المکارم تعارض القول بکراهة التحریم ان لم یدّع التوفیق بحمل التحریم علی المصبوغ بالنجس اونحو ذلک .**

جو کپڑا خالص سرخ نہ ہو بلکہ اس میں سرخ دھاریاں یا بیل بوٹے سرخ ہوں وہ جائز ہے ایسے لباس کا پہننا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ **کما حققه تحت حدیث ولبس حلة حمراء ……غلط من ظن انها کانت حمراء بحتا لا یخالطها غیره وانما الحلة الحمراء بردان یمانیان منسوجان بخطوط حمر مع الاسود الخ (زادالمعاد : ۱/۱۳۲) ، والله اعلم**

حضور ﷺ کو کونسا لباس پسند تھا؟

سوال: حضور اکرم ﷺ کو کونسا لباس پسند تھا، سفید اور ہرے رنگ کا یا لال اور زرد رنگ کا

؟ایک صاحب نے تجرید بخاری کا حوالہ دیکر ارشاد فرمایا کہ آپ کو زرد اور لال رنگ زیادہ محبوب و پسند تھا، نیز تجرید بخاری کی صحت پر رائے قائم فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفید لباس پسند تھا، کذا فی شمائل الترمذی، لال سیاہ دھاری والا بھی استعمال فرمایا ہے، خالص سرخ اور خالص زرد کو منع فرمایا ہے، بخاری شریف کی احادیث کو مختصراً تجرید میں لیا گیا ہے، بخاری شریف میں کوئی حدیث موضوع نہیں، البتہ بعض روایات کو بعض پر فوقیت ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بخاری شریف کی روایت پر غیر بخاری کی روایت کو ترجیح ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/ سنہ ۹۱ھ

پیراہن مبارک کی لمبائی، چوڑائی

سوال: حضور اکرم ﷺ کا کرتا کیسا ہوتا تھا کلیاں ہوتی تھیں یا نہیں؟ کتنا لمبا چوڑا ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عرب میں عامۃً کلیوں کا دستور نہیں، ظاہر یہ ہے کہ پیراہن مبارک بھی ایسا ہی ہوگا، لمبائی نصف ساق تک یا کچھ زیادہ ہوتی تھی، کعبین سے اوپر تک آستین گٹوں تک، اور اصابع تک دونوں طرح ثابت ہے، چوڑائی جسم مبارک کے مناسب۔ (بذل المجہود و شرح شمائل)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں

سوال: مسنون لباس یا مسنون چیز کو اختیار کرنے کے لئے کوئی عمر ہے یا بڑھاپے میں کوئی سنت کو رائج کرے، لوگ اس کا مذاق اڑائیں تو کیا اسے عمل میں لانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً !

اتباع سنت کے لئے بڑھاپے کا انتظار کرنا غلط ہے ﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبّوْنَ اللّٰہ فَاتَّبِعُوْنِی یُحبِبکُمُ اللّٰہ ﴾ الایة علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین، الحدیث ، لوگوں کے مذاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردہ سنت کے احیاء میں بڑا اجر ہے ،من احي سنة من سنتی بعد ما امیتت الحدیث. فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱۲ھ
(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۵۷- گجرات)

کرتے کی کیفیت

سوال: تہبند اور بغیر کلیدار کرتہ جس کو عرف بنگال میں پنجابی کہا جاتا ہے، اس کو لباس مسنونہ میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ اور حضور اقدس ﷺ کے جامہ مبارک جس کو قمیص سے تعبیر کیا گیا اس کی کیا شکل تھی۔ بینوا و تواجروا ؟

الجواب حامداً ومصلیاً !

قال اخرجت الینا عائشةؓ کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللہ ﷺ فی ہذین ، شمائل ترمذی .

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والتسلیم وفات کے وقت بھی ازار (تہبند) پہنے ہوئے تھے، شمائل ترمذی شریف میں تہبند کی بھی تفصیل مذکور ہے۔

”عن ام سلمةؓ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص وقد اخرج الدمیاطی کان قمیص رسول اللہ ﷺ قطنا قصیر الطول والکمین اھ جمع الوسائل ، عن اسماء بنت یزید قالت کان کم قمیص رسول اللہ ﷺ الی الرسغ قال الجوزی فیہ دلیل علی ان السنة ان لا یتجاوز کم القمیص الرسغ واما غیر القمیص فقالوا السنة فیہ ان لا یتجاوز رؤس الاصابع من جبة

وغیرها انتهی ونقل فی شرح السنة ان ابا الشیخ ابن حبان اخرج بهذا الاسناد بلفظ كان كم قمیص رسول الله ﷺ اسفل من الرسغ واخرج ابن حبان ایضا عن طریق مسلم بن یسار عن مجاهد عن ابن عباسؓ قال: كان رسول الله ﷺ یلبس قمیصا فوق الكعبین مستوی الكمین باطراف اصابعه اه جمع الوسائل”

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو قمیص پسندیدہ تھی اور وہ ٹخنوں سے کچھ اونچی ہوتی تھی، اور آستین کبھی پہنچوں تک اور کبھی انگلیوں تک ہوتی تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۶۳ - گجرات)

کرتا کہاں تک لمبا ہو؟

سوال: کرتا کس قسم کا اور کتنا پہننا سنت ہے؟ اور کیا حضور ﷺ سے نصف ساق تک کرتا ہونا ثابت ہے؟ اگر ہے تو کیا نصف ساق سے اوپر خواہ گھٹنا سے نیچے ہو یا اوپر یا کمر تک ہو سب سنت کے خلاف ہونے میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر برابر ہیں تو پھر بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اگر کمر تک عبا پہنے ہوں تو اس کو گھٹنا تک کی ترغیب دیتے ہیں، تو گھٹنا تک کی کیوں نصف ساق تک رہنی چاہئے، کیونکہ خلاف سنت ہونے میں دونوں برابر ہیں، اور اگر کوئی فرق ہے تو فرق کیا ہے؟ اور وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عرب میں عامۃً ٹخنے کے قریب تک دراز کرتا پہننے کا رواج ہے، صحابہ کرامؓ کے کرتے نصف ساق تک ہوتے تھے، نبی اکرم ﷺ کا ایک کرتا قصیر القامت بھی تھا، جس کی تفصیل معلوم نہیں، ابن ماجہ کی روایت کتاب اللباس میں ہے، بظاہر صورت حال یہ تھی کہ جیسا وقت پر میسر آ گیا پہن لیا، جسم مبارک کی ساخت پر مستقل بنوانے اور سلوانے کا معمول نہیں تھا، مدارج النبوت میں لباس مبارک کی کچھ تفصیل بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۶۱ - گجرات)

قمیص پہننا

سوال: آج کل جس طرح کی قمیص پہنی جاتی ہے، اس کا پہننا کسی بھی نوع سے آخرت میں پکڑ کا باعث ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس قمیص کا پہننا پکڑ کا باعث نہیں، خاص کر ایسے علاقہ میں جہاں کا عام لباس یہی ہو لیکن مسنون لباس کا اختیار کرنا اتباع سنت کا تقاضا ہے، اس کو ترک کر کے قمیص مروجہ پہننا بڑی فضیلت سے محرومی کی بات ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۶۷ھ

جواب صحیح ہے۔ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم ۳/۱/۸۶ھ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۶۱۔ گجرات)

آستین

سوال: بعض لوگ کرتے کی آستین لمبی سلواتے ہیں پھر پہننے کے وقت دراز کرتے ہیں، یہ افضلیت کے خلاف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آستین کا یہ طریقہ بھی عرب کا عام دستور ہے ایک کرتہ مبارک قصیر الکمین بھی تھا، جس کی تفصیل انجاح الحاجۃ میں ''الی الر سغین'' کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ سعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۶۹۔ گجرات)

آستین کا لمبا ہونا

سوال: عموماً نیتا قسم کے لوگ کرتے کی آستین لمبی بنوا کر اوپر کی طرف موڑ لیتے ہیں، ان

کی حرص میں مذہبی قسم کے آدمی بھی اگر آستین لمبی بنوا کر موڑ لیں تو یہ مناسب ہے کہ نہیں؟ اور اسراف بیجا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لمبی آستین تو عموماً عرب میں رائج تھیں، اور اس کو شرفاء کا لباس تصور کیا جاتا تھا، اسی وجہ سے فقہا نے نماز شروع کرتے وقت آستین سے ہاتھوں کو ظاہر کرنا مستحب لکھا ہے، اور سجدہ کرتے وقت گرم زمین پر آستین کا زائد حصہ پیشانی کے نیچے رکھ کر اس پر سجدہ کرنا بھی منقول ہے، اگر ضرورت نہ ہو تو بیکار آستین کیوں زائد کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/ ۵/ ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/ ۵/ ۱۳۹۲ھ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/ ۲۶۹۔ گجرات)

کہنی سے اوپر آستین کا کرتا، حضور ﷺ کا عمومی لباس

سوال: آج کل بعض ہمارے اسلامی بھائی لباس ایسا استعمال کرتے ہیں، جو کہنیوں سے اوپر ہوتا ہے، اور سر پر بغیر ٹوپی یا کپڑے کے سر بازار چلتے پھرتے ہیں، اور بعض ایسا لباس استعمال کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے صلحاء کے خلاف لباس ہے، اس طرح کا لباس استعمال کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟ سرکار دوعالم ﷺ کا لباس کیسا تھا، اور آپ کے اصحاب کا لباس کس طرح تھا، بیان فرمادیں، مہربانی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس فساق یا کفار کا شعار ہو اس کے استعمال کی اجازت نہیں، صلحاء کا لباس استعمال کرنا چاہیے، حضور اکرم ﷺ عامۃ لنگی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

وہاں پاجامہ کا رواج کم تھا، پاجامہ خریدنا اور پسند فرمانا بھی احادیث سے ثابت ہے، کرتا پوری آستینوں کا ہوتا تھا ٹوپی عامۃ سر پر چپکی اور گول ہوتی تھی، اسکے علاوہ بھی منقول ہے، عمامہ کی بھی

عادت شریفہ تھی، چادر کا استعمال بھی کثرت سے فرماتے تھے، لباس مبارک عموماً سادہ ہوتا تھا، جو کچھ حق تعالیٰ نے عطا فرما دیا، قدر و شکر کے ساتھ بے تکلف استعمال فرمایا، اور سرخ خالص اور ریشم کے لباس کو مرد کے لئے منع فرمایا ہے، مدارج نبوت، شرح شمائل، زاد المعاد تفصیل مذکور ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

کرتے میں کالر

سوال: کرتوں کے اندر جو کالر لگواتے ہیں کیا وہ قمیص کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ اور اس کا لگوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

اگر کسی غلط چیز کی مشابہت ہے تو اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(فتاوی محمودیہ: ۲۶۵/۱۹۔ گجرات)

سیاہ کرتا پہننا

سوال: مسلمان مرد کو کالا تہبند باندھنا یا کالا کرتا پہننا یا کالی واسکٹ پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

درست ہے، مگر جبکہ کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار ہو جیسا کہ محرم میں روافض کا شعار ہے تو اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۳۸۸/۱۲/۲۹ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۶۵/۱۹۔ گجرات)

پائجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے

سوال: پائجامہ پہننا افضل ہے یا لنگی؟ اگر پائجامہ ہے تو کس قسم کا؟ اور اگر لنگی ہے تو کس

قسم کی؟ سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟ حضور ﷺ سے کیا ثابت ہے؟ حضور ﷺ لنگی پسند کرتے تھے یا پائجامہ؟ اگر لنگی تو سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

پائجامہ خریدنا اور پسند فرمانا تو ثابت ہے ایک روایت میں پہننا بھی منقول ہے، اس کی کیفیت کا علم نہیں، زیادہ تر لنگی ہی استعمال فرماتے تھے، سلی ہوئی تھی، یا بغیر سلی ہوئی اس کا علم نہیں، اندزہ یہ ہے کہ بغیر سلی ہوئی تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۶۵۔ گجرات)

چوڑا پائجامہ

سوال: بڑے اور چوڑے پائجامہ کے بارے میں کیا قول ہے؟ کیا افضلیت وسنت کے خلاف ہے اگر ہے تو پھر کیا بات ہے، کہ بعض بزرگ لوگ بھی چوڑا پائجامہ پہنتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

جبکہ پائجامہ مبارک کی کوئی ہیئت مذکور نہیں تو پھر اس کو خلاف سنت کیسے کہا جائے، ہر جگہ اہل علم اور اہل صلحاء کا جو لباس ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۷۰۔ گجرات)

چوڑی مہری کا پائجامہ

سوال: چوڑی مہری کا پائجامہ اگر ٹخنوں سے اوپر بنایا جائے، احتیاط سے کہ ران بھی نہ کھلے تو مکروہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

جس جگہ یہ عام طور پر پہنا جاتا ہے وہاں مکروہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۵/۱۹۔ گجرات)

چوڑی دار پائجامہ

سوال: مردوں کیلئے چوڑی دار پائجامہ اگر ٹخنوں سے اونچا ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چوڑی دار پائجامہ مکروہ ہے، کہ یہ غیر متشرع لوگوں کا لباس ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۰/۱۹۔ گجرات)

پتلون، قمیص، علی گڈھ پاجامہ وغیرہ کا حکم

سوال: پتلون وقمیص پہننے والا انسان جنت میں جا سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے قول کے مطابق پتلون وقمیص میں انگریزوں کے ساتھ مشابہت ہے، تو کیا علی گڈھ کٹ پاجامہ، اور بنگلہ کرتا، یا کلی دار کرتا، ولکھنؤ کرتا جس کو عموماً ہندوستانی اور کانگریسی لوگ استعمال کرتے ہیں، اس میں ہنود کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ علی گڈھ پاجامہ اور پتلون میں کیا فرق ہے؟ کیا علی گڈھی پاجامہ اور کرتا اور گاندھی ٹوپی درست ہے؟

آنحضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، یا ائمہ اربعہ یا امام بخاری کیسا لباس استعمال کرتے تھے؟ اگر آپ لوگوں کا لباس یہ نہ تھا، اور پتلون وقمیص کے مثل تھا، تو پھر پتلون وقمیص کا پہننا کیسا ہے؟ اگر پتلون وقمیص اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے تو کیا کلائی گھڑی امریکن پائجامہ، بجلی کا پنکھا

، ٹیری کاٹ، اوراس طرح کی تمام چیزیں انگریزوں کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ یہ سب تو انگریزوں کی دَین ہے، کیا عورتوں کا ساڑی قمیص اور بلاؤز پہننا ہنود کے ساتھ مشابہت نہیں ہے، حضرت عائشہؓ اور دیگر امہات المؤمنینؓ کا لباس کیسا تھا؟

اگر پتلون اور قمیص پہن کر اچھی طرح شریعت کی پابندی اور دین کے ارکان کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا بندہ ہے؟

جواب: جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا استعمال کرنا منع ہے، قمیص اور علی گڈھ پائجامہ ناجائز نہیں ہے، اس کو پہن کر اطاعت کرنے سے مستحق جنت ہوسکتا ہے، پتلون بھی اب اہل کتاب کا مخصوص شعار نہیں رہا، امید ہے کہ آپ کے معارضات کے جوابات کی ضرورت نہیں رہیگی۔

نائلون کا استعمال

سوال: نائیلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

جواب: مجھے تحقیق نہیں، اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے، تو یہ ناپاک ہے استعمال درست نہیں ۔ لیکن عام طور پر مشہور ہونا حجت نہیں، تحقیق ہونا ضروری ہے۔ حررہ العبد محمود غفرلہ

(فتاوی محمودیہ: ۳۲۸/۱۹۔ گجرات)

کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ

سوال: کالر کی قمیص استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بڑے پائنچہ کا پاجامہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو ’’من تشبہ بقوم فھو منھم‘‘ کا جواب کیا ہوگا؟

جواب: اب یہ دونوں چیزیں کفار یا فساق کا شعار نہیں اس لئے تشبہ ممنوع میں داخل نہیں، البتہ ہمارے اطراف میں اتقیاء اور صلحاء کا یہ لباس نہیں اس لئے ایسے لباس کا ترک اولیٰ وانسب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ۔ حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(فتاوی محمودیہ: ۲۶۷/۱۹۔ گجرات)

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ

سوال: پائجامہ جس سے ٹخنہ چھپ جائے کیسا ہے اگرچہ تکبر نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ لباس متکبرین اور فساق کا ہے، اگر اس نیت سے ہو کہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کیا جاوے یا تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ورنہ مکروہ ہے۔

ولا یجوز الاسبال تحت الکعبین ان کان للخیلاء وقد نص الشافعی علی ان التحریم مخصوص بالخیلاء لدلالة ظواهر الاحادیث علیها فان کان للخیلاء فهو ممنوع منع تحریم والا فمنع تنزیه الخ مرقات. ج۴/۴۱۸ کتاب اللباس الفصل الاول.

آج کل عام طور پر یہ لباس انھیں لوگوں کا ہے جن پر مغربیت کا بھوت سوار ہے جو اپنی قدیم وضع اور طرز معاشرت کو برا سمجھتے ہیں اور مغربی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی مشابہت بھی مذموم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/۲۷۲۔ گجرات)

قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا

سوال: (۱) قمیص، پینٹ، کوٹ ان تینوں چیزوں کا پہننا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ان کو پہن کر نماز ادا کریں تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

(۲) ان تینوں کا پہننا مطلقاً مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کراہت ہے تو کس درجہ کی؟

(۳) مشابہت قوم سے کیا مراد ہے؟ اگر عام طور پر مسلم ہندو قمیص کو پہنتے ہیں، کسی قوم کا شعار باقی نہ رہا، پھر ان سے مشابہت باقی نہیں رہتی ہے جیسے ساڑی صوبہ بہار میں ہندو اور مسلم عورتیں عام طور پر پہنتی ہیں تو ایسی صورت میں ساڑی کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو بلکہ عام طور پر صلحاء اور فساق سب ہی استعمال کرتے ہوں، وہاں اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا، ہاں لباس مسنون کو اس کے مقابلہ میں احسن وافضل کہا جائے گا، اور جہاں جس قدر شعاریت ہوگی اسی قدر کراہت ہوگی، اس کلیہ کے تحت اشیاء مسئولہ اور ان کے علاوہ بہت سی اشیاء کا حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/ ۶/ ۱۳۹۰ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۸۶/۱۹۔ گجرات)

پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال: پینٹ اور کوٹ نماز کے بعد پہن لیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس علاقہ میں یہ کفار وفساق کا شعار ہو وہاں اس سے پرہیز کیا جائے، اور جہاں شعار نہ ہو سبھی استعمال کرتے ہوں وہاں کا یہ حکم نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/ ۸/ ۱۳۹۶ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۸۱/۱۹۔ گجرات)

دفتر کے وقت پتلون پہننا

سوال: ایک مسلمان سرکاری دفتر میں ملازم ہے، دفتر میں جب جاتا ہے تو پتلون وغیرہ پہن کر جاتا ہے، اور واپس آکر اتار دیتا ہے، تو کیا دفتر کے وقت پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہاں پتلون کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں ہے تو پہننا جائز ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/ ۷/ ۱۳۸۷ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۸۷/۱۹۔ گجرات)

کوٹ کے کپڑے اور پیٹی کا ہدیہ

سوال: میرے کچھ عزیز کوٹ پتلون وغیرہ استعمال کرتے ہیں، اگر میں ان کے لئے پتلون کا کپڑا یا پیٹی جس سے کمر کسی جاتی ہے لے جاؤں تو مجھے ہدیہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: آپ کوٹ پتلون بنانے کی نیت سے کپڑا نہ لے جائیں، بلکہ ایسا لباس بنانے کیلئے لے جائیں جس کا استعمال بلا تکلف درست ہے، پیٹی کمر پر باندھنا درست ہے اور اگر ہدیہ کسی ایسی چیز کا لیجائیں جس میں اس نیت کی بھی ضرورت پیش نہ آئے تو زیادہ بہتر ہے۔

لنگوٹ

سوال: کیا لنگی کے نیچے (انڈرویر) لنگوٹ وغیرہ باندھنا افضل ہے اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لنگوٹ کا تذکرہ نہیں، کسی کو قطرے کا مرض ہو یا آنت اترنے کا مرض ہو یا بدن کسنا ہی مقصود ہو یا کوئی اور مصلحت ہو تو استعمال کرنا ممنوع نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۲۷۵۔ گجرات)

اطلس پہننا

سوال: کپڑا (اطلس) جس کا تانا ریشم کا اور بانا ٹسر کا ہوتا ہے، مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں، ٹسر ایک قسم کا (سن) ہوتا ہے کہ جس کو صاف کرکے ریشم سے ملائم کر لیتے ہیں، اور پھر اس کو استعمال کرتے ہیں، اور یہ (سن) بھاگلپور کیطرف ہوتا ہے۔ بینو اتو اجرا؟

الجواب: کپڑے میں بانا معتبر ہے، پس اگر ٹسر کی وہی حقیقت ہے جو سائل نے لکھی ہے تو یہ کپڑا مرد کیلئے بھی جائز ہے گو تانا ریشم ہے۔ ۵/ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ)

ٹسر کا استعمال اور اس کا حکم

سوال: ٹسر کا کپڑا جو آجکل رائج ہے ریشم ہے یا نہیں، استعمال اس کا مردوں کو جائز ہے یا کیا؟

جواب: تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ وہ ریشم ہے گو ادنیٰ درجہ کا ہو۔ ۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ٹائی کا استعمال

سوال: (۱) کسی ملازمت میں ترقی کا انحصار ٹائی باندھنے پر ہو تو ایسی صورت میں ٹائی باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲- کسی کالج یا اسکول کی پوشاک میں ٹائی کے باندھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں، بہت سے صوم وصلوۃ کے پابند مسلمان بھی استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائیگا، کراہیت سے اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت شدید ہوگی کہیں ہلکی، جہاں اس کا استعمال عام ہو جائے وہاں اس کے منع پر زور نہیں دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/ ۳/ ۱۳۸۹ھ

(فتاوی محمودیہ: ۲۸۹/۱۹۔ گجرات)

ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے

سوال: سوٹ کے اوپر جو گلے میں ٹائی باندھی جاتی ہے، جس کا پٹہ گریبان تک لٹکا رہتا ہے، کیا وہ خاص کر کسی قوم کا شعار ہے، جواب سے مطلع فرمائیں؟

جواب: یہ عیسائیوں کا نشان ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/ ۶/ ۱۳۹۵ھ

کرتے کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا

سوال: کرتے کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا کہ جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے احیاناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولے رکھے ہیں۔

(فتاوی رشیدیہ: ۵۸۷)

مردوں کو چاندی کے بوتام

سوال: بوتام چاندی کے درست ہیں یا نہیں اگر درست ہیں تو کس وجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

جواب: بوتام چاندی سونے کے درمختار میں درست لکھے ہیں اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے اور گھڑی چاندی کی درست نہیں گھڑی ایک ظرف مستعمل ہے اور بوتام تابع کپڑے کے ہیں مثل گوٹہ ٹھپہ کے فقط۔ (فتاوی رشیدیہ: ۵۸۷)

چاندی کے بٹن کا مسئلہ

سوال: بوتام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دیئے جاویں دوسرے یہ کہ سوراخ کر کے مع زنجیروں کے داخل کپڑے میں کئے جاویں کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہیں یہ دونوں صورتیں جواز میں یکساں ہیں یا نہیں؟

جواب: بوتام چاندی کے دونوں طرح درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رشیدیہ: ۵۸۷)

چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا

سوال: چاندی سونے کے بٹن انگرکھ یا کرتہ میں لگانا اور یہ امر یقینی ہے کہ وزن کئی تولہ ہوتا ہے جبکہ زنجیر بھی ایک اس میں ہوتی ہے لگانا جائز ہے یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام؟ مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟ معہ عبارت کتاب نقل فرماویں۔

جواب: چاندی سونے کے بٹن درست ہیں، اس میں مساحت کا اعتبار ہے؛ وزن خاتم میں معتبر ہے اور بٹن تابع ثوب کا ہے مثل ٹھپہ گوٹہ کے کہ اس میں مساحت کو لکھتے ہیں نہ وزن کو ازرار الذھب کو در مختار کے باب الحظر والکراھۃ میں جائز لکھتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ: ۵۸۷)

فینسی مروجہ برقعہ

سوال: آج کل فینسی مروجہ برقعہ جو ریشم ہوتا ہے، اور بدن سے چمٹا کر سیا جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کو اگر کسی ضرورت سے مکان سے باہر جانا ہی پڑے تو میلی کچیلی چادر اوڑھ کر اس طرح جائے کہ جسم پر بھی کسی کی نظر نہ پڑے، اور لباس بھی جاذب نظر نہ ہو، حدیث میں ارشاد ہے کہ جو عورت مہکتی ہوئی خوشبو لگا کر مکان سے نکلتی ہے، وہ ایسی ایسی ہے یعنی لوگوں کو بدکاری کی دعوت دیتی ہے، یہی حال قریب قریب فینسی برقعہ کا ہے، لہذا اس سے اجتناب چاہئے، ایسا لباس استعمال کرنا جس سے بدن کی پوری ہیئت ظاہر ہوتی ہے ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

پرانی وضع کا برقعہ

سوال: جو برقعہ پرانے زمانہ کا ہے، اس میں بھی بے احتیاطی سے ستر کھل جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیًا!

پرانی وضع کے برقعہ میں اگر ستر ناتمام ہو اور اس کے مقابلہ میں چادر سے ستر تام حاصل ہوتا ہو تو چادر ہی کو استعمال کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلاخیں، سرخی کا حکم

سوال: آج کل شہروں میں یہ کالا برقعہ عام طور پر رائج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیا علت ہے؟ ایک لباس ہے جس کا نام جمپر ہے، وہ اوپر سے بہت تنگ اور نیچے سے کھلا ہوتا ہے، اس کا استعمال کیسا ہے؟ نیز لہنگے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز عورتیں جو اپنے سروں پر لوہے کی سلاخیں لگاتی ہیں، تاکہ بال آگے کی طرف نہ آئیں، وہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور چھوٹی چھوٹی بچیاں جو تھوڑے تھوڑے بال کٹوا لیتی ہیں، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز ہونٹوں پر سرخی کے بارے میں بھی کچھ روشنی ڈالئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور مقصود ستر اس سے حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ درست ہے، ورنہ درست نہیں، سلاخیں تو وہ ہوتی ہیں، جو دروازے یا کھڑکی میں لگائی جاتی ہیں تاکہ روشنی اور ہوا آتی رہے، آدمی یا جانور کتا وغیرہ نہ آسکے، وہ سلاخیں سر میں کیسے لگائی جاتی ہیں، چھوٹی بچی کا تو سر منڈا بھی دیا جاتا ہے، جیسا کہ عقیقہ کے وقت اس میں کوئی حرج نہیں، ہونٹ تو قدرت کی طرف سے سرخ ہوتے ہیں اس کے متعلق کیا پوچھنا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/ ۹/ ۱۳۸۹ھ

فیشن کی چیزیں عورتوں کے لئے

سوال: عورتوں کے لئے کھڑا جوتا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ذلی سلیپر اونچی ایڑی گرگابی وغیرہ پہننا کیسا ہے؟ اور مردوں کے لئے بوٹ جوتہ وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

اور عورتوں کے لئے بال بنانا، کلب وغیرہ اور بالوں کا خفنی پھول بنانا کیسا ہے، نیز فراک و جمپر پہننا کیسا ہے؟ نیز عورتوں کو چنا ہوا دوپٹہ جائز ہے یا نہیں؟

اور ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ کا کیا مطلب ہے؟ مع حوالہ فقہیہ تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیًا!

اس کے لئے اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس مخصوص ہے مردوں کے ساتھ اس کا عورتوں کو پہننا اور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کا مردوں کو پہننا ناجائز ہے، حضرت نبی ﷺ نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہے وہ سب چیزیں منع ہیں، بعض کی ممانعت زیادہ درجہ کی ہے اور بعض کی کسی قدر کم درجہ کی ہے، ان سب کو ترک کر کے صلحاء کا لباس اختیار کرنا چاہئے۔

" عن ابن عباس ؓ عن النبی ﷺ انه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهین من الرجال بالنساء بان یلبس لبسة النساء اویتزی بزیهن قال النووی فی الروضة والصواب ان التشبه بالرجال للنساء اوعکسه حرام عن ابی هریرة ؓ قال لعن رسول الله ﷺ الرجل یلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل عن ابن ابی ملیکة قیل لعائشة ؓ ان المرأة تلبس النعل الذی یلبسه الرجال فقالت لعن رسول الله ﷺ الرجلة من النساء وهی الرجلة یقال امرأة رجلة اذا تشبهت وابوداؤد اه مشکوة شریف ص ۳۷۵، اما نظره الی ذوات محارمه فنقول یباح له ان ینظر منها الی موضع زینتها الظاهرة والباطنة وهی الرأس والشعو والعنق والصدر والاذن والعضد والساعد والکف والساق والرجل والوجه اه عالمگیری، ج ۴ ص ۲۰۵ فقط سبحانه تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/ ۷/ ۱۳۵۸ھ

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ۱۳۵۸ھ

چوڑیہائے مختلف

سوال: چوڑی ربڑ و بلوری، سادہ و نقشی و کچ کی سیاہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سب جائز ہے۔ فقط ۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد ج ۲ ص ۱۸۴)

عورتوں کا لباس اور ستر

سوال: (۱) عورتوں کو ساڑی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔ (۲) عورت کو سفید لٹھے کی شلوار پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔ (۳) عورت کو انچی ایڑی کا چپل جیسا کہ آج کل رائج ہے پہننا جائز ہے یا نہیں؟۔ (۴) عورتوں کو کھڑی ایڑی کا لیڈی بوٹ جیسا کہ یورپین استعمال کرتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟۔ (۵) عورتوں کو سر میں کنگھی یا کلف وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر عورتیں اس وجہ سے لگاتی ہیں کہ بال اور مانگ خراب نہ زیادہ دیر تک ٹھیک رہے۔ (۶) جس گھر میں کسی غیر محرم کا گذر نہ ہوتو ایسے گھر میں عورتوں کو گلے کھلی نصف آستین کی قمیص یا جمپر پہننا جائز ہے یا نہیں؟۔ (۷) مصری قطع کا برقعہ جس کا ناف سے اوپر کا حصہ علیحدہ اور بدن پر فٹ ہوتا ہے، عوتوں کو اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیًا !

(۱ر تا ۴ر) جو لباس کفار یا فساق یا مردوں کے ساتھ مخصوص ہے عورتوں کو اس کا استعمال ناجائز ہے، جو مشترک ہے اس کا استعمال جائز ہے، تاہم صلحاء کا لباس جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو اس کا استعمال مستحسن ہے، اس سے ان تمام نمبروں کا جواب ہو گیا۔

۵- اگر یہ محض زینت و آرام کیلئے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ فساق یا کفار کا شعار نہ ہو۔

۶- لباس کی حیثیت سے جواب آچکا، پردہ کی حیثیت سے جواب یہ ہے کہ محرم سے ان اعضاء کا پردہ نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

۷- لباس کی حیثیت سے جواب معلوم ہو گیا، فٹ ہونے کی حیثیت سے جس سے بدن کی کیفیت ظاہر ہو، جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں نامحرم کے سامنے جانا منع ہے۔

’لعن رسول الله ﷺ المتشبهين من الرجل بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال ، رواه البخاری، مشکوۃ شریف ، ص ۳۸۰“ ”قال النبی ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم ،رواه احمد.

عورت کے لئے سیاہ لباس

سوال: شادی شدہ عورت کے لئے چوڑیاں اور کالی پوت کا مالا ضروری ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

چوڑیاں اور کالی پوت کا مالا شادی شدہ عورت کے لئے ضروری نہیں، البتہ ایسی ہیئت نہ بنائے جس سے شوہر کو نفرت ہو اور دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ شوہر کے انتقال کی وجہ سے سوگ میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(محمودیہ: ۳۰۸/۱۹ گجرات)

سینہ بند اور عورت کا موئے زیرناف استرے سے

سوال: باڈی جو عورتیں اپنے پستان میں لگاتی ہیں جائز ہے کہ نہیں؟ موئے زیرناف اگر استرہ سے لینا چاہے تو لے سکتی ہے یا نہیں؟ موئے زیرناف لینے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ کچھ ایام ہیں کہ اتنے روز میں لینا ضروری ہے، یا موئے زیرناف ساری زندگی نہ لے، جیسے کہ ہمارے ملک میں کچھ قوم ایسی ہیں جو کبھی زیرناف لیتی ہی نہیں؟ تو وہ شریعت کے مطابق کس جرم کے مرتکب ہیں؟ اور شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کے بارے میں مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً و مصلیًا!

پستان کی حفاظت کے لئے سینہ بند کا استعمال درست ہے، موئے زیرناف اگر عورت استرہ سے بنائے تب بھی گناہ نہیں ہے، مگر افضل یہ ہے کہ صابون وغیرہ سے صفائی کرے، ہر ہفتہ میں صفائی کرنا اعلیٰ بات ہے، یہ نہ ہو تو ۱۵/ دن میں صفائی کرلیں، چالیس روز کے اندر بھی گنجائش ہے، اس کے بعد تک صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، بالکل ہی صفائی نہ کرنا ظاہر ہے اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/ ۹/ ۱۳۸۷ھ

(محمودیہ: ۳۱۳/۱۹ گجرات)

عورت کا انگیہ استعمال کرنا

سوال: عورت کے لئے بری سیر (انگیہ) کا استعمال کیسا ہے؟ کیا دونوں قسم کے بری سیر یعنی پستاں کو پست کرنے والے یا اُبھارنے والے کا حکم یکساں ہے؟ یا فرق ہے، نیز زینت کے لئے لپ اسٹک سیندور وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدا ً ومصلیًا!

جو کفار اور فساق کا شعار ہو اس کا استعمال ممنوع ہے، پھر کفار کے شعار مذہبی کی ممانعت بہت شدید ہے، جو چیز مردوں کا شعار ہے، اس کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے، ایسا لباس جو بدن کی ہیئت کو ظاہر و نمایاں کرتا ہو وہ بھی ان کے حق میں ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(محمودیہ: ۳۱۶/۱۹ گجرات)

عورتوں کو نیم آستین کا کرتا پہننا

سوال: عورتوں کا یہ فیشن ہو گیا کہ بغیر آستین کے قمیص پہنتی ہیں، بعض نمازی عورتوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے، کہ چولی جو بے آستین قمیص کے سبب تنگ اور کوتاہ ہوتی ہے، پہن کر سارا جسم کپڑوں سے ڈھانک کر نماز پڑھتی ہیں، دریافت یہ ہے کہ ہر وقت یا کبھی کبھی بے آستین قمیص پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب حامدا ً ومصلیاً!

نماز میں سارے جسم ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ دونوں ہاتھ گٹوں تک دونوں قدم کھلے رکھنے کی اجازت ہے (شامی) اگر نیم آستین قمیص کے اوپر اسطرح چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے کہ سب جسم پوشیدہ رہے تو نماز ہو جائیگی، ہاتھ کا کہنی تک یا اوپر تک اپنے محرم باپ بھائی وغیرہ کے سامنے کھل جائے، تو اس پر پکڑ نہیں، لیکن نامحرم سے پردہ مکمل لازم ہے، جیسے چچازاد بھائی، خالہ زاد

بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، یا دیور وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/ ۵/ سنہ ۳۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/ ۵/ سنہ ۳۰ھ

(محمودیہ: ۳۱۱/۱۹ گجرات)

چوڑی دار پائجامہ

سوال: مردوں کیلئے چوڑی دار پائجامہ اگر ٹخنوں سے اونچا ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چوڑی دار پائجامہ مکروہ ہے، کہ یہ غیر متشرع لوگوں کا لباس ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(محمودیہ: ۲۰۷/۱۹ گجرات)

ساڑی کا استعمال

سوال: زید حافظ قرآن اور فاضل دیوبند ہے اپنی بیوی کو اپنی نگاہوں سے محفوظ اور شریعت کی حدود میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر ساڑی پہناتا ہے، کیا اسکے لئے اپنی بیوی کو ساڑی پہنانا جائز ہے، نیز امہات المؤمنین کا لباس کیا تھا وضاحت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیًا!

جس جگہ ساڑی کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں صلحاء کو اس سے پورا پرہیز لازم ہے، جس جگہ ان کا شعار نہیں بلکہ سب لوگ استعمال کرتے ہیں، وہاں اس کے استعمال کی ممانعت نہیں امہات المؤمنین کے یہاں ساڑی کا استعمال نہیں تھا، کرتہ چادر تہبند کا استعمال وہاں عام تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/ ۵/ ۱۴۰۰ھ

عورتوں کو فساق وفجار کا شعار اختیار کرنا

سوال: تشبّہ لباس وغیرہ کے بارے میں مندرجہ ذیل استفسارات ہیں؟

(۱) عورتوں کے لئے پائنچا دار پائجامہ اور ساڑی جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹی ساڑی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں یہ کفار یا فساق کا شعار ہے وہاں ناجائز ہے جہاں عام ہیں ان کا شعار نہیں وہاں جائز ہے ، پھر اگر پردہ پورا ہو تو اس سے نماز بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مردانہ لباس عورتوں کے لئے

سوال: عورتوں کے لئے بنیان، شلوار، جاکٹ، قمیص پہننے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ مردوں اور یا کفار وفساق کا مخصوص شعار نہیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

(محمودیہ: ۱۹/۳۱۵ گجرات)

عورتوں کو لنگی باندھنا

سوال: عورتوں کو تہبند یعنی لنگی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کلی دار پاجامہ یعنی پائنچے والا جامہ بھی جائز ہے دونوں سے نماز پڑھ سکتی ہے۔؟

جواب: عورتوں کو تہبند باندھنا جائز ہے، کلی دار پاجامہ بھی جائز ہے دونوں سے نماز پڑھ سکتی ہے۔

دھوتی باندھنا

سوال: دھوتی اس طریقہ سے باندھنا کہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو، یعنی شلوار نما، یا

دوسری قسم سے جیسے ہندو باندھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: لباس مذکور صلحاء کا لباس نہیں، اس لئے اس لباس سے اجتناب چاہئے، خصوصاً اہل علم کو کہ وہ مقتدا ہیں، اور جو لباس کسی غیر قوم کا مخصوص قومی شعار ہے اس کا استعمال نہایت خطرناک ہے، حتی کہ فقہاء نے ایسے لباس اختیار کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔

بعد غسل کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ؟

سوال: غسل کرنے کے بعد پہلے پاجامہ پہنے یا قمیص؟

جواب: دونوں طرح درست ہے، البتہ پہلے کرتا پہننا بہتر ہے اور بعض اکابر کا معمول پائجامہ کی تقدیم کا رہا ہے۔

مرد کے لئے مخمل کا استعمال کرنا

سوال: مخمل کا استعمال مرد کے لئے درست ہے یا نہیں؟

جواب: جو ریشم نہ ہو اس کا استعمال مرد کے لئے درست ہے۔

تنگ لباس پر تنبیہ

سوال: عام مسلمان مرد اور عورتیں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تنگ لباس پہننے لگیں، جس سے تمام اعضاء ظاہر ہونے لگیں، یہ سب عریانی کے برابر ہیں، اور عریانی حرام ہے، تو پھر علماء دین کہاں سو گئے ہیں؟

جواب: علماء دین تو بیدار ہیں اور دوسروں کو بیدار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس مسئلہ پر بھی رسالہ نظام کانپور میں دیر تک بہت سی قسطوں میں مضامین شائع ہوتے رہے، اور رسالہ دار العلوم دیوبند میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے، دوسرے لوگ اس بیدار کرنے کے باوجود اگر سوتے ہی رہے تو وہ خود ذمہ دار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

مخمل کا استعمال مرد کے لئے

سوال: مخمل کا استعمال مرد کے لئے درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ ریشم تو ہوتا نہیں، مثلاً مخمل کی ٹوپی عام طور پر استعمال کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو ریشم نہ ہو اس کا استعمال مرد کے لئے درست ہے۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۱۳/ ۹/ ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند ۱۴/ ۹/ ۹۲ھ

حکم مخمل

سوال: مخمل کا شافی یا دوسری قسم کی مخمل سرخ یا سبز یا زرد یا سیاہ پہننی مردوں کو جائز ہے یا ناجائز حرام یا مکروہ، مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نفع المفتی والسائل میں منع لکھتے ہیں؟

الجواب: مثل ریشم کے حرام ہے لا نہ منہ، ۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

جارٹ کا استعمال

سوال: کیا بچیوں کو اور عورتوں کو گھر کے اندر رہتے ہوئے جالی کے باریک جارجٹ کے دوپٹے اڑھانے جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

جن کے ذمے ستر عورت فرض ہے ان کو کسی ایسے کپڑے کا استعمال درست نہیں جس سے ستر عورت نہ ہو پائے، چھوٹی بچیوں میں اگر چہ یہ اشکال نہ ہو مگر جب ایسے کپڑے استعمال کرنے کی بچپن میں عادت ہو جائے گی، تو اس سے باز رہنا دشوار ہو جائے گا، اس لئے ان کو بھی استعمال نہ کرائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند ۱/ ۲۹/ ۱۳۸۹ھ

چھینٹ کا کپڑا عورت مرد کے لئے

سوال: چھینٹ کا کپڑا مسلمان مرد کے لئے پہننا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مرد اور عورت سب برابر کا لباس پہنتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

جو لباس عورتوں کے لئے مخصوص ہے، مردوں کو اس کا استعمال کرنا ممنوع ہے، وھکذا بالعکس، جو عورت مرد کی ہیئت اختیار کرے اس پر لعنت آئی ہے، اسی طرح جو مرد عورت کی ہیئت اختیار کرے اس پر بھی لعنت آئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/ ۱۱/ ۱۳۹۹ھ

نائلون کا استعمال

سوال: نائلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

جواب: مجھے تحقیق نہیں، اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے تو یہ ناپاک ہے، استعمال درست نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی

ٹیرلنگ کپڑا کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا

سوال: ٹیرلنگ کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے کہ نہیں، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا بھی جائز ہے یا نہیں؟ کراہت بھی ہے پہننے میں یا کہ نہیں؟

جواب: ٹیرلنگ میں اگر کوئی ناپاک چیز نہیں ہے، اور اس میں بدن چھپ جاتا ہے، اور یہ فساق یا کفار کا شعار نہیں ہے تو اس کا پہننا درست ہے، کشتی نما ٹوپی درست ہے، قمیص بھی درست ہے، لیکن مسنون لباس اور صلحاء کا لباس اختیار کرنا اعلیٰ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/ ۵/ ۱۳۹۰ھ

مردوں کے لئے کونسے رنگ جائز ہیں؟

سوال: مرد کے لئے کون کون سے رنگ نا جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

”وکره لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجل ولا بأس بسائر الالوان،، اھ تنویر الابصار، ج۵/ ص ۳۵۱/ فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سوال: سرخ یا معصفر رنگ کا کپڑا پہننے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس مضمون میں کہ سرخ کپڑا پہننے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے، دراصل علماء روم سے ایک عالم نے رسالہ تصنیف کیا تھا، اور حضرت شیخ ابوطاہر کردی نے ہمارے حضرت ولی نعمت کو فرمایا کہ آپ وہ رسالہ مطالعہ کریں، اور اس پر کچھ لکھیں تو انہوں نے بعد مطالعہ بطور حاشیہ اس کچھ لکھا، وہی حاشیہ ان کی تالیفات کی فہرست میں مندرج ہے، اور اس بارے میں قول مختار یہ ہے کہ ہر طرح کا سرخ رنگ کا کپڑا حرام نہیں بلکہ صرف معصفر حرام ہے، یعنی باعتبار رنگ صرف وہ کپڑا حرام ہے جو کسم کے پھول سے رنگا ہوا ہو۔ اور اس کے بھی حرام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا رنگ گلابی رنگ ہو گیا ہو، یا گلابی رنگ سے بھی اس کی سرخی زیادہ ہو یا نہایت سرخ ہو گیا ہو تو وہ حرام ہے، اور گلابی رنگ سے اس کی سرخی کم ہو، مثلاً شنجرفی اور پیازی وغیرہ ہو تو مباح ہے۔

اور بانات سرخ کہ عرب اس کو جوخ احمر کہتے ہیں بالاجماع جائز ہے اور ایسا ہی کھاروا بھی جائز ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معصفر کی حرمت کا دارومدار شوخی رنگ پر ہے صرف سرخی سُرخی پر نہیں۔

کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے؟

سوال: ریشم یا ریشمی کپڑا صرف کیڑے سے بنتا ہے یا اور چیز سے بھی ریشم تیار ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ریشم اصل تو وہی ہے جو کیڑے سے بنتا ہے، لیکن نقلی ریشم ولایت سے آتا ہے، جو کسی اور چیز سے بنتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ شانہ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ۹/ ۱۳۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ریشم کا کپڑا دود القز کی تعریف

سوال: دود القز کی تعریف فقہاء نے کیا فرمائی ہے، مفصل تحریر فرمائیں، دود القز کی تعریف میر نظر سے عبارت ذیل میں مذکور ہے، دود القز کے انڈے سابودانہ کے مانند ہوتے ہیں، پہلے ان بیضوں کو پانچ ماہ تک گھر میں رکھا جاتا ہے، جب ایک موسم آتا ہے، تو اس وقت ایک قسم کے برگ میں رکھا جاتا ہے حفاظت سے، چند روز کے بعد اس میں سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں، اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگتے ہیں، اور پتی کھاتے رہتے ہیں، جب ان کا بڑھنا ختم ہو جاتا ہے، تو شہادت کی انگلی کے مانند بن جاتے ہیں، اس کے بعد نقل مکان کرتے ہیں، ان کو کیلے کے خشک پتے میں رکھ دیتے ہیں، اس کے بعد کیڑے کے چاروں طرف ایک سوت لپٹا رہتا ہے، چند روز میں وہ سوت ایک قسم کا گالہ سا بن جاتا ہے، اور کیڑا آہستہ آہستہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، اور اندر رہ جاتا ہے، تو پھر اس سے کپڑا تیار ہوتا ہے، اس کو ریشمی کپڑا کہا جاتا ہے یا نہیں؟ اس کپڑے کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور کیڑے کی جو تعریف میں نے کی، فقہاء کی تعریف کے مطابق ہے یا نہیں؟ کیونکہ صوبہ آسام کے بعض علماء اس کیڑے کو دیکھتے ہوئے اس کپڑے کو مردوں کے لئے جائز کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

”اما دود القز فیقال لها الدودة الهندیة وهی من اعجب المخلوقات وذلک انه یکون اولاً بزرا من قدر حب التین ثم یخرج الدود عنه فی فصل الربیع ویکون عند الخروج اصغر من الذر وفی لونه ویخرج من الاماکن الدافئة من

غير حضن اذا كان مصروراً مجعولاً فی حق وربما تأخر خروجه فتصره النساء وتجعله تحت ثديهن واذا خرج اطعم ورق التوت الابيض ولا يزال يكبره ويعظم الیٰ ان يصير فی قدر الاصبع وينتقل من السواد الی البياض اولاً وذلک فی مدة ستين يوماً علی الاكثر ثم ياخذ فی النسج علی نفسه بما يخرجه من فيه الی ان ينفدما فی جوفه منه ويكمل عليه ما بينه الی ان يصير كهيئته الجوزة ويبقی فيه محبوساً قريباً من عشرة ايام ثم ينقب عن نفسه تلک الجوز، فيخرج منها فراش ابيض له جناحان لا يسكنان من الاضطراب وعند خروجه يهيج الی السفاد فيلصق الذكر ذنبه بذنب الانثی ويلتحمان مدة ثم يفترقان وتبرز الانثیٰ البزر الذی تقدم ذكره علیٰ خرق بيض تفرش له قصداً الی ان ينفذ ما فيها منه ثم يموتان هذا ان اريد منها البزر وان اريد الحرير ترک فی الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة ايام يوماً اوبعض يوم فيموت وفيه من اسرار الطبيعة انه يهلک من صوت الوعد وضرب الطست والهاون ومن شم الخل والدخان ومس الحائض والجنب وخشی عليه من الفار والعصفور والنمل والوزغ وكثرة الحر والبرد اه حيوة الحيوان ص ۳۴۱/ وقريب منه ما فی عجائب المخلوقات، ج ۲/ص ۳۱۸/

خالص اصلی ریشم پہننا مرد کو ناجائز ہے مگر چار انگشت کی مقدار جائز ہے۔

ریشمی رومال وازار بند

سوال: ریشمی رومال اور ازار بند مردوں کو استعمال کرنا درست ہے یا نادرست؟

الجوب حامداً ومصلیاً!

ازار بند خالص ریشمی اور جس کا بانا ریشمی ہو مرد کو ناجائز ہے، البتہ اگر تانا ریشمی ہو اور بانا سوت وغیرہ کا کچھ اور ہو تو جائز ہے، نفس رومال جائز ہے، اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو ناجائز ہے اور قیمتی ہونا

تکبر کی علامت ہے۔

”لبس الحرير الخالص حرام على الرجل الا لدفع القمل اوحكة كمافى الحداد من غاية البيان، كذا فى واقعات المفتين يكره ما لحمته حرير وسداه غيره ذلك لا بأس بلبس ما سداه حرير ولحمته غير ذلك، فتاویٰ سراجيه، ص ۲۸۷/وقال فى المحيط وكذا تِكَّةُ الحرير ولِبْنَتُهُ وهو القَبُّ لا يحل للرجال لانه استعمال تام زيلعى، ص ۱۴/لا يكره خرقة لوضوء اولمخاط اوعرق لولحاجة ولو للتكبر تكره قال الشامى والخرقة المُقَوَّمَةُ دليل الكبر، بزازيه وبه علم انه لا يصح ان يراد بالخرقة ما يشمل الحرير اه

دھوتی باندھنا

سوال: دھوتی اس طریقے سے باندھنا کہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو یعنی شلوار نما یا اور دوسری قسم سے جیسے ہندو وغیرہ باندھتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً!

جو طریقہ ہندوؤں کے ساتھ خاص ہے، اس طریقہ سے باندھنا منع ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

مسح علی الخفین

سوال: ایک شخص نے وضو کر کے چمڑے کے موزے پہن لئے (خفین) اس کا وضو خفین پہننے کے بعد مثلاً قبل عشاء ٹوٹ گیا اسکو یہ یاد نہیں رہا کہ آٹھ بجے وضو ٹوٹا تھا یا ساڑھے سات بجے اب اس کی مدت دوسرے دن اسی وقت جا کر ختم ہوتی ہے، دوسرے دن اس نے عشاء کا وضو کیا تو خفین پر مسح کر لیا اور عشاء کی نماز سے قبل وضو ٹوٹ گیا تھا، یہ مسح ۲۴ گھنٹے گذرنے کے بعد نہ کیا ہو صحیح

یاد نہیں آیا کہ کس وقت وضو ٹوٹا تھا، غالب گمان ہے کہ ساڑھے سات بجے وضو ٹوٹا ہوگا، دوسرے دن ساڑھے سات بجے کے بعد وضو کیا، اور مسح کیا تو اس طرح ۲۴؍ گھنٹے سے کچھ دیر زیادہ گذرنے پر یہ مسح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح مسح کر کے جو نماز پڑھی وہ ادا ہو گی یا اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

۲۴؍ گھنٹے پورے ہونے پر مدت مسح ختم ہوگئی ضروری ہے کہ خفین اتار کر پیر دھوئے اگر اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر کے خفین پہن کر از سر نو مدت کا اعتبار ہوگا، لہذا اس نماز کا اعادہ لازم ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند

اونی، سوتی منعل جرابوں پر مسح

سوال: اونی سوتی، جرابوں کو اگر نعلین کر لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

جائز ہے۔ کذا فی ردالمحتار مگر شرح منیہ میں سوتی جرابوں پر باوجود منعل ہونے کے منع لکھا ہے اس لئے خلاف سے بچنا احوط ہے۔ فقط واللہ

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

نائلون کے موزے پر مسح

سوال: ہمارے یہاں کشمیر میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے رات میں درجہ حرارت زیرو ڈگری ہو جاتا ہے، کیا ایسی حالت میں نائلون کے موزے پر مسح جائز ہے؟ تعلیم الاسلام میں صرف موٹے اونی

،سوتی موزے کا ذکر ہے جن کو پہن کر تین میل چلا جا سکتا ہو، نائلون کا موزہ اس شرط کو پورا کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو موزہ چمڑے کا نہ ہو لیکن ایسا دبیز ہو کہ اس میں پانی نہ چھنتا ہو اور اس کو پہن کر میل بھر پیدل چلنا بھی دشوار نہ ہو تو ایسے موزے پر بھی مقیم کو ایک دن ایک رات اور مسافر تین دن تین رات مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۲۵ھ

نائلون کے موزوں پر مسح

سوال: موجودہ دور میں نائلون کے موزے ہر فرد پہنتا ہے، کیا یہ خفین کا درجہ رکھتے ہیں ایک ان میں اعلیٰ قسم کا ہے جن میں قطرۂ ماء تو جذب ہو جاتا ہے مگر تری اندر نہیں جاتی بہرحال اس پر مسح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً !

اگر ان میں کوئی پیر کی کھال نظر نہیں آتی اور پانی نہیں چھنتا اور ان کو پہن کر بغیر جوتے وغیرہ پہنے کم از کم ایک فرسخ چلنا ہو سکتا ہے تو ان پر مسح درست ہے ورنہ نہیں۔

أو جوربيه ولو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشى فرسخا ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولا يشف (در مختار) قوله ولو من غزل أو شعر خرج عنه ما كان من كرباس بالكسر وهو الثوب من القطن الابيض ويلحق بالكرباس كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والابريسم ونحوهما وتوقف ح فى وجه عدم جواز المسح عليه، اذا وجد فيه الشروط الاربعة التى ذكرها الشارح واقول الظاهر أنه اذا وجدت فيه الشروط يجوز وانهم اخرجوه لعدم تأتى الشروط فيه غالباً يدل عليه ما فى كافى للنسفى حيث علل عدم جواز المسح على الجورب من كرباس بأنه لا يمكن تتابع المشى عليه فانه

يفيد أنه لو امكن جاز ويدل عليه وقطع السفر به ولو مِنْ لِبَدٍ رومي. أه (شامی ص ۱۷۹ ج ۱) فقط الله سبحانه تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے؟

سوال: جو موزے اونی دبیز موٹے مضبوط اتنے کہ چار میل بغیر جوتہ پہنے چلنے میں نہ پھٹیں ان پر دائمی بیمار جن کو سردی میں پانی سے وضو کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اس کیلئے مسح کرنا درست ہے؟ کیا چمڑے کے موزے کا حاصل کرنا ضروری ہی ہے؟ مسائل صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیًا

جو موزے اتنے مضبوط اور دبیز ہوں کہ ان میں پانی نہ چھنتا ہو اور ان کو پہن کر بغیر جوتہ پہنے آپ کی تحریر کے مطابق چار میل چلنے میں نہ پھٹیں ان پر مسح کی اجازت ہے۔ مقیم کے لئے ایک دن ایک رات، مسافر کے لئے تین دن تین رات۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مروجہ موزوں پر مسح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کن موزوں پر مسح کرنا درست ہے؟

الف۔ جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کا تعلق ہے اس کے جواز پر تقریبا تمام ہی علماء کرام کا اتفاق ہے۔

البتہ اونی، سوتی، اور نائلون وغیرہ کے موزوں پر مسح جائز ہونے کے بارے میں کچھ اختلاف ہے بیشتر فقہاء اُونی اور سوتی موزوں پر مسح جائز ہونے کے بارے میں کچھ شرائط رکھتے ہیں۔

لیکن دور حاضر کے ایک مشہور صاحب فکر وبصیرت فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے موزوں پر کسی قید کے بغیر مسح کرنا درست ہے۔

ب۔ فقہائے کرام نے جو شرائط موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی رکھی ہیں ان کے بارے میں مشہور مفکر فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے؟ مگر سنت میں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی‘‘۔

سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے نسائی کے سوا کتب سنن میں اور مسند احمد میں مغیرہ ابن شعبہؓ کی روایت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور (مسح علی الجوربین والنعلین) اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا۔ ابو داؤد کا بیان ہے کہ حضرت علی عبداللہ بن مسعود، براء ابن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہیل بن سعد، اور عمر بن حریث رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا نیز حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ سے بھی یہ فعل مروی ہے: بلکہ بیہقی نے ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ سے طحاوی نے اویس ابن اویسؓ سے روایت کی نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے، اور یہی عمل حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے، ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جراب اور جرابیں پہنے ہوئے جوتے پر بھی مسح کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی کریم ﷺ نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے مسح فرمایا وہ کس چیز کی تھیں؟۔

اس لیے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں اور فقہاءؒ چونکہ شارع نہیں اس لیے ان کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گناہ گار نہ ہوگا، اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے موزوں پر اطمینان کے ساتھ مسح کیا جا سکتا ہے چاہے وہ اونی ہو یا سوتی، نائیلون کے ہوں یا کسی اور ریشے کے، چمڑے کے ہوں یا آئل کلاتھ کے اور ریگزین کے، حد یہ کہ اگر پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر بھی مسح کر لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

ان مفکر کے علاوہ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے فتوی کی کتاب جلد دوم میں یہ فتوی دیا ہے اور حافظ ابن قیمؒ اور علامہ ابن حزمؒ کا بھی یہی مسلک ہے، کہ کسی قید کے بغیر ہر قسم کے موزے پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں مستدعی ہوں کہ اپنے مصروف اوقات میں سے اس دینی مسئلہ کو حل فرما کر مرسل فرمائیں فتوی مدلل اور مفصل درکار ہے۔ آپ کا فتوی کا منتظر رہوں گا تاکہ اس الجھن سے نکل کر راہ راست پا سکوں۔

منتظر الجواب

محمد طاہر غوری چشتیاں، ضلع بہاولنگر

الجواب: وبا للہ التوفیق

جس قسم کے سوتی، اونی یا نائیلون کے موزے آج کل رائج ہیں، ان پر مسح کرنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں، آپ کا خیال غلط ہے کہ اس مسئلے میں فقہاءؒ کے درمیان اختلاف ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسے باریک موزوں کے بارے میں ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ ملک العلماء کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فان کانا رقیقین یشفان الماء لا یجوز المسح علیهما بالاجماع

پس اگر موزے اتنے باریک ہوں کہ ان میں سے پانی چھن سکتا ہو تو ان پر باجماع مسح جائز نہیں ہے اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ولا یجوز المسح علی الجورب الرقیق من غزل اوشعر بلا خلاف، ولو کان ثخینا یمشی معه فرسخا فصاعدا ....فعلی الخلاف

(البحر الرائق ص ۱۹۲ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جن موزوں میں ثخین کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں، یعنی ان میں پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر محض اپنی موٹائی کی بناء پر کھڑے نہ رہ سکتے ہوں، یا ان میں ایک کوس تک بغیر جوتے کے چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح کرنا کسی بھی مجتہد کے مذہب میں جائز نہیں، ہاں جن

موزوں میں یہ تینوں شرائط پائی جاتی ہوں، ان پر مسح کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہے۔

جہاں تک جناب مولانا ابوالاعلی مودودی صاحب کا تعلق ہے، انھوں نے بہت سے مسائل میں جمہورامت سے الگ راستہ اختیار کیا ہے، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے؛ جس میں انھوں نے جمہور فقہاء کی مخالفت کر کے سخت غلطی کی ہے، آپ نے ان کے جو دلائل ذکر کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نے مسئلے کی اصل حقیقت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش ہی نہیں فرمائی، آپ کے اطمنان کے لئے مسئلے کی حقیقت مختصراً عرض کی جاتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں وضو کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اسمیں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں کو دھونے کا حکم دیا ہے، نہ کہ مسح کرنے کا؛ لہذا قرآن کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں، اوران پر مسح کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو یہاں تک کہ جب کسی شخص نے چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں اس وقت بھی مسح کی اجازت نہ ہو، لیکن چمڑے کے موزوں پر مسح کی جو اجازت باجماع امت دی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موزوں پر مسح کرنا اوراس کی اجازت دینا آنحضرت ﷺ سے ایسے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں، اگر مسح علی الخفین کے جواز پر دو تین ہی حدیثیں ہوتیں تب بھی ان کی بناء پر قرآن کریم کے مذکورہ صریح حکم میں کوئی تقیید درست نہ ہوتی، کیونکہ اخبار آحاد سے قرآن کریم پر زیادتی یا اس کا نسخ یا اس کی تقیید جائز نہیں ہوتی، لیکن مسح علی الخفین کی احادیث معنیً متواتر ہیں، اس لئے ان متواتر احادیث کی روشنی میں تمام امت کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن کریم کی آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب انسان نے (خفین) (چمڑے کے موزے) نہ پہن رکھے ہوں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

ما قلت بالمسح حتی جاء نی فیه مثل ضوء النهار (البحر الرائق: ۱۷۳/۲)

میں مسح علی الخفین کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس روز روشن کی طرح اس کے دلائل نہیں پہنچ گئے۔

چنانچہ ’’مسح علی الخفین‘‘ کا حکم اسی (۸۰) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے روایت کیا ہے حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وقد صرح جمع من الحافظ بأن المسح على الخفين متواتر وجمع بعضهم رواته فجاوزوا الثمانين منهم العشرة. (نيل الاوطار)

حفاظ کی ایک بڑی جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسح علی الخفین کا حکم متواتر ہے، اور بعض حضرات نے اس کے روایت کرنے والے صحابہؓ کو جمع کیا تو وہ اسی (۸۰) سے متجاوز تھے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ادركت سبعين بدريا من الصحابة كلهم كانوا يرون المسح على الخفين.

(تلخيص الحبير: ۱/۱۵۸ - بدائع ۱/۷۲)

اگر مسح علی الخفین کا حکم ایسے تواتر استفاضے کے ساتھ ثابت نہ ہوتا تو قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو حکم دیا ہے اس میں کسی تخصیص یا تقیید کی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے۔

انما يجوز نسخ القرآن بالسنة اذا وردت كورود المسح على الخفين في الاستفاضة. (احكام القرآن للجصاص ۴۲۵ ج ۲)

’’سنت نبویہ ﷺ سے قرآن کریم کے کسی حکم کو منسوخ (بمعنی مقید) کرنا اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب وہ سنت ایسے تواتر سے ثابت ہو جیسے مسح علی الخفین ثابت ہے‘‘۔

خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم ایسی چیز نہیں ہے جسے دو تین روایتوں کی بنیاد پر کسی خاص بات کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، بلکہ اس کے لئے ایسا تواتر درکار ہے جیسے مسح علی الخفین کی احادیث کو حاصل ہے۔ اب ’’خفین‘‘ (چمڑے کے موزوں) کے بارے میں تو یہ تواتر موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان پر مسح خود بھی فرمایا، اور دوسروں کو بھی اجازت دی، لیکن ’’خفین‘‘ چونکہ عربی زبان میں صرف چمڑے کے موزوں کو کہتے ہیں، کپڑے کے موزوں کو ’’خف‘‘

نہیں کہا جاتا، اس لئے یہ اجازت صرف چمڑے کے موزوں کے ساتھ مخصوص رہے گی، دوسرے موزوں کے بارے میں قرآن کریم کے اصلی حکم یعنی پاؤں دھونے پر ہی عمل ہوگا۔ ہاں اگر کپڑے کے موزے اتنے ثخین (موٹے) ہوں کہ وہ اپنی خصوصیات اور اوصاف میں چمڑے کے ہم پایہ ہوگئے ہوں یعنی نہ تو ان میں پانی چھنتا ہو، نہ انہیں کھڑا رکھنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت ہو، اور ان کو پہن کر میل دو میل چل سکتے ہوں تو ایسے موزوں کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہوگیا، بعض فقہاء نے فرمایا کہ چونکہ ایسے موزے چمڑے ہی کے معنی میں آگئے ہیں اس لئے ان پر بھی مسح جائز ہونا چاہئے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ مسح کرنا تواتر کے ساتھ صرف خفین (چمڑے کے موزوں) پر ہی ثابت ہے، اس لئے ان پر مسح کرنا درست نہیں۔

گویا موزے تین قسم کے ہوگئے:

(۱) چمڑے کے موزے جنھیں خفین کہا جاتا ہے، ان پر مسح بالاجماع جائز ہے۔

(۲) وہ باریک موزے جو نہ چمڑے کے ہوں، اور نہ ان میں چمڑے کے اوصاف پائے جاتے ہوں، جیسے آج کل سوتی، اونی یا نائیلون کے موزے، ان کے بارے میں اجماع ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ ایسے موزوں پر مسح کرنا ایسے دلائل سے ثابت نہیں جن کی بناء پر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑا جاسکے۔

(۳) وہ موزے جو چمڑے کے تو نہیں، لیکن ان میں موٹے ہونے کی بناء پر اوصاف چمڑے ہی کے پائے جاتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہاءؒ کا اختلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو موزے چمڑے جیسے نہ ہوں، ان پر مسح کے عدم جواز میں مجتہدین امت کا کوئی اختلاف نہیں، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جاسکتا ہے جب تک کہ مسح کا حکم ایسے تواتر سے ثابت نہ ہوجائے جس تواتر سے مسح علی الخفین کا جواز ثابت ہے۔ لہذا فقہاء کرام نے کپڑے کے موزوں پر مسح کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں لگائیں، بلکہ ان موزوں میں چمڑے کے اوصاف کے تحقق کے لئے لگائی ہیں۔ اور اس میں بھی

اختلاف رہا ہے کہ ان شرائط کے تحقق کے بعد بھی ان پر مسح جائز ہے یا نہیں۔

حقیقت مسئلہ کی اس وضاحت کے بعد اب ان روایات کو دیکھئے جن میں جوربین (جواربوں) پر مسح کا ذکر آیا ہے، سارے ذخیرہ حدیث میں یہ کل تین حدیثیں ہیں ایک حضرت بلالؓ سے مروی ہے ، ایک حضرت ابوموسیٰؓ سے، اور ایک حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے۔

حضرت بلالؓ کی حدیث معجم صغیر طبرانی میں ہے، اور حضرت ابوموسیٰ کی ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ وغیرہ نے روایت کی ہے لیکن حافظ زیلعیؒ نے ان دونوں کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں سنداً ضعیف ہیں۔ (نصب الرایہ ص ۱۸۳ و ۱۸۴ ج ۱)

اور حضرت ابوموسیٰؓ کی حدیث کے بارے میں تو امام ابوداؤد نے بھی لکھا ہے کہ **لیس بالمتصل ولا بالقوی** (بذل المجہود ص ۹۶ ج ۱) لہذا یہ دونوں روایتیں تو خارج از بحث ہیں اب صرف حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث رہ جاتی ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ اگرچہ امام ترمذیؒ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے لیکن دوسرے ائمہ حدیث نے ان کے اس قول پر سخت تنقید کی ہے امام ابوداؤدؒ اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں:

وکان عبد الرحمن بن مهدی لا یحدث بهذا الحدیث لان المعروف عن مغیرة ان النبی ﷺ مسح علی الخفین ، (بذل المجهود ص ۹۶ ج ۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ یہ حدیث بیان نہیں کیا ہے کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہؓ سے جو معروف روایتیں ہیں وہ مسح علی الخفین کی ہیں، (نہ کہ جوربین پر مسح کی)

امام نسائیؒ سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں: **لا نعلم احد تابع أبا قیس علی هذه الروایة ، و الصحیح عن المغیرة انه علیه السلام مسح علی الخفین .** (نصب الرایة: ۱ / ۱۸۳)

یہ روایت ابوقیس کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اور ہمارے علم میں کوئی اور راوی اس کی تائید نہیں کرتا، البتہ حضرت مغیرہؓ سے صحیح روایت مسح علی الخفین ہی کی ہے۔

اس کے علاوہ امام مسلمؒ امام بیہقیؒ، سفیان ثوریؒ، امام احمدؒ، یحیٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، اور

دوسرے محدثین نے اس روایت کو ابوقیس اور ھزیل بن شرجیل دونوں کے ضعف کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے، اور علامہ نوویؒ شارح مسلم لکھتے ہیں:

کل واحد من ھولاء لو انفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل، واتفق الحفاظ علی تضعیفه، ولا یقبل قول الترمذی انه حسن صحیح. (نصب الرایه بحواله بالا)

”جن حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اگر ان میں سے ہر ایک تنہا ہوتا، تب بھی وہ امام ترمذیؒ پر مقدم ہوتا، اس کے علاوہ یہ قاعدہ ہے کہ جرح، تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، اور حفاظ حدیث اس کی تضعیف پر متفق ہیں، لہذا ترمذی کا یہ قول کہ یہ ”حسن صحیح ہے“ قابل قبول نہیں۔

یہ ہے اس حدیث کی اسنادی حیثیت جسے مولانا مودودی صاحب نے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے، آپ نے دیکھا کہ اول تو اکثر حفاظ حدیث کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

دوسرے اگر بالفرض امام ترمذیؒ کے قول کے مطابق اسے صحیح مان لیا جائے تو پورے ذخیرہ حدیث میں تنہا یہ ایک روایت ہوگی جس میں آنحضرت ﷺ کا جوربین پر مسح کرنا مذکور ہے۔

اب آپ غور فرمائے کہ قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو صریح حکم دیا ہے اسے صرف اس ایک روایت کی بنا پر کیسے چھوڑ دیا جائے؟ جب کہ ائمہ حدیث نے اس پر شدید تنقید بھی کی ہے۔

آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ مسح علی الخفین کا حکم اس وقت ثابت ہوا کہ جب اس کی حدیث تواتر کی حد تک پہنچ گئیں، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسح علی الخفین کی احادیث اتنی کثرت کے ساتھ نہ ہوتیں تو پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑنے کی گنجائش نہ تھی؛ لیکن مسح علی الجوربین کی احادیث متواتر تو کیا ہوتیں، پورے ذخیرہ حدیث میں اس کی صرف تین روایتیں ہیں، ان میں سے دو تو بالاتفاق ضعیف ہیں اور ایک کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے، صرف امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں، ایسی روایات کی بناء پر قرآن کریم کے کسی حکم میں کوئی تخصیص یا قید پیدا نہیں کی جاسکتی، چنانچہ امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں: **”والاصل فیه انه قد ثبت ان مرد الایة الغسل**

علی ما قد منا ، فلو لم تر دالآ ثا ر المتو اتر ۃ عن النبی ﷺ فی المسح علی الخفین لما جازلنا المسح ولما لم تر د الآثا ر فی جواز المسح علی الجو ربین فی وزن ور و د ھا فی المسح علی الخفین ابقیناحکم الغسل علی مر اد الآیۃ " احکام القر آن للجصا ص ۴۲۸ ج ۲)

مسئلے کی حقیقت یہ ہے کہ آیت کی اصلی مراد پاؤں دھونا ہے جیسے کہ پیچھے گزر چکا، لہذا اگر آنحضرت ﷺ سے مسح علی الخفین کی متواتر احادیث ثابت نہ تیں تو ہم کبھی مسح علی الخفین کو جائز قرار نہ دیتے ، اور چونکہ جوربین (کپڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں جس وزنی طریقے سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں اس لئے ہم نے وہاں آیت قرآنی کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جن حضرات صحابہ کرامؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے جوربین پر مسح کیا یا اس کی اجازت دی تو ان کے اس عمل کی کیا وجہ تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ان آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ جوربین کپڑے کے یا باریک موزے تھے، اور جب تک یہ صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

ان الجورب یتخذ من الادیم و کذ ا من الصوف و کذا من القطن ویقا ل لکل من ھذ ا انہ جور ب ومن المعلوم ان ھذ ہ الر خصہ بھذ ا العموم ....لا تثبت الا بعد ان یثبت ان الجوربین الذین مسح علیھا النبی ﷺ کا نا من صوف الخ. (عون المعبو د ص ۶۲ ج ۱)

" یعنی جوربین کھال کے بھی ہوتے ہیں، اون کے بھی اور روئی کے بھی، اور ہر ایک کو جورب کہا جاتا ہے، اور ہر قسم کے موزے پر مسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی ہے جب تک کہ یہ

ثابت نہ ہو کہ آپ ﷺ نے ان جوربین پر مسح فرمایا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ثابت ہے کہ ان حضرات نے جن جوربین پر مسح فرمایا وہ زیادہ تر چمڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے، اور ان میں چمڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے:

حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن وشعبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن انهما قالا : يُمْسَحُ على الجوربين اذا كانا صَفِيْقَيْنِ . (مصنف ابن ابی شیبه ص۱۸۸ ج ۱)

حضرت سعید بن مسیبؒ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

حضرت حسن بصریؒ اور حضرت سعید بن المسیبؒ دونوں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور انھوں نے صحابہ کرامؓ کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتوی دیا ہے۔

لہذا ان حضرات کے عمل اور فتوی سے جو بات ثابت ہوئی وہ اس سے زائد نہیں کہ جو موزے بہت موٹے ہونے کی بنا پر چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوں، ان پر مسح جائز ہے، اور اس موٹائی کی وضاحت کے لئے فقہاء نے وہ تین شرائط ذکر کی ہیں کہ ایک تو ان میں پانی نہ چھنے، دوسرے وہ کسی چیز سے باندھے بغیر اپنی موٹائی کی وجہ سے خود کھڑے رہیں، اور تیسرے یہ کہ ان کو پہن کر میل دو میل چلنا ممکن ہو، ایسے موزے چونکہ چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بھی اکثر فقہاء نے ''مسح علی الخفین'' کی احادیث کی دلالت النص اور مذکورہ آثار صحابہؓ کی بناء پر ''خفین'' کے حکم میں داخل کرلیا، چنانچہ علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں:

لاشک ان المسح علی الخف علی خلاف القیاس، فلا یصلح الحاق غیرہ بہ، الا اذا کان بطریق الدلالۃ، وھو ان یکون فی معناہ، ومعناہ الساتر لمحل الفرض الذی ھو بصدد متابعۃ المشی فیہ فی السفر وغیرہ۔ (فتح القدیر :۱/۱۰۹)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مسح علی الخفین کی مشروعیت خلاف قیاس ہوئی ہے لہذا کسی دوسری چیز کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، الا یہ کہ وہ دلالۃ النص کے طریقے پر خفین کے معنی میں داخل ہو، اور خفین کے معنی ایک ایسے موزے کے ہیں جنھوں نے پاؤں کو بالکل ڈھانپ رکھا ہو اور ان میں سفر وغیرہ کے دوران مسلسل چلنا ممکن ہو''

لہذا فقہاء نے جوربین پر مسح کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کی یہ تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حدیث میں مسلح علی الجوربین کی اجازت مطلق تھی، اور انھوں نے اپنی طرف سے شرائط عائد کر کے اسے مقید کر دیا: بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے پاؤں دھونے کے فریضے کو چھوڑ کر مسح کرنے کا حکم اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس پر احادیث متواتر موجود نہ ہوں، خفین میں چونکہ ایسی احادیث موجود تھیں، اس لئے وہاں مسح کی اجازت دیدی گی، لیکن جوربین پر کسی ایسی حدیث سے بھی ثابت نہیں جو متفق علیہ طور پر صحیح ہو، لہذا ان پر مسح کی اجازت نہیں دی جا سکتی، الا یہ کہ وہ جوربین خفین کی صفات کے حامل ہو کر خفین کے حکم میں بدلالۃ النص داخل ہو جائیں، اور چونکہ صحابہؓ و تابعین سے ایسے ہی موزوں پر مسح ثابت تھا اس لئے بیشتر فقہاء نے اس کی اجازت دی۔ اور خفین کی بنیادی صفات کو مذکورہ تین شرائط کے ذریعہ بیان کر دیا، اور اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع منعقد ہو گیا۔

جہاں تک علامہ ابن حزمؒ یا علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیم کا تعلق ہے، ان کا مقام بلند اپنی جگہ ہے لیکن انھوں نے بہت سے مسائل میں جمہور امت سے الگ راہ اختیار کی ہے جسے امت نے بحیثیت مجموعی قبول نہیں کیا، بالخصوص اس مسئلے میں تو انھوں نے اپنے مسلک پر کوئی دلیل بھی نہیں دی۔ لہذا پوری امت کے فقہاء محدثین اور مجتہدین کے مقابلے میں صرف ان تین حضرات کی رائے پر عمل کر کے پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کر دینا ایک سنگین جسارت ہے اور اس ''اجتہاد'' کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے کہ ''اگر پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر بھی مسح کر لیا جائے تو اس پر بھی مسح جائز ہے۔'' ساری امت کے تمام فقہاء اور تمام محدثین اور تمام مجتہدین کے بارے میں تو یہ الزام ہے کہ ان کے اس قول

کا کوئی ماخذ نہیں، حالانکہ ان کے نا قابل انکار دلائل آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں اور دوسری طرف اپنا خود ''اجتہاد'' یہ ہے کہ بلا وجہ پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر اس پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے۔ کیا اس لایعنی حرکت کی خاطر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کرنے کا بھی کوئی ماخذ ہے ؟

آپ نے جناب سید ابوالاعلی مودودی صاحب کی جو عبارت نقل فرمائی ہے اس میں چونکہ جوتوں پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے، اس لئے اس کی حقیقت بھی آخر میں مختصراً عرض ہے۔

جوربین اگر موٹے ہوں تو ان پر مسح کرنے کے تو بعض فقہاء قائل بھی ہیں لیکن جوتوں پر مسح کرنا تو کسی بھی امام کے مذہب میں جائز نہیں:

''لم یذھب احد من الائمة الی جواز المسح علی النعلین ''(معارف السنن : ۱/ ۳۴۷) ائمہ میں سے کوئی بھی جوتوں پر مسح کرنے کا قائل نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جوتوں پر مسح کرنا اس وقت ثابت ہے جب کہ آپ ﷺ پہلے ہی سے باوضو ہوتے تھے، لیکن نئی نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے تھے، ایسی حالت میں چونکہ وضو پہلے سے ہوتا تھا، اس لئے آپ ﷺ پاؤں دھونے کے بجائے اپنے جوتوں پر ہاتھ پھیر لیتے تھے، چنانچہ صحیح بن حزیمہؒ میں روایت ہے:

عن علیؓ انه دعا بکوز من ماء ثم توضا وضوأ خفیفاثم مسح علی نعلیه ، ثم قال ھکذا وضوء رسول اللہ ﷺ للطاھر ما لم یحدث.(صحیح ابن خزیمه: ۱/ ۱۰۰)

حضرت علیؓ نے پانی کا ایک گلاس منگوایا، اور بہت مختصر وضو کیا اور اپنے جوتوں پر مسح کیا، پھر فرمایا طہارت کی حالت میں جب تک وضو نہ ٹوٹا ہو، آنحضرت ﷺ اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔

اس وضاحت کے بعد ''جوتوں پر مسح'' ثابت کرنی والی روایت سے بے وضو آدمی کے لئے جوتوں پر مسح کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

لہٰذا امت کے تمام مستند فقہاء و مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ باریک موزے جن سے پانی چھن

جا تا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر کھڑے نہ رہتے ہوں، یا ان میں میل دو میل مسلسل چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح جائز نہیں ہے اور نہ جوتوں پر مسح درست ہے۔ اور چونکہ ہمارے زمانے میں جو سوتی ، اونی، نائیلون کے موزے رائج ہیں وہ باریک ہوتے ہیں اور ان میں مذکورہ اوصاف نہیں پائے جاتے اسلئے ان پر مسح کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص ایسا کرے گا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ بلکہ کسی بھی مجتہد کے مسلک میں اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ از ماہنامہ البلاغ ، جمادی الاولی ۱۳۹۷ھ

نائیلون کی مروجہ جرابوں اور سوتی جرابوں پر مسح کا حکم

سوال: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ ربڑ کے موزے کے علاوہ واٹر پروف موزے وغیرہ اور نائیلون کی جرابیں، سوتی جرابیں، ان پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ واضح طور پر صحیح ثبوت کے ساتھ باحوالہ تحریر فرمائیں۔

جواب: چمڑے یا ربڑ کے موزے اگر اتنے موٹے ہوں کہ محض اپنی موٹائی اور سختی کی وجہ سے یا بلا اسٹکر باندھے بغیر خود کھڑے رہیں تو ان پر مسح درست ہے نائیلون کی مروجہ جرابیں پتلی ہوتی ہیں ان پر مسح درست نہیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ (فتوی نمبر ۲۹۳/۲۲ الف) فتاوی عثمانی: ۱/ ۳۶۸

جرابوں اور سوتی موزوں پر مسح کا حکم

سوال: اونی یا سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : في الدر المختار اوجوربيه ولو من غزل اوشعر الثخينين بحيث يمشي فرسخا ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولا يشف اھ .

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔

اول: گاڑھے اور موٹے ایسے ہوں کہ صرف اس کو پہنکر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔

دوسرے: یہ کہ اگر اس کو پہنکر پنڈلی پر نہ باندھیں تو گرے نہیں۔

تیسرے: اس میں سے پانی نہ چھنے۔

چوتھے: اس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آوے، یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔ ۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ (امداد صفحہ ۵ ج ۱)

سوال: کتب فقہ سے مسح جوربین پر بمذہب صاحبین رحمہم اللہ ثابت ہے مگر اس میں شرط ثخینین کی لکھی ہے اس کی حد تک سمجھ کام نہیں کرتی ہے کہ ثخینین کی تعریف کہاں تک ہے، قدوری میں تو یہ لکھا ہے کہ یشفان الماء اور حاشیہ پر جوہرہ نیرہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ مالا یری ما تحتهما من خلاله اور شرح وقایہ میں یستمسکان علی الساق بلا شد لکھا ہے، ان کتابوں کی رو سے پورا اطمینان قلب کو نہیں ہوتا ہے، اس وجہ سے خدمت عالی میں عرض ہے کہ آیا یہ جورب یعنی موزۂ مروجہ جن کو ہم لوگ سردی اور گرمی کے موسم میں پہنتے ہیں خواہ اونی یا سوتی جن میں ڈبل بھی ہوتے ہیں اور ہلکے بھی ہوتے ہیں، ان پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ میرے ایک عزیز جن کو علم دینیات میں دخل ہے مگر تقلید سے نسبت نہیں ہے انہوں نے مجھ کو ہدایت کی ہے کہ تم بلا دریغ ان موزوں پر مسح کیا کرو ان پر مسح احادیث اور کتب فقہ سے پورے طور پر ثابت ہے، اس وجہ سے اس کی تحقیق کرنے کی ضرورت پڑی کیونکہ تمام علماء کی زبانی یہ ہی شروع سے اس وقت تک سننے میں آیا ہے کہ کے موزوں پر مسح ہوسکتا ہے، اور جرابوں کے متعلق مدعی یہ کہتا ہے کہ یستمسکان علی الساق کے معنی یہ ہیں کہ پنڈلی کا موزہ رکا رہے، کعب کھلنے نہ پاوے اور مشہور یہ ہے کہ پنڈلی پر کھڑا رہے اور ایک فرسخ چلنے سے بھی موزہ یعنی جراب گر نہ جاوے۔

الجواب: درمختار میں مجموعہ ان قیود کو شرط ٹھیرایا ہے، اور ان سب شروط کے تحقق کی جو علت ہے یعنی اس کا معنی خف میں ہوتا یہ دلیل ہے اس کی کہ:

لایستمسکان کے معنی یہی ہے کہ گر نہ جاوے، اور حدیث میں جو آیا ہے وہ مجمل نہ مبہم ہے؛ کیونکہ وہ واقعہ کی حکایت ہے، اور حکایت فعل کو عموم نہیں ہوتا لہذا دوسرے دلائل کی طرف رجوع کیا جاوے گا، چونکہ ہماری متعارف جرابیں اس شان کی نہیں ہوتیں، لہذا ان پر مسح جائز نہیں، فقط

۲۵/ جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ (تتمہ اولیٰ ۷) حضرت تھانوی

سوال: مفتیان شرع متین کا کیا ارشاد ہے، زید وعمرو باہم مناظر ہیں، زید کہتا ہے کہ کھال کے موزوں کے سوا مسح ہرگز درست نہیں، ہاں اگر جرابیں پشم کی ہوں یا ڈبل زین کی ہوں اور ایسی مضبوط بنی ہوئی ہوں جس میں گرد وغبار نفوذ نہ کرسکتا ہو اور صلابت ایسی ہو کہ اگر زمین پر رکھی جاویں تو کھڑی رہیں ان پر مسح درست ہے بحوالہ کتب فقہ ارشاد ہو۔ بینوا توجروا:

الجواب: زید کا قول صحیح ہے عینی نے شرح ہدایہ میں اس پر فتوی نقل کیا ہے، ۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی صفحہ ۱۰۴) حضرت تھانوی

انگریزی بوٹ جو پورے پاؤں کو چھپالے اس پر مسح کا حکم

سوال: فل بوٹ یعنی اس بوٹ پر جس میں ٹخنے چھپے رہتے ہیں مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: في الدر المختار باب المسح على الخفين شرط مسحِه ثلثةٌ الامر الاول كونه ساتر محل فرض الغسل القدم مع الكعب او يكون نقصانه اقل من الخرق المانع فيجوز على الزوبول لو مشدود الا أن يظهر قدرُ ثلثة أصابع. والثاني: كونه مشغولًا بالرجل. والثالث: كونه مما يمكن متابعة المشي المعتاد فيه فرسخا فأكثر اه في رد المحتار قوله لو مشدودًا لأن شده بمنزلة الخياطة وهو مستمسک بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم. وفي البحر عن المعراج ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله أزرارٌ يشدها عليه تسده لانّه كغير المشقوق وإن ظَهَرَ مِنْ ظَهْرِ القدم شئي فهو كخروق الخف، قلت والظاهر انه الخف الذي يلبسه الأتراک في زماننا اه

چونکہ اس بوٹ میں تینوں شرطیں جواز مسح کی پائی جاتی ہیں جو روایت بالا میں مذکور ہیں اس لئے مسح اس پر جائز ہے، البتہ بوجہ اس کے کہ بجائے جوتا کے مستعمل ہوتا ہے اس لئے بوجہ نجس ہونے کے اور یا بوجہ سوءادب کے بلاضرورت اس سے نماز نہ پڑھنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ یوم الاضحیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد صفحہ ۶ ج ۱) حضرت تھانوی.

سوال: اگر وضو بھی ساقط ہوگیا تو اس جوتے پر مسح کرسکتا ہے یا نہیں؟ جوتہ ایسا ہے جس کے اندر ہوا گرد وغبار نہیں پہنچ سکتا؟

الجواب: في الدرالمختار شرط مسحه كونه ساتر القدم مع الكعب اويكون نقصانه اقل من الخرق المانع فيجوز على الزُرْبُول لو مشدوداً الا ان يظهر قدر ثلاثة اصابع في ردالمحتار لان شده بمنزلة الخياطة هو مستمسک بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم وفي البحر عن المعراج ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم،وله ازرار يشدها عليه تسده لانه كغير المشقوق على ظهر القدم ،وان ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف اه قلت والظاهر انه الخف الذي يلبسه الاتراک في زماننا ج ا ص ٦٦٩.

اس سے معلوم ہوا کہ جوتہ مذکور پر مسح بھی جائز ہے بشرطیکہ چلنے میں اندر سے پاؤں یا جراب نظر نہ آئے اور اگر نظر آوے تو پھر سوال میں ظاہر کرنا چاہئے کہ کتنا نظر آتا ہے (تتمہ اولیٰ) حضرت تھانوی۔

جراب سوتی کے اوپر چمڑے کا موزہ پہنکر اس پر مسح

سوال: کیا چرمی موزوں کے اندر جن پر مسح درست ہے آیا جراب پہننا درست ہے یا نہیں؟ اور ان چرمی موزوں کے اندر جراب پہننے کی صورت میں مسح درست ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب: في الدرالمختار اوجرموقيه ولو فوق خف اولفافة ولا

اعتبار بما فی فتاویٰ الشاذی لانه رجل مجهول لا یقلد فیما خالف النقول فی رد المحتار ثم الذی فی هذه الفتاوی هو مانقله عنها فی شرح المجمع من التفصیل وهو ان ما یلبس من الكرباس المجرد تحت الخف یمنع المسح علی الخف لکونه فاصلا وقطعة کرباس تلف علی الرجل لا تمنع لانه غیر مقصود، باللبس وقد اطال فی رده فی شرح المنیة والدرر والبحر لتمسک جماعة به من فقهاء الروم قال ح وقد اعتنی یعقوب باشاه بتحقیق هذه المسئلة فی کراسة مبینا للجواز لماسأله السلطان سلیم خان اھ .

لوہے کا جوتا

سوال: جوتہ نعل آہنی لگانا کیا حکم ہے؟

الجواب: نعل لگانا جائز ہے، فی رد المحتار فی مفسدات الصلوٰۃ قال هشام رأیت علی ابی یوسف نعلین مخصوفین بمسامیر فقلت اتری بهذا الحدید بأساً قال لا الخ والله اعلم (امداد ج ۲، ص ۱۳۴) حضرت تھانوی

عورتوں کو مردانہ جوتہ پہننے کی ممانعت

سوال: مردانہ چڑھواں جوتا عورتوں کو پہننا کیسا ہے؟ بعض دیار میں علی العموم رواج ہے کہ عورتیں بھی مثل مردوں کے وہی جوتہ پہنتی ہیں جو ایڑی کی طرف زیر پائی کے بیٹھا اور چپٹا نہیں ہوتا، بلکہ جیسا مردوں کا جوتہ ویسا ہی وہ بھی، اول تو مجھے ناجائز ہی ہونے کا خیال ہوا، کیونکہ عورتوں کو لباس وغیرہ میں مردوں کی مشابہت پیدا کرنے کی حدیث شریف میں وعید آئی ہے، لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب فلانے صاحب مرحوم مغفور کے یہاں سب یا اکثر عورتیں اور لڑکیاں بھی مردانہ جوتہ پہنتی ہیں اور مولانا مرحوم نے کبھی منع نہیں فرمایا اس وقت سے یہ رائے سست ہوگئی، لیکن ابھی کچھ اطمینان نہیں ہوا، میں نے جو ایک آدھ کو منع کیا تو یہ کہا گیا کہ اس میں پیر کو آرام زیادہ ملتا ہے

اور چلنے میں نکل جانا اور اس میں چلتے وقت خاک اور چھینٹیں بھی اُڑتیں، اس لئے ایسا پہنا جاتا ہے اور زیر پائی میں ایڑی کو تکلیف ہوتی ہے؟

الجواب: اس کے رواج میں عموم نہیں ہوا، کہ دیکھنے والوں کو منکر اور موجب تشبہ نہ معلوم ہوتا ہو، اس لئے تشبہ اس میں ضرور ہے، کسی بزرگ کا منع نہ کرنا حجت شرعیہ نہیں، رہا تکلیف ہونا، سو اس کی اصلاح وترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے، رہا چینٹ ہونا، سو اس کی اصلاح وترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے، رہا چھینٹ وغیرہ کا پڑنا سو اس کی احتیاط بھی دشوار نہیں۔ فقط (امداد: ۱۵۴/۲) حضرت تھانوی۔

مردانہ جوتہ کی ایڑی بٹھا کر پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے

سوال: دہلی کی جوتی نوکدار کا مدار جو کہ مرد پہنتے ہیں اگر اس جوتی کی ایڑی بٹھا کر عورت پہنے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: میں تو جائز سمجھتا ہوں۔ ۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ (تتمہ خامسہ ص۷۳) حضرت تھانوی

سلیپر جوتہ پہننا

سوال: سلیپر پہننے میں نصاریٰ کی مشابہت تو نہیں ہے؟

الجواب: اگر مشابہت نہیں ہے تو جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ یوم الاضحیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱۶۹/۲)

ایضاً۔ سوال: سلیپر یعنی بلا ایڑی کا جوتہ مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر تحقیق سے ثابت ہو جاوے کہ اس میں تشبہ نہیں ہے تو درست ہے۔ ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (حوادث اول ص ۱۲۵) حضرت تھانوی۔

عورتوں کو اونچی ایڑی کا مردانی جوتا پہننا

سوال: ایڑی والی جوتی مثل مردوں کے عورت پہن لیوے تو درست ہے یا نہیں کیونکہ زنانی جوتی بیٹھویں سے مردانی جوتی نمازی عورت کے واسطے پاؤں کو نجاست سے بچانے کے واسطے

بہت خوب ہے جیسا حکم ہو تحریر فرما دیں۔

جواب: جو جوتی کہ مردانی ہے اس کا پہننا عورت کو حرام ہے، قال علیہ السلام لعن اللہ المشبھات بالرجال رواہ ابو داؤد اور چونکہ مردانی جوتی پہننے میں عورت کو تشبہ مردوں سے پیدا ہو جاتا ہے لہذا اس کا پہننا حرام ہوگا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوڑیہائے مختلف

سوال: چوڑی ربر و بلوری، سادہ و نقشی و کچ کی سیاہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سب جائز ہے۔ فقط ۲/ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد: ۲/۱۵۴) حضرت تھانوی۔

نامحرم مرد جس جگہ نہ ہو وہاں عورت کو باجہ والا زیور پہننا

سوال: جس گھر میں مرد نامحرم نہیں ہے باجہ دار زیور پازیب پائل عورتوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس جگہ نامحرم نہ ہوں وہاں آواز کا زیور پہننا درست ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے سر سے پاؤں تک ڈھنکنا فرض ہے نامحرم موجود ہو یا شوہر فقط ۔

عورتوں کو پیتل تانبہ کا زیور پہننا

سوال: زیور پیتل، تانبہ وغیرہ کا عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زیور سب قسم کا عورتوں کو درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کانچ کی چوڑیاں عورتوں کو پہننا

سوال: کانچ کی چوڑیاں جو عورتیں پہنتی ہیں جائز ہیں یا نہیں ؟

جواب: درست ہیں۔ قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: ۔عورتوں کو چوڑیاں کانچ و گلٹ کی پہننا درست ہیں یا نہیں؟

جواب: عورتوں کو ہر قسم کی چوڑیاں پہننا جائز ہیں، عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے خواہ

کانچ کی ہوں خواہ سونے چاندی لوہے تانبے پیتل کی ہوں جو شئے زینت کی ہے خواہ لباس ہو یا زیور وہ عورتیں کو حالت عدت میں نادرست ہے اس لئے بوقت عدت چوڑیاں وغیرہ توڑ پھوڑ دی جاتی ہیں بعد عدت پہنے تو مضائقہ نہیں جس کی آمدنی ۹؍نو روپیہ حلال ہو ۱۰؍دس روپیہ حرام خواہ برعکس یا دونوں مساوی ہوں اس کا ہدیہ وغیر دعوت ضیافت سب نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس دوات کا ڈھکنا چاندی کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں

سوال: اگر کسی دوات کے گرد کا گھیرا اور نیچے کا پیندا پیتل کا اوپر بند کرنے کا ڈھکنا، چاندی کا ہو ایسی دوات سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ڈھکنا تابع نہیں مستقل ہے، لہذا جائز نہیں، بخلاف میخ و پتر وغیرہ کے جب کہ اس کو ہاتھ نہ لگایا جاوے۔ ۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۹۹) حضرت تھانوی۔

جس قلم کا نب سونے کا ہو اسکا استعمال جائز نہیں

سوال: میری عادت ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت قلم ہاتھ رکھنا ہوں اور نئی ایجاد قلم سے جس کے اندر سیاہی ہوتی ہے مجھے بہت سہولت رہتی ہے لیکن اس قلم کے نب میں سونے کی ملاوٹ ہوتی ہے، جس کی نسبت ۱۴؍۴ ہے، اور لوگ جو کاغذ پر لگتی ہے اور دھات کی ہوتی ہے، نب میں سونے کی ملاوٹ صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ زنگ نہ لگے۔

دوسری دھات کا نب بہت جلد زنگ خوردہ ہو جاتا ہے، کیا اس کے استعمال میں کوئی صورت جواز ہے؟

الجواب: چونکہ اس میں سونا نصف سے زائد ہے اس لئے اس استعمال جائز نہیں، لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ کم قیمت قلم میں غالباً یہ نب سونے کی آمیزش کا نہیں ہوتا۔

اشرف علی ۲۸؍شعبان ۱۳۳۳ھ (حوادث ثالث ص ۱۴۴)

ایضاً: سوال قلم کے متعلق کارخانہ کا جواب کہ اس میں سونا بمقابلہ تانبے کے زیادہ ہے بالکل غلط معلوم ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ یہاں میں نے چار بڑے صراف اور جوہری سے اس کی جانچ

کرائی، تو ان لوگوں نے کسوٹی پر لگا کر دیکھا کہ اس میں سونے کا رنگ بالکل خفیف آیا، ورنہ سیاہی آئی اور ان سب نے یہ ہی تشخیص کیا کہ اس میں سونا غالب یا برابر ہونا تو درکنار آٹھواں حصہ بھی نہیں ہے، بلکہ بہت خفیف جز اس میں سونے کا ہے، تو ایسی صورت میں تو اس کے استعمال میں کوئی تردد یا ناجوازی باقی نہیں رہتی؟ کارخانہ کا دعویٰ بلا دلیل معلوم ہوتا ہے، اگر حضور والا کی رائے میں مناسب ہو تو الامداد میں اس مسئلہ کو شائع فرما دیا جاوے، اس وجہ سے کہ بعض لوگوں کو نامکمل سوال کی بناء پر کہ جہاں خود سائل کو اس قلم میں سوائے سونے کے اور کسی دھات کے شامل ہونے کا علم بھی نہ تھا، حضور نے ناجوازی کا فتویٰ دیا تھا۔

الجواب: میں نے تو پہلے ہی لکھا تھا کہ کارخانہ کے جواب میں یہ شبہ ہے کہ اپنی تجارت کی اس مصلحت سے لکھدیا ہو کہ یوں نہ سمجھا جاوے کہ باوجود اس میں سونا کم ہونے کی اتنی قیمت رکھ دی ہے اور میرا پہلا فتوی بیان سائل پر تھا اب اس کے خلاف بظن غالب ثابت ہوا تو حکم بھی بدل جاوے گا یعنی جواز کا حکم دیا جاوے گا۔ حضرت تھانوی۔

انگوٹھی

مسئلہ: لوہے اور پیتل کی انگوٹھی میں مرد وعورت یکساں ہیں اور کراہت ان کے پہننے کی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک مردوں کو بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر پیر نامحرم اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اس کو پیر کے سامنے آنا اور اس کے ہاتھ سے ہاتھ مس کرنا اور کسی جزو بدن کو ہاتھ لگانا ہرگز درست نہیں ہے، البتہ زبان سے بیعت ہوجانا اور پس پردہ اور اشخاص کی موجودگی میں زبانی بات چیت کر لینا درست ہے، خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: اگر ہمزاد سے اس طرح کہنا مفید ہوتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: جس ہنسی میں آواز نہیں نکلے اگرچہ بدن کا لرزہ اچھی طرح محسوس ہوا ہو وہ قہقہہ نہیں ہے نہ ضحک ہے۔

چاندی وغیرہ کی انگوٹھی

سوال: مرد کو سونا، چاندی، پیتل، لوہے ٦/٧، آنے بھر تک استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کو صرف چاندی کی انگوٹھی ساڑھے تین ماشہ کی مقدار درست ہے، اس کے علاوہ کسی دھات کی انگوٹھی مرد کیلئے درست نہیں، کذا فی الدالمختار۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انگوٹھی میں سونے کا نگ

سوال: مرد انگوٹھی میں سونا بطور نگینہ کے استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے، تو ہدایہ کتاب الکراھیۃ کی عبارت "**والحلقة هی المعتبرة لان قوام الخاتم بها ولا معتبر بالفص حتی یجوز ان یکون من حجر الخ**" کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب: چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز قرار دی گئی ہے، اوراس کا وزن متعین کردیا گیا کہ اس سے زائد نہ ہو، اس مسئلہ کے ذیل میں صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حلقہ اور نگینہ کا مجموعہ وزن اتنا ہونا مراد نہیں، بلکہ وزن کی یہ تحدید حلقہ کے لئے ہے، لہذا اگر صرف حلقہ کا اتنا وزن ہو اور نگینہ مثلاً پتھر کا ہو کہ مجموعہ کا وزن زیادہ ہوجائے، تب بھی درست ہے، اگر نگینہ پتھر کا ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے، اگر حلقہ پتھر کا ہو تو اس کو منع کیا گیا ہے، اگر پتھر کے نگینہ میں سونے کی کیل ہو، تو اس کی بھی ممانعت نہیں، اگر کسی اور چیز کا نگینہ ہو جو کہ مرد کے لئے ممنوع ہو، تو اس کی بھی ممانعت نہیں "**ثم الحلقة فی الخاتم هی المعتبرة لان قوام الخاتم بها ولا معتبر بالفص حتی انه یجوز ان یکون حجراً اوغیره کذا فی السراج الوهاج ولا بأس بسد ثقب الفص**

بمسمار الذهب كذا في الاختيار شرح المختار عالمگیری، ج۴ص ۱۰، ولا يتختم الا بالفضة وهذا نص على ان التختم بالحجر والصفر حرام هداية والمسئلة مذكورة تكملة فتح القدير.

(ج۸ص ۹۲، بحر الرائق ج۸ص ۱۹۱، وتبيين الحقائق ج۶ص ۱۶)

چونکہ نگینہ حلقہ کا تابع ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ سونے کا ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے، جیسے از رار ثواب کی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کئی نگ والی انگوٹھی

سوال: انگوٹھی جس میں کئی نگ ہوں یا ایک ہی نگ کی دو تین انگوٹھی انگلیوں میں پہننا کیسا ہے؟ اور ایسی انگوٹھیاں پہنے ہوئے نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصليا

ایسی انگوٹھیاں جس میں کئی نگ ہوں حرام ہے، ایک سے زائد انگوٹھی بھی کوئی مرد نہ پہنے۔

فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۶ھ

انگوٹھی اور گھڑی کی چین

سوال: "**في الجامع الصغير ولا يتختم الا بالفضة وهذا نص على ان التختم بالحجر والحديد والصفر حرام ورأى رسول الله ﷺ على رجل خاتم صفر فقال مالي اجد منك رائحة الاصنام ورأى على آخر خاتم حديد فقال مالي ارى عليك حلية اهل النار هداية اخيرين. (ص ۴۴۲/ كتاب الكراهية مجتبائی)**

مذکورہ بالا احادیث میں نہی اور ممانعت صرف تختم تک محدود ہے یا چاندی سونے کے علاوہ دوسری دھاتوں سے بنی ہوئی تمام چیزوں کو شامل ہے، خواہ وہ چیزیں خاتم کی شکل میں ہوں، یا اور کسی زیور

کی شکل میں، اگر یہ نہی صرف تختم تک محدود نہیں، تو پھر آج کل اسی سے گھڑیوں کے لئے عموماً چین استعمال کی جاتی ہے، جو سفید ہے یا سنہری، بہر صورت وہ مختلف قسم کی دھاتوں سے تیار ہوتی ہے، لہذا سوال یہ ہے کہ اس قسم کی چین مذکورہ بالا احادیث نہی کے تحت داخل ہو کر ممنوع ہے، یا نہیں؟

(۲) آج کل عورتوں اور بالخصوص بچیوں کے لئے اکثر پیتل، رولڈ گولڈ یا مختلف قسم کی دھاتوں سے بنے ہوئے زیورات مثلاً چوڑیاں، ہار، ایرنگ وغیرہ مستعمل ہوتے ہیں، اسی طرح آج کل عینک کے اندر پلاسٹک کے علاوہ اسٹیل وغیرہ کی جو سفید یا سنہری فریم استعمال کی جاتی ہیں، کیا یہ سب چیزیں بھی مذکورہ بالا حدیث نہیں کے تحت داخل ہو کر ممنوع اور ناجائز ہیں؟

اگر ناجائز ہیں تو آج کل عموم بلویٰ کے پیش نظر اس میں گنجائش کا پہلو ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة الا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة (متن كنز) قوله من الفضة قيد للمذكور جميعه. عينى (شلبى على هامش الزيلعى ج٦ ص١٥) ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً الا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها اى الفضة اذالم يردبه التزين (درمختار) قوله ولا يتحلى اى لا يتزين قوله اذا لم يردبه التزين الظاهر ان الضمير فى به راجع الى الخاتم فقط لان تحلية السيف والمنطقة لاجل الزينة لابشئى آخر بخلاف الخاتم ويدل عليه مافى الكفاية حيث قال قوله الا بالخاتم هذا اذالم يرد به التزين (ردالمحتار ج٥ ص٣١٥) ولا يتختم رجل ولا امرأة بحجر ولا صفر ولاحديد ولا غير الا الفضة وقيل مباح التختم بالحجر الخ (سكب الانهر: ۲/۵۳۶)

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ تختم دوسری دھاتوں کی مرد وعورت سب کے لئے منع ہے، عورت کے لئے ذہب وفضہ دونوں کی اجازت ہے، مرد کیلئے تحلی یعنی تزین خواہ بشکل خاتم ہو یا کسی اور شکل

میں ہو، صرف فضہ مخصوص مقدار تک درست ہے، حلیۃ السیف والمنطقۃ کی بھی قیود کے ساتھ اجازت ہے، ریشم کی بھی حرب میں اجازت ہے، دستی گھڑی کی چین ذہب وفضہ کے علاوہ جس دھات کی بھی ہو وہ خاتم کے حکم میں نہیں، یہ متعین نہیں کہ یہ حلیہ ہی ہے، اقرب یہ ہے کہ اس کا حال جیبی گھڑی کی طرح ہے، کہ وہ حلیہ نہیں، مشبہ بالحلیہ ہونے کی وجہ سے بھی حرمت کا فتویٰ محتاج دلیل ہے، احتیاط کی جائے تو وہ اقرب الی الورع ہے۔

(۲) ان میں کوئی چیز ممنوع نہیں، فتاویٰ رشیدیہ میں عورتوں کو ہر قسم کے زیورات کی اجازت دی ہے، عینک بھی حلیہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۸ھ

انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے

سوال: انگوٹھی (انگشتری) اور واچ (گھڑی) سیدھے ہاتھ میں پہننا سنت ہے یا بائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

گھڑی ہاتھ میں پہننے کو سنت کہنا غلط ہے، پھر داہنے بائیں کا سوال سنت کی حیثیت سے بے محل ہے، انگوٹھی (وزن محدود میں) جس ہاتھ میں چاہیں پہن سکتا ہے، کوئی قید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

گھڑی باندھنا کیسا ہے؟

سوال: اسلام میں چاندی کے علاوہ اور چیزیں حرام ہیں، تو گھڑی ہم لوگ استعمال کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں ہر چیز لوہے کی ہے؟

الجواب حا مداً و مصلیاً

گھڑی اگر زیور کے طور پر ہاتھ میں نہ باندھی جائے، بلکہ وقت دیکھنے کے لئے ہو جیسا

کہ وہ اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے، تو ممنوع نہیں، جس طرح لوہے کا خود اور تلوار اور زرہ پہننا اور لگانا ممنوع نہیں، کیونکہ وہ زیور نہیں بلکہ ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے

سوال: کلائی کی گھڑی کے استعمال میں مرد اور عورت یکساں ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ اس کا مرد وعورت میں عام رواج ہو کوئی تخصیص کسی کی نہ ہو تو وہاں ہر دو کا حکم ایک ہے اور جس جگہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہو عورتیں عام طور پر استعمال نہ کرتی ہو وہاں عورتوں کو ناجائز ہے کیونکہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ تشبہ کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔ کذا فی المشکوٰۃ ص ۳۸۰۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف

گھڑی کس ہاتھ میں؟

سوال: کچھ لوگ بائیں ہاتھ کے بجائے داہنے ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہیں، اور کچھ لوگ دائیں ہاتھ میں، کس ہاتھ میں گھڑی پہننا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا کسی مخصوص ہاتھ میں گھڑی باندھنا غیروں کا شعار ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس سے بچنا چاہئے، ورنہ دونوں میں سے جس میں دل چاہے استعمال کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ

سوال: گھڑی پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گھڑی کا کیس ڈائل وچین سونے کی بنوانا یا سونے کا پانی چڑھوانا، یا پین کا نب سونے کا بنوانا اور قمیص وکرتے وغیرہ کا بٹن سونے چاندی کا بنوانا کیسا ہے؟ رولڈ گولڈ کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیًا

وقت معلوم کرنے کے لئے تاکہ ہر کام کا نظام صحیح رہے، اور اپنے وقت سے نہ ہٹے اور وقت ضائع نہ ہو تو گھڑی رکھنا درست ہے، اور ہاتھ میں باندھنا بھی درست ہے، مگر کیس ڈائل چین سونے کا نہ ہو، سونے کا پانی اس میں ہو تو مضائقہ نہیں، چاندی سونے کا بٹن کپڑے میں اس طرح ہو جیسے گھنڈی کہ جدا نہ ہو سکے، تو وہ تابع ثوب قرار دے کر درست ہے، رولڈ گولڈ کی حقیقت مجھے معلوم نہیں، اگر وہ سونا چاندی نہیں اور اس پر سونے یا چاندی کا پانی ہے تو اس کا حکم آچکا، قلم کے نب پر اگر سونے کا پانی ہو تو وہ بھی درست ہے خالص سونے کا نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۱/۱/۲۵ھ

گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم

سوال: گھڑی کا کیس چاندی کا ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۳/۲/۲۱ھ

گھڑی کی چین

سوال: زید نے گھڑی میں فیتے کی چین باندھ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہوگئی یا نہیں چین وہی ہے، جو آج کل عام گھڑیوں میں استعمال ہوتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیًا

فیتہ گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھا جاتا ہے، یہ کوئی حلیہ زیور نہیں، اسی طرح چین گھڑی کی حفاظت کے لئے استعمال کی جاتی ہے،، یہ بھی زیور نہیں، مروجہ چین جو کہ نہ چاندی کی ہے، نہ سونے کی، گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ فیتہ باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

گھڑی کی زنجیر کا استعمال کرنا

سوال: گھڑی کی زنجیریں بعض لوہے کی ہوتی ہیں، اور بعض پیتل وغیرہ کی اور جس کو ہم اسٹیل کہتے ہیں، وہ بھی ایک قسم کا لوہا ہوتا ہے، تو ایسی زنجیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں، اور اس طریقہ سے سونے کا پانی چڑھائی ہوئی، گھڑی یا چین کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو لوہا یا رانگ اور پیتل وغیرہا کی انگوٹھی پر حدیث سے نکیر آئی ہے، اس کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

”ولا یتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقاً الا بخاتم ومنطقة وحیلة سیف منها ولا یتختم بغیرها وذهب وحدید وصفرور صاص وزجاج وغیرها (درمختار)و قال الشامی لا بأس بان یتخذ خاتم حدیدقدلوی علیه فضة والبس بفضة حتی لا یری (شامی نعمانیة تاتارخانیة ، ج۵ ص ۲۳۰)وفی الجوهرة واماالآنیة من غیر الفضة والذهب فلا بأس با لأکل والشرب فیها والانتفاع بها کالحدید والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطین (شامی ج۵ ص۲۱۸)والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا بأس به بالاجماع (درمختار)والخلاف فی المفضض ارادبه ما فیه قطعة فضة والا ظهر عبارة العینی وغیره وهی هذاالاختلاف فیما یخلص واما التمویه الذی لا یخلص فلا

بأس به بالا جماع لا نه مستھلک فلا عبرۃ ببقا ئه لو نا (شامی ج ۵ ص ۲۱۹)"

عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ حلیہ اور غیر حلیہ میں فرق ہے اوّل صرف فضہ کے محدود وزن میں مرد کے لئے درست ہے، اگر لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کے پتر چڑھائے جائیں، جس سے لوہا مستور ہو جائے، تو وہ بھی چاندی کے حکم میں ہو کر درست ہے، چاندی کا محض پانی اگر اس میں ہو تو وہ درست نہیں، وہ پانی مستہلک ہے، اور لوہے کے تابع ہے، غیر حلیہ میں اوانی جدیدہ کی اجازت ہے، اگر ان پر چاندی کا پانی ہو تو ان کی بھی اجازت ہے، گھڑی کی زنجیر اگر بمقصد حلیہ استعمال کی جائے، تو اس پر حلیہ کا حکم ہوگا، ورنہ غیر حلیہ کا ہر دو کی تفصیل مع دلیل و عبارت نقل کر دی گئی۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱۵/۳/۱۳۸۴ھ

گھڑی میں کسی دھات کا پٹہ

سوال: کلائی گھڑی میں اسٹیل یا رولڈ گولڈ یا کسی اور دھات کا پٹہ لگانا کیسا ہے؟ اور ایسا پٹہ باندھے ہوئے نماز پڑھنے یا پڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

درست ہے، اس سے نماز بھی درست ہے، یہ زیور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مسئلہ: جس گھڑی کا کیس چاندی کا یا سونے کا ہو یا چاندی سونا اس میں غالب ہو اس گھڑی کا استعمال چلانا کوکنا اس میں ساعت کا دیکھنا منع ہے اگر ہاتھ نہ لگاوے جیسے آئینہ چاندی کی دوات میں سے قلم سے سیاہی لے کر لکھنا اور جو جیب میں رکھے اور پھر چلاوے نہیں کچھ حرج نہیں جیسا روپیہ جیب میں رکھنا درست ہے فقط ان دو نظیر سے آپ کو معلوم ہو جاوے گا کہ ظرف ساعت سے مراد اس کے کیس ہیں اور جو گھڑی کے اوپر کا خانہ چاندی کا ہو اس کا بھی یہ حکم ہے۔

فقط والسلام۔

چاندی کے کیس کی گھڑی کا استعمال کرنا

سوال: جرمن سلور کا حکم چاندی ہی کا ہے یا نہیں، جس گھڑی جن کا کیس اسی چاندی کا ہو رکھنی جائز ہے یا نہیں، اگر کسی کے پاس ہو تو کیا کرے وہ قیمتی شئی کو ضائع کرنے سے کسی تدبیر یا حیلہ سے بچا سکتا ہے یا نہیں، اگر اوپر لوہے یا پیتل وغیرہ کا خول چڑھوا لے تو جائز ہو جائیگی، اس قسم کی گھڑی کی بیع کیوں جائز ہے، مسلمان کے ہاتھ بیچنا جبکہ معلوم ہو کہ وہ اس کو استعمال کرے گا اعانت علی المعصیت نہیں ہے، زین اور قبضہ سیف وغیرہ موضع جلوس وقبض سے بچنے پر کیوں جائز ہو گیا فقہ میں ظرف کی قید نہیں بلکہ استعمال مثل ذلک ہے جس میں مکحلہ وغیرہ بھی داخل ہے جو آلہ ہے ظرف نہیں، غرض کوئی قائدہ کلیہ فرمائیں جس سے جزئیات مستخرج ہو جائیں، اور گھڑی کے بارہ میں اگر کوئی حیلہ نکل سکے بشرطیکہ صحیح ہو تو مسلمان کا مال بچ جائے؟

الجواب: جرمن سلور کی ماہیت اگر فضہ ہے تو حکم فضہ میں ہے ورنہ نہیں، مجھ کو اس کی ماہیت کی تحقیق نہیں، اور جس گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا استعمال جائز نہیں، قیاساً علی المرأۃ من الفضۃ، اور لوہے وغیرہ کا خول چڑھانا اس طرح سے کہ چاندی کا ظرف نظر نہ آئے ظاہراً جواز کے لئے کافی ہے۔

اخذاً مما فی ردالمحتار عن التتار خانیة لا باس بان یتخذ خاتم حدید قدلوی علیه فضة والبس بفضة حتی لا جری جلد ۵ ص ۳۵۴، قلت والامر المشترک بینهما ستر لا یجوز بما یجوز فتامل.

رہا بیع کا جواز وعدم جواز سو اس میں روایت فقہیہ بظاہر بہت مترجم معلوم ہوتی ہیں۔

چنانچہ درمختار میں ایک مقام پر ہے:

فاذاثبت کراهة لبسها للتخم ثبت کراهة بیعها وصیغها لما فیه من الاعانة علیٰ ما لا یجوز وکل ما ادی الی مالا یجوز لا یجوز.

اور شامی میں اس میں تامل کیا ہے بقول ائمتنا بجواز بیع العصیر من خمار اور آگے ایک فرق

کیا ہے جلد۵ص ۳۵۴، احقر کے نزدیک کراہت تنزیہی تواس میں ضرور ہے، رہا تحریمی سواس کا قاعدہ روایت فقہیہ کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز بجز معصیت کے اور کسی مباح غرض میں کام نہ آسکے، اس کی بیع تو محرم ہے، اور جو دوسرے کام میں بھی آسکے اس کی بیع میں تحریم نہیں، **کما قال الشیخ عن ا بن الشحنة الا ان المنع فی البیع اخف منه فی اللبس اذیمکن الانتفا ء بها فی غیر ذلک ویمکن سبکها وتغییر هیئتها جلد ۵ ص ۳۵۴.**

اور منطقہ وحلیہ سیف علاوہ تبعیت کے بوجہ آثار کے بھی مستثنیٰ ہیں، کمافی الہدایہ، اور سرج مفضض وغیرہ میں بشرط بچنے موضع فضہ کے اسلئے اجازت دی گئی ہے کہ تفضیض کوتابع قرار دیا ہے کما فی الہدایہ اور مکحلہ وغیرہ خود استعمال میں مستقل ہیں، اسی طرح کیس گھڑی کا گوقصد میں تابع ہے مگر وضع وترتیب میں متبوع ہے جیسے آئینہ کا خانہ اور اسی سے قاعدہ کلیہ سمجھ میں آ گیا ہوگا، اور حیلہ خول چڑھانیکا اوپر گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم

مردوں کوچاندی کی لیس پہننا

سوال: لیس نقرئی جس پر سونے کا ملمع ہواور نیز کلاہ ترکی وغیرہ پہننا جائز ہے یانہیں؟ اور لیس کس انداز سے چاہئے؟

جواب: لیس سونے کا ہو یا چاندی کا اگر چار انگشت کی قدر ہو یا اس سے کم تو جائز ہے، اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ناجائز ہے، کلاہ ترکی کا استعمال اس جگہ میں جہاں شعار کسی خاص قوم کا اقوام غیر اہل اسلام یا اہل ہواء میں سے نہ ہو جائز ہے، اور جس جگہ شعار کسی خاص قوم یا فرقہ باطلہ کا ہونا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استعمال شام آہن وسیم وغیرہ

سوال: لاٹھی میں شام لوہا وپیتل وچاندی وغیرہ کی لگانا، کیا حکم ہے؟

جواب: سوائے چاندی سونے کے تو ہر جگہ خواہ اوپر ہو یا نیچے جائز ہے، اور چاندی سونے

کی اگر پکڑنے کی جگہ ہوتو جائز نہیں اگر نیچے ہوتو جائز ہے،

کما لوجعله ای التفضيض فی نصل سيف وسكين اوفی قبضتهما اولجام اور كاب ولم يضع يده موضع الذهب والفضة. در مختار. والله اعلم (امداد ج ۲ ص ۱۳۴)

سونے چاندی کے بٹن

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت دربارہ چاندی سونے کے بٹنوں کے، آیا مردوں کو قمیص وغیرہ میں اُن کا لگانا جائز ہے یا نہیں، مع سند کے لکھیں۔ اللہ اس کا اجر دے۔

الجواب: چاندی سونے کے بٹن لگانا مردوں کو جائز ہے۔

کما فی الدرالمختار فی المجلد الخامس فی کتاب الکراهة فی فصل اللبس وفی التتارخانیه عن السیر الکبیر لا باس بازار الدیباج والذهب.

ترجمہ لفظی اس کا یہ ہوا کہ کچھ ڈر نہیں ریشم اور سونے کی گھنڈیوں کا فقط، پس گھنڈی اور بٹن اول تو صورۃ متقارب ہیں، دوسرے اس قسم کی اشیاء کے جواز کی دلیل تابعیت لکھی ہے، یہ علت دونوں میں مشترک ہے، غرض بٹن اور گھنڈی صورۃ ومعنی ای علۃ مساوی ہیں، جب ایک جائز دوسرا بھی جائز اور جب سونے کی تصریح موجود ہے چاندی بدرجہ اولیٰ جائز ہے، لا نها اكثر منه رخصة۔ واللہ اعلم (امداد ج ۲ ص ۱۳۵)

سونے چاندی کے بٹن کا استعمال کرنا جائز ہے

سوال: کیا مرد کو سونے چاندی کے بٹن قمیص اور شیروانی وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو علت تخصیص کیا ہے؟

الجواب: اس مسئلہ کی تصریح درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں اس طرح ہے:

لا باس بازرار الذهب والفضة.

کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا

سوال: کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا کہ جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے احیاناً رسول اللہ ﷺ نے کھولے رکھے ہیں۔ (رشیدیہ: ۵۸۷)

مردوں کو چاندی کے بوتام

سوال: بوتام چاندی کے درست ہیں یا نہیں؟ اگر درست ہیں تو کس درجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بوتام چاندی سونے کے درمختار میں درست لکھے ہیں اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے اور گھڑی چاندی کی درست نہیں گھڑی ایک ظرف مستقل ہے اور بوتام تابع تابع کپڑے کے ہیں مثل گوٹہ ٹھپہ کے۔ فقط (رشیدیہ: ۵۸۷)

چاندی کے بٹن کا مسئلہ

سوال: بوتام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دئے جاویں دوسرے یہ کہ سوراخ کر کے مع زنجیر کے داخل کپڑے میں کئے جاویں کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہیں یہ دونوں صورتیں جواز میں یکساں ہیں یا نہیں؟

جواب: بوتام چاندی کے دونوں طرح درست ہیں۔ واللہ اعلم (رشیدیہ: ۵۸۷)

چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا

سوال: چاندی سونے کے بٹن انگرکھا یا کرتہ میں لگانا اور یہ امر یقینی ہے کہ وزن کئی تولہ ہوتا ہے جبکہ زنجیر بھی ایک اس میں ہوتی ہے لگانے جائز ہیں یا نہیں؟ حرام ہے یا غیر حرام؟ مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی معہ عبارت کتاب نقل فرمادیں؟

جواب: چاندی سونے کے بٹن درست ہیں اس میں مساحت کا اعتبار ہے نہ وزن کا وزن خاتم میں معتبر ہے اور بٹن تابع ثوب کا ہے مثل ٹھپہ گوٹہ کے کہ اُس میں مساحت کو لکھتے ہیں نہ

وزن کو ازرار الذهب درمختار کے باب الحظر والکراهۃ میں جائز لکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(رشیدیہ: ۵۸۷)

سونے کے بٹن کرتے میں

سوال: سونا استعمال کرنا مردوں کے لئے حرام ہے، لیکن سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے اپنے فتاویٰ دار العلوم میں لکھا ہے کہ سونے کا بٹن مردوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے، دلیل درمختار وغیرہ سے پیش کر کے یہ فرمایا کہ چونکہ یہ بٹن مستقل نہیں بلکہ لباس کے تابع ہیں، لہذا درست ہے، آیا واقع میں درست بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ بہت دونوں کے بعد اس پر نگاہ پہنچی ہے، اس لئے تعجب ہو رہا ہے، ورنہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتویٰ کو دیکھنے کے بعد لب کشائی کی گنجائش نہیں رہ جاتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سونے کے بٹن کرتے میں گندھے ہوئے ہیں تو یہ کرتے کے تابع ہو کر جائز ہے اور اگر الگ بنے ہوئے ہیں اور کرتہ میں لگاتے ہیں جیسا کہ آج کل رواج ہے تو ناجائز ہے اس صورت میں وہ کرتہ کے تابع نہیں ہونگے۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱/۱۳۸۸ھ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۳۵۳)

سونے چاندی کے بٹن

سوال: مرد کو سونے چاندی وغیرہ کے بٹن جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیًا

مرد کو سونے چاندی کے بٹن جائز نہیں وغیرہ کا مطلب کیا ہے، اسکے معلوم ہونے پر جواب ملے گا۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۳۵۳)

پیتل کے بٹن

سوال: کیا مردوں کو پیتل وغیرہ کے بٹن جس پر پالش ہوتی ہے، پہننا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے، جبکہ ان میں تشبہ نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ (فتاوی محمودیہ: ۱۹/۳۵۴)

رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین لوہے کی انگوٹھی اور مخلوط دھاتوں کے بٹن انگوٹھی کا حکم

سوال: آج کل جو رولڈ گولڈ کی سنہرے رنگ کی جو بٹن بازار میں فروخت ہوتی ہے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز گھڑی کے سنہرے چینوں کا کیا حکم ہے؟ ان دھاتوں کا شمار لوہے وغیرہ میں ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو کتب فقہ میں مثلاً ہدایہ وغیرہ میں جو یہ مسئلہ صراحۃً لکھا ہے، کہ حدید وغیرہ دھاتوں کے بٹن وغیرہ استعمال کرنا مکروہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بٹن جو کپڑے میں سلا ہوا ہو وہ تابع ثوب ہے درمختار میں ازرار ذھب کو جائز لکھا ہے لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے ورنہ رولڈ گولڈ کی حقیقت کے متعلق ان لوگوں سے تحقیق کی جائے جو اس کا تجربہ رکھتے ہیں وہ بتاسکیں گے کہ یہ سونا ہے یا لوہا یا مخلوط، مخلوط ہونے کی صورت میں جو دھات غالب ہوگی اس کا حکم جاری کیا جائیگا۔

کاتب کی تو غلطی نہیں ہے، میں نے لکھا ہے، اور اس میں کسی قدر قیاس سے بھی کام لیا ہے، اصل مسئلہ جو درمختار وغیرہ میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ولا باس بازرار الذھب الخ یہ ازراز جمع زر کے مفہوم میں توسع کر کے بوتام کو شامل سمجھا گیا ہے، اتنا تصرف اس میں قیاس کا ہے، پس یہ حقیقت ہے اس فتوی کی مگر چند روز سے خود مجھ کو اس میں تردد ہوگیا، وجہ تردد یہ ہے کہ ایک بڑے محقق کا قول اس باب میں یہ سنا ہے کہ زر سے مراد گھنڈی ہے جو کلابتوں کے تاروں سے بنی ہوئی ہو اور کپڑے میں سلی ہوئی ہو، بوتام مراد نہیں، اور پوری تابع ایسی ہی گھنڈی ہے پس بہتر یہ ہے کہ علماء سے تحقیق مزید

کر لیجئے۔ (ترجیح خامس ص ۱۰۹)

ایضاً: سوال: ۔امور مذکورہ ذیل دریافت طلب ہیں مفصل مدلل جواب سے مشرف فرمادیں، صفائی معاملات کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سونا چاندی کے بوتام یعنی بٹن مطلقا جائز ہیں خواہ کتنے ہی وزن میں ہوں، اوران کے ساتھ زنجیر خواہ ایک ہو یا زیادہ، اورزنجیر کے ساتھ گھونگھریاں بھی ہوں یا نہ ہوں بلاکراہت جائز ہیں، بندہ نے اس کے جزئیہ کو بعض کتب فقہ میں تلاش کیا تو میرے خیال میں اس کے متعلق درمختار کی یہ عبارت آئی۔

فی التتارخانية عن السير الكبير لا باس بازرار الديباج والذهب اور عالمگیری کی یہ عبارت **فی السير الكبير لا باس بلبس الثوب فی غير بالحرب اذا كان ازراره ديباجاً اوذهباً كذا فی الذخيرة .**

بندہ اس عبارت کا جو مطلب سمجھا ہے وہ عرض کرتا ہے، مراد ازرار ذہب سے کلابتوں کی گھنڈی ہے جو کپڑے کے ساتھ سلی ہوئی ہوتی ہے، نہ خالص سونے کا بٹن جو علیحدہ ہوتا ہے، بقرینہ ازرار الدیباج کے اور بقرینہ اس کے کہ جہاں ملبوسات میں فضہ اور ذھب مذکور ہے مانند درمختار کے **لا يكره علم الثوب من الفضة ويكره من الذهب** اس سے مراد کلابتون ہے، نہ خالص قطعہ ذہب وفضہ چونکہ یہ تو زیور میں داخل ہوگا اور زیور سونے چاندی کا مطلقاً مرد کے واسطے منع ہے سوائے چند اشیاء کے جو خاصہ آثار کے ساتھ ان کی رخصت ثابت ہے اور بوتام ان مستثنیات سے نہیں ہے جیسا درمختار اور شامی سے واضح ہے۔

فی الدرالمختار ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقا الا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها ای الفضة اذا لم يرد به التزيين وفی الشامی قوله منها ای الفضة لا من الذهب درار وقال فی غررالافكار حال كون كل من الخاتم والمنطقة والحلية منها ای الفضة لورود آثار اقتضت الرخصة منها فی هذه الاشباه خاصة.

اور ازرار الذہب سے کلابتون کی گھنڈی مراد لیجاوے تو یہ البتہ تابع کپڑے کے ہے، بخلاف بوتام کے کہ یہ اس زمانہ میں مستقل زیور ہوگیا ہے، چونکہ اس کی آرائش کے واسطے بعض گوکھر پاں لگاتے ہیں، جو وقت تیز چلنے کے بجتی ہیں، اور بعض جواہر کا جڑاؤ اُن میں کراتے ہیں، اور پہننے کا اطلاق اُن پر کیا جاتا ہے کہتے ہیں سونے کے بٹن پہنے یا چاندی کے بٹن پہنے اور بوتام علیحدہ بھی کپڑے سے ہو سکتے ہیں، مانند خالص ریشمی ازاربند کے جو باوجود تابع ہونے سروال کے ناجائز ہے، یہ سب علامات بوتام کے مستقل زیور ہونے کے ہیں، اور اگر ازرار الذہب میں کلابتون کی گھنڈی اور خالص سونے کا بٹن دونوں کا احتمال ہے، تو قاضی خاں کے اس قول سے،

لا رخصة للرجل فيما يتخدمن الذهب والفضة مفضضاً اومذهبا ماخلا الخاتم من الفضة وحلية السيف والسلاح لرخصة جاءت فيه اه

بٹن کا احتمال مرتفع ہوگیا، پس گھنڈی باقی رہی، اور اگر امور مذکورہ سے قطع نظر کر کے ازرار الذہب سے خالص سونے کے بٹن مراد لیا جاوے جب بھی اُن کا ترک استعمال اولیٰ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کلمۂ لاباس سے مستفاد ہے، شامی کے باب مکروہات الصلوۃ میں مذکور ہے۔

قال فی النهاية لان لفظ لابأس دليل على ان المستحب غيره لان لا بأس الشدة علاوہ اس کے اس زمانہ میں اکثر لوگ واسطے فخر اور زینت اور بڑائی کے پہنتے ہیں جو سبب ممانعت کا ہے نہ واسطے اظہار نعمت کے، اسی واسطے اس کو اکثر علماء وصلحاء نہیں پہنتے؛ بلکہ اکثر جہّال وفساق پہنتے ہیں۔

اب عرض یہ ہے کہ سونے چاندی کے بوتام کا جواز عبارت مذکورہ سے ہی ہے، تو اس کی تشریح اور شبہات کا دفع مفصل فرمائیں، یا اور نصوص اور تصریحات فقہیہ سے اس کے جواز کی تفصیل تحریر فرمادیں، تاکہ تحیر دور ہو، اور اطمینان حاصل ہو۔

الجواب: مدت ہوئی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ کا قول کہ اس ازرار سے مراد کلابتون کی گھنڈی ہے بٹن اُس میں داخل نہیں، اُن کے صاحبزادے قاری عبدالسلام مرحوم سے

سن کر صفائی معاملات کے اس مسئلہ میں مجھ کو تر دد ہو گیا ہے اور اس وقت احتیاط کے درجہ میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

﴿۱﴾ مسئلہ: زیب و زینت اور بناؤ سنگار عورتوں کا فطری حق ہے میک اپ کرنا اور بناؤ سنگار کرنا عورت کیلئے اس کی فطرت کے عین مطابق ہے، اور وہ جائز ہے۔

غیر مردوں سے خواتین کا زینت کروانا حرام ہے

﴿۲﴾ مسئلہ : بیوٹی پارلر میں کام کرنے والے مرد ہوں یا ان کا وہاں آنا جاہو تو پھر اس کے حرام ہونے اور اس پر خدا کی لعنت برسنے میں کیا شبہ باقی رہ جائیگا۔

سر کے بال کٹوانا

﴿۳﴾ مسئلہ : خواتین کا اپنے سر کے بالوں کو کٹوانا، کتروانا یا فیشن کے طور پر چھوٹے کروانا، خواہ سامنے کی جانب سے ہو یا دائیں یا بائیں کی جانب سے ہو یا پیچھے کی جانب سے ہو یعنی کسی بھی جانب سے ہو مردوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہے۔

بے بی کٹ بال رکھنا

﴿۴﴾ مسئلہ :عورتوں کے لئے بے بی کٹ بال رکھنا بالکل جائز نہیں، لہذا اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

سر کے بال تراشنا

﴿۴﴾ مسئلہ :محض فیشن کے طور پر خواتین کیلئے بالوں کو تراشنا جائز نہیں۔

بالوں کو ڈیزائن و فیشن سے سنوارنا

﴿۵﴾ مسئلہ : خواتین کے لئے سر کے بالوں کو کاٹے بغیر مختلف ڈیزائن اور فیشن سے سنوارنا جائز ہے، البتہ اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھنا بہر حال ضروری ہے (۱) اس سے کا

فراور فاسقہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا مقصود نہ ہو (۲) محض اپنا یا اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کیلئے ایسا کرلیا جائے۔ (۳) اتنا وقت اس میں ضائع نہ ہو جس سے دوسرے ضروری دینی امور میں خلل پڑتا ہو۔

افزائش کے لئے بال کٹوانا

﴿۶﴾ مسئلہ: بالوں کی افزائش کے لئے بالوں کے سرے معمولی طور پر کاٹنا بلاشبہ جائز ہے۔

﴿۷﴾ مسئلہ: بیماری اور درد کی وجہ سے بال کٹوانا جائز ہے۔

مسئلہ: بالغ یا قریب البلوغ لڑکیوں کے بال کٹوانا تو جائز نہیں ایسی بچیاں جو چھوٹی ہوں ان کے بال کٹوانا جائز ہے۔

بالوں کو بلیچ کرنا اور رنگنا

﴿۸﴾ مسئلہ: بیوٹی پارلرز میں خواتین کے بالوں کو بلیچ bleech کیا جاتا ہے اور پھر دوسرے رنگ سے رنگا جاتا ہے تو یہ اگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ اسکو کرنے والے مرد یا فاسقہ عورتیں نہ ہو اور مردوں سے مشابہت نہ ہو۔

﴿۹﴾ مسئلہ: چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے۔

﴿۱۰﴾ مسئلہ: عورتوں کے چہرے سے ڈاڑھی مونچھ صاف کرنا جائز ہے۔

﴿۱۱﴾ مسئلہ: عورتوں کے ہونٹوں کے بال صاف کرنا جائز ہے۔

﴿۱۲﴾ مسئلہ: ہاتھ پاؤں کے بال صاف کرنا جائز ہے۔

﴿۱۳﴾ مسئلہ: جسم گودوانا جائز نہیں۔

بالوں میں بال ملانا

﴿۱۴﴾ مسئلہ: اسی طرح خواتین زیب و زینت کے لئے اور اپنے بال لمبے یا گھنے پھولے

ہوئے ظاہر کرنے کیلئے دوسرے کسی مرد یا عورت کے بال لے کر اپنے بالوں میں ملا لیتی ہیں چونکہ اس میں دھوکہ اور فریب ہے اسلئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو سخت ناپسند فرمایا اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی اس لئے خواتین کے لئے ان ناجائز کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

بالوں کا وگ لگانا

۱- انسانی بالوں کا وگ

﴿۱۵﴾ مسئلہ : حدیث شریف کی رو سے یہ بات بالکل واضح کہ انسانی بالوں کا وگ لگوانا جائز نہیں حرام ہے خواہ وگ کے بال مشین کے ذریعہ اس طرح لگوائیں کہ وہ جسم کے ساتھ مستقل پیوست (فٹ) ہو جائے اور وہ جسم سے لگ نہ ہو سکتے ہوں یا اس طرح نہ لگوائیں بلکہ عارضی طور پر لگوائیں کہ جب چاہیں اسے پہن لے اور جب چاہیں اسے اتار لیں ان میں سے کسی صورت میں بھی انسانی بالوں کا وگ لگوانا جائز نہیں۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۸۱)

۲- جانور کے بال یا مصنوعی بال کا وگ

﴿۱۶﴾ مسئلہ : انسان کے علاوہ کسی جانور کے بالوں کا وگ یا مصنوعی بالوں کا وگ لگانا شرعاً جائز ہے اگر ان بالوں کا وگ جسم میں مستقل طور پر پیوست (فٹ) کر کے لگایا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں جائز ہے اور اگر مستقل طور پر نہ لگایا جائے بلکہ عارضی طور پر لگایا جائے یعنی جب چاہیں لگائیں اور جب چاہیں ہٹا دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

وگ کے بال پر مسح اور غسل کا حکم

﴿۱۷﴾ مسئلہ: اگر وگ کے بال جسم کے ساتھ مستقل پیوست ہو جائیں اور وہ جسم سے الگ نہیں ہو سکتے ہوں تو وضو کے دوران اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اسی حالت میں فرض غسل بھی درست ہے، اور اگر یہ بال جسم کے ساتھ مستقل پیوست نہ ہوں بلکہ عارضی ہوں کہ جب چاہیں لگا لیں اور جب چاہیں ہٹا دیں تو اس پر مسح جائز نہیں اور ان بالوں کے ہوتے ہوئے اگر جسم تک پانی نہ پہنچے تو ایسی

صورت میں فرض غسل بھی درست نہیں ہوگا ایسی صورت میں ان کو ہٹا کر سر پر مسح کرنا ضروری ہے اور فرض غسل میں، غسل سے پہلے ان کو اتار کر غسل کرنا ضروری ہے۔ (فتاوی ہندیہ ۳۵۸/۵، تکملہ فتح الملہم ۱۹۱/۴)

بالوں کو اوپر یا نیچے باندھنا

﴿۱۸﴾ مسئلہ : جائز ہے بشرطیکہ اونٹ کے کوہان کی طرح نہ ہوں۔

﴿۱۹﴾ مسئلہ: عورت پاؤڈر کریم اور اسی طرح میک اپ کی دیگر چیزوں کا استعمال بلاشبہ جائز ہے

میک اپ کے غیر ملکی سامان کا حکم

﴿۲۱﴾ مسئلہ : زیب وزینت اور میک اپ میں استعمال ہونے والی بہت ساری چیزیں باہر ممالک سے آتی ہیں مثلاً پاؤڈر، کریم، لپ اسٹک، لوشن، نیل پالش، وغیرہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی تیاری میں خنزیر (سور) کی چربی یا مردار جانور کی چربی وغیرہ شامل کی جاتی ہے جو کہ شرعاً حرام ہے، اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شرعاً ان چیزوں کا استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق اگر یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو کہ ان کے اندر ایسی چیزیں استعمال کی گئی ہیں جن کا استعمال شرعاً حرام ہے (جیسے سور کی چربی یا مردار جانور کی چربی وغیرہ) اور یہ بھی یقین سے معلوم ہے کہ ان ناجائز اور ناپاک چیزوں (چربی وغیرہ) کو کسی کیمیاوی عمل کے ذریعہ ان کی حقیقت وماہیت کو تبدیل نہیں کیا گیا ہے، تو ایسی صورت میں ان چیزوں کا استعمال جائز نہیں، ان کے استعمال سے بچنا واجب ہے؛ کیونکہ یہ چیزیں حرام اور ناپاک ہیں، اور اگر ان میں حرام چیزوں کے استعمال کئے جانے کا یقین نہ ہو بلکہ محض شک اور احتمال ہو کہ شاید ان میں کسی حرام چیز کو استعمال کیا گیا ہو تو محض احتمال کی بنیاد پر ان چیزوں کا استعمال ناجائز نہیں ہوگا، نیز اگر ان چیزوں میں حرام اور ناپاک چیزوں کو شامل کرنا یقینی ہو، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہو کہ ان اشیاء کے ملائے جانے کے بعد کسی کیمیاوی عمل کے ذریعہ ان کی حقیقت وماہیت بدل گئی ہے تو ایسی صورت میں ان چیزوں کا خارجی استعمال جائز ہے۔ (فتاوی شامی ج ا ص ۳۱۶)

لپ اسٹک کا استعمال

﴿۲۲﴾ مسئلہ: آج کل خواتین اپنے لبوں پر لپ اسٹک استعمال کرتی ہیں اس کے استعمال کے بارے میں شرعی حکم میں کچھ تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ لپ اسٹک ایسا ہو کہ اس کے استعمال سے ایسی تہہ نہ جم جاتی ہو کہ جس کے ہوتے ہوئے وضو اور فرض غسل میں جسم تک پانی نہ پہنچتا ہو بلکہ اس کے ہوتے ہوئے بھی وضو اور فرض غسل میں جلد تک پانی اچھی طرح پہنچ جاتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، اگر اس کے استعمال سے وضو فرض غسل اور نماز وغیرہ میں کوئی خلل نہ آتا ہو یعنی وضو اور فرض غسل سے پہلے اسے اچھی طرح صاف کر کے وضو اور فرض غسل کر لیں، تو پھر کوئی بھی عورت اپنی خوبصورتی کے لئے یا بیوی اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کیلئے اسے لگا سکتی ہے، اور شرعاً یہ اس کے لئے جائز ہے۔

پلکوں پر رنگ لگانا

﴿۲۳﴾ مسئلہ: پلکوں پر جو رنگ لگایا جاتا ہے اگر وہ وضو اور فرض غسل میں جسم تک پانی پہنچنے سے روکنے والا نہیں ہے تو اس کا استعمال جائز ہے۔

نیل پالش کا استعمال

﴿۲۴﴾ مسئلہ: نیل پالش کا استعمال یا اس جیسی وہ چیزیں جن کے استعمال سے ایسی تہہ جم جاتی ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے وضو اور فرض غسل کی ضرورت کے وقت پانی بدن تک نہ پہنچتا ہو، تو اس کو لگانا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس کے ہوتے ہوئے وضو اور فرض غسل نہیں ہوتا اور جب وضو اور فرض غسل نہیں ہوگا تو عورت پاک نہیں ہوگی اس لئے اس کی نماز بھی نہیں ہوگی۔۔

﴿۲۵﴾ مسئلہ لمبے لمبے ناخن رکھنا جائز نہیں گناہ ہے لہذا خواتین کو اس سے بچنا چاہئے۔ (مسلم شریف ۱/۱۲۹، فتاوی عالمگیری ۵/۳۵۷)

ڈیزائن سے مہندی لگانا جائز ہے ہاتھ اور پاؤں پر زینت کیلئے مہندی لگانا ان کیلئے بہتر اور افضل ہے

﴿۲۶﴾ مسئلہ: آج کل بازاروں میں کون مہندی اور مہندی سے تیار شدہ محلول مہندی کی طرح

استعمال کیا جاتا ہے، تو خواتین کے لئے ان کا استعمال جائز ہے مہندی اور محلول کی تہہ اترنے کے بعد وضو اور غسل درست ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اس کے بعد مہندی کا صرف رنگ باقی رہ جاتا ہے جو وضو اور غسل میں جسم تک پانی پہنچنے میں مانع نہیں ہوتا۔ (فتاوی شامی ۱۵۴)

ابٹن لگانا

﴿۲۷﴾ دلہن کو ابٹن لگانے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، فی نفسہ جائز ہے لیکن اس موقع پر جو مفاسد و منکرات ہوتے ہیں مثلاً تصویر کشی، بے پردگی اجنبی مردوں اور عورتوں کا اختلاط، مووی بنانا اور اسراف وغیرہ یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں۔

کالا خضاب لگانا

﴿۲۸﴾ مسئلہ: اور اگر اس سے کسی کو دھوکہ دینا مقصود نہ بلکہ میاں بیوی کا معاملہ ہو اور شوہر کو خوش کرنے کیلئے بیوی اس کی خواہش پر بطور زینت خالص سیاہ رنگ کا خضاب لگائے تو اس کی بھی گنجائش ہے بعض علماء نے اسکی اجازت دی ہے۔

نمائش کیلئے زیور پہننے کی ممانعت

﴿۲۹﴾ مسئلہ: ریاکاری اور دکھاوے کے لئے سونے کے زیورات نہیں پہننا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہنو۔ (مشکوۃ شریف: ۳۷۹)

بجنے ولا زیور پہننے کی ممانعت ہے

﴿۳۰﴾ مسئلہ: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ایسا زیور جس کے اندر خول میں بجنے والی چیزیں پڑی ہوئی ہوں اس کے پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

﴿۳۱﴾ مسئلہ: آج کل مصنوعی چیزوں کا دور ہے مصنوعی زیورات جو کہ پلاسٹک سکہ، المونیم وغیرہ

کے مرکب سے تیار ہوتے ہیں اور ان زیورات پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا جاتا ہے ایسے زیورات کا استعمال خواتین کیلئے جائز ہے۔ اسی طرح پلاسٹک اور دیگر دھات کی چوڑیاں پہننا بھی خواتین کیلئے جائز ہے۔ خواتین کا بازاروں میں جانا اور دوکانوں کا چکر لگانا بالکل ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

ناک اور کان میں سراخ کروانا

﴿۳۱﴾ مسئلہ: خواتین کیلئے زیورات پہننے کے لئے کان اور ناک میں سوراخ کروانا جائز ہے، اور اس مقصد کیلئے ایک سے زیادہ سوراخ کروانا بھی جائز ہے۔ (فتاوی ہندیہ: ۵/۳۵۷)

لاکٹ پہن کر بیت الخلاء اور غسل خانہ جانا

﴿۳۲﴾ مسئلہ: جس لاکٹ پر اللہ تعالیٰ کا نام کندہ ہو اسکو پہن کر بیت الخلاء اور ناپاک یا گندہ غسل خانہ میں جانا اور غسل کرنا بے ادبی ہے، ایسی صورت میں لاکٹ باہر اتار کر جانا چاہئے؛ البتہ جو غسل خانہ پاک وصاف ہو اس میں لاکٹ پہن کر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (فتاوی ہندیہ)

کلائی گھڑی پہننا

﴿۳۳﴾ مسئلہ: خواتین کے لئے ہر قسم کا کلائی گھڑی پہننا جائز ہے؛ بشرطیکہ وہ مردانہ نہ ہو۔

﴿۳۴﴾ مسئلہ: خوشبو استعمال کرنا جائز ہے مگر اپنے شوہر اور محارم کے پاس۔

زیر ناف بالوں کی صفائی

﴿۳۵﴾ مسئلہ: عورت کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ ان کی صفائی چانا، پاؤڈر، کریم چٹکی یا چمٹی وغیرہ سے کریں بلیڈ یا استرے وغیرہ کا استعمال عورت کے حق میں بہتر نہیں خلاف اولیٰ ہے، تاہم اگر کسی عورت نے بلیڈ یا استرے وغیرہ کا استعمال کیا تو یہ خلاف اولیٰ ہے لیکن ناجائز نہیں۔

(فتاوی شامی ۶/۴۰۶)

﴿۳۶﴾ مسئلہ: اونچی ایڑی والے جوتے پہننا جائز ہے، لیکن مردوں کی مشابہت والے جوتے پہننا جائز نہیں۔

یہ تمام مسائل حضرت مولنا مفتی محمد کمال الدین احمد اُرشدی، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی کے رسالہ، عورت کے لئے بناؤ سنگار کے شرعی احکام سے اختصار کے ساتھ منقول ہیں۔

عورتوں کو اسکوٹر یا موٹر سائیکل چلانا جائز نہیں

سوال: ایک مسلمان عورت جو فی الحال یورپی ممالک میں مقیم ہے، اس کا ایک بچہ بھی ہے، لیکن فی الحال اس کا شوہر نہیں ہے، اس بچے کی خاطر اس کو کام کرنا ضروری ہے، اور وہ ایک غیر اسلامی ملک میں زندگی گذار رہی ہے، کار خریدنے کے لئے اس کے پاس پیسے نہیں ہیں، اپنی ضروریات کو پوری کرنے اور اپنے کاموں کو پورا کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے کے لئے کیا موٹر سائیکل پر جانا جائز ہے؟ کیونکہ پیدل جانا دشوار ہے، خصوصا گرمی کے زمانہ میں۔

الجواب: الحمدللہ!

عورت پر ضروری ہے کہ وہ اپنے پورے بدن کو اجنبی مردوں سے چھپائے، چھپانے والا کپڑا کشادہ اور موٹا ہو، بدن کی ساخت ظاہر نہ ہو اور نہ باریک ہو۔

اصل یہ ہے کہ عورت (دواب) جانوروں پر سواری کرسکتی ہے، جیسا کہ اونٹ پر سوار ہوتی تھی، بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیکہ بہترین عورتیں قریش کی عورتیں ہیں؛ اونٹ پر سوار ہوتی ہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے حضرت مریم بنت عمرانؑ کبھی اونٹ پر نہیں بیٹھیں۔

بعض فقہاء نے سوائے جہاد اور حج کی حاجت کے گھوڑے پر عورت کو سوار ہونے سے منع فرمایا ہے، اور جو عورت مردوں سے تشبہ کرے اس پر لعنت آئی ہے۔

الدرالمختار میں ہے کہ مسلمان عورت زین پر نہیں بیٹھے گی، حدیث میں اس سلسلہ میں ممانعت آئی ہے، یہ منع اس وقت ہے جبکہ دل بہلانے کے لئے ہو، اگر غزوہ، یا حج، یا دینی ضرورت کے لئے ہو، یا دنیاوی ایسا مقصد ہو جسکے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ابوالمعالی برھان الدینؒ لکھتے ہیں: **ذکر محمدؒ فی السیر الکبیر عن عمر بن عبدالعزیز انه کتب ان لا یدخل الحمام امرأة اِلَّا نفساء او مریضة ولا ترکب**

امراة مسلمة علی سرج(المحیط البرھانی : ۵ : ۳۸۴)

امام محمدؒ نے سیر کبیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے نقل کیا ہے کہ انھوں عمال کے پاس لکھا کہ کوئی عورت حمام میں داخل نہ ہو، ہاں نفاس والی اور بیمار، اور کوئی مسلمان عورت زین پر سوار نہ ہو۔

آگے لکھا ہے: **وقوله : لا ترکب امراة مسلمة علی سرج. بظاھره نھی النساء عن الرکوب علی السرج ، وبه نقول ، وانه خرج موافقا لقولهؑ لعن الله الفروج علی السروج، والمعنی فی النھی من وجھین، أحدھما :أنه تشبه بالرجال وقد نھین عن ذلک .**

والثانی : ان فیه اعلان الفتن واظھارھا للرجال ، وقد امرن بالستر.

قالوا : وھذا اذا کانت شابة وقد رکبت السرج والفرج فاما اذا کانت عجوزا او کانت شابة الا انھا رکبت مع زوجھا بعذر بان رکبت للجھاد، وقد وقعت الحاجة الیھن للجھاد او للحج او للعمرة فلابأس ان کانت مستترة .. الخ (المحیط البرھانی: ۵. ۳۸۵)

عورتوں کو دکان پر بیٹھکر تجارت کرنا جائز نہیں

سوال: تبلیغی جماعت میں باہر جانا ہوتا ہے، یا کسی وجہ سے باہر جانا ہوتا ہے، تو مرد کی عدم موجودگی میں عورتیں تجارت کرتی ہیں تو شرعی حکم کیا ہے؟ عورتیں تجارت کرسکتی ہیں؟ اسلامی حکم کیا ہے؟ ان کے تجارت کے منافع میں کوئی حرج تو نہیں ؟

الجواب: عورتوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ بے حجاب ہوکر دکان پر بیٹھکر غیر محرم کے ساتھ تجارت کریں۔ ان کے مرد تبلیغی جماعت میں جائیں یا حج کو یا کسی اور مقصد سے سفر کریں یا کسی بھی وجہ سے غائب رہیں بے حجابی اور بے پردگی کسی بھی حالت میں جائز نہیں۔

قرآن پاک کی آیات اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور خود سید الانبیاء محمد ﷺ کا عمل حضرات صحابہ کرامؓ تابعین او اتباع تابعین یعنی جملہ حضرات سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات

کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ عورتوں پر پردہ فرض ہے، بے پردگی حرام ہے۔ اس طرح کی بے حجابانہ دوکانداری میں دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔

قرآن پاک کی آیات: وَ لا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ (سورہ احزاب) بے پردہ سامنے نہ آؤ، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں (عورتیں) سامنے آتی تھیں یعنی یہ بے حجابی اور بے پردگی صرف دور حاضر کا فیشن نہیں ہے؛ بلکہ اسلام سے پہلے یہ فیشن رائج تھا، اور بہت دلکش اور بہت مقبول تھا، اور اس جاہلیت کو اولی (پہلی) فرما کر اشارہ اشارہ میں یہ پیشنگوئی فرمادی گئی کہ ایک اور جاہلیت (جاہلیت آئے گی۔ یعنی اس طبقہ کا بے حجابانہ فیشن پھر بھی رواج پائیگا (آج یہ جاہلیت اخری ہی ہے)

بہرحال عورتیں دکان پر بیٹھیں یا کسی کلب میں یا تفریح گاہ میں جائیں۔ اللہ تعالی کا پرہیبت اور بارعب ارشاد سب جگہ کے لئے یکساں ہے ''لا تَبَرَّجْنَ '' دکھاتی نہ پھرو، سامنے نہ آؤ۔

(۲) حکم یہ ہے'' وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ '' (گھروں میں قرار سے رہو) (۳) کوئی چیز لینی دینی ہو تو اس کے متعلق ارشاد خداوندی یہ ہے۔ وَاِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ (سورہ احزاب. ع ۵) ان سے کوئی چیز مانگو تو مانگو پردہ کی آڑ سے۔ (یہ صورت تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے)

(۴) بے شک ضرورت کے وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت ہے، مگر اس طرح کہ بڑی چادر میں وہ تمام لپٹی ہوئی ہوں اور چہروں پر چادریں لٹکی ہوئی ہوں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ (سورہ الحزاب ع ۸) لٹکائے رکھیں اپنے اوپر (چہروں پر) اپنی چادروں کا کچھ حصہ۔

اسی ضرورت کے سلسلہ میں حالت احرام میں عورتوں کے چہرے کا مسئلہ ہے۔ حالت احرام میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنا ہوگا۔ لیکن اگر کوئی غیر مرد سامنے آجائے گا تو گھونگھٹ کر لینا ضروری ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے : كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا ونحنُ مُحْرِمَاتٌ مَعَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم فَاِذَا حَاذُوا بِنَا سَدَلَتْ اِحدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَاْسِهَا

عَلٰی وجھِھَا فَاِذَاجَاوزُو نَاکَشَفْنَاہ

(ابوداودشریف کتاب الحج باب فی المرة تغطی وجهها صفحه ۲۶۱/ جلد/۱/ مجتبائی)

ترجمہ: قافلے ہمارے سامنے سے گذرا کرتے تھے۔ اور ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ہوتیں جب وہ قافلے والے ہمارے سامنے آتے تھے تو ہر ایک عورت اپنی بڑی چادر کے کنارے کو اوپر سے سرکا کر نیچے کرلیا کرتی تھی، اور جب سامنا ختم ہو جاتا اور قافلے والے گذرجاتے تو چہرہ کھول لیا کرتی تھیں۔

آیات کا خطاب

ان آیات کا براہ راست خطاب حضرات امہات المؤمنین (یعنی آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات) سے ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات جن کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے کہ ان کا احترام فرض اور واجب اور ان سے نکاح کرنا حرام۔ ان کو یہ حکم ہے تو عام عورتوں کا یہ حکم کیوں نہ ہوگا؟ وہ دوکانوں پر بیٹھکر مردوں سے گفتگو کرنے کے لئے کس طرح مستثنیٰ ہوسکتی ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ پردہ تقاضاء حیا ہے۔ اور حیاء فطرت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: خمس من سنن الانبیاء (المرسلین) الحیاء، والتعطر۔ الحدیث: نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”الحیاء شعبة من الایمان“ حیا ایمان کی شاخ ہے۔ پس بے پردگی ان لوگوں میں سے جو نور نبوت سے محروم ہیں اور جو مؤمن نور نبوت سے بہرہ اندوز ہیں، ان کے یہاں پردہ لازم ہے آیات کے بعد احادیث کا مطالعہ کیجئے۔

ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المرأة عورة فاذاخرجت استشرفها الشیطان. (ترمذی شریف کتاب النکاح صفحہ ۱۴۰ جلد ۱)

یعنی عورت سراسر پردہ ہے (ایک ایسی شئ ہے کہ اس کو چھپانا ضروری ہے) کیونکہ جب وہ نکلتی ہے

تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔ (اور اس کو تاکتا رہتا ہے کہ کس طرح اس کو پھنسائے)

(٢) اسی بناء پر ارشاد ہوا: **لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ**" (عن الحسن مرسلا مشکوۃ: ٢٧٠ باب النظر الی المخطوبة) یعنی اللہ تعالی کی لعنت ہے، نظر ڈالنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر دوڑائی جائے۔

(۳) اور یہ لعنت اس لئے ہے کہ، نظر ڈالنا ایک طرح کا زنا ہے۔ ارشاد گرامی ہے: **العینان زنا ھما النظر** (مسلم شریف ۲۳۶ ج ۲ ابوداؤد شریف ۲۹۹) آنکوں کا زنا نظر ہوتا ہے۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ،، **ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان** " (مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ شریف باب النظر الی المخطوبۃ) عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیٹھ پھیر کر جاتی ہے۔ یعنی ہر ایک رخ میں شیطانی جذبات ابھرتے ہیں۔ اور برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۵) انہیں فتنوں کی بناء پر حکم یہ ہے: **لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ** (طبرانی) یعنی صرف مجبوری اور اضطرار کی صورت مستثنی ہے۔ مجبوری اور اضطرار نہ ہو تو عورتوں کو باہر نکلنے کا کوئی حق نہیں۔

یہ ہیں آنخضرت ﷺ کے ارشادات، جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو مشہور واقعہ ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنخضرت ﷺ نے ام المؤمنین حضرت سودہؓ کو ان کے سوتیلے بھائی (جو باندی کے بطن سے تھے) پردہ کا حکم دیا تھا؛ حالانکہ سوتیلے بھائی سے پردہ نہیں ہوتا، یہ حکم صرف اس بناء پر دیا تھا کہ شبہ ہو گیا تھا کہ وہ نطفہ غیر سے ہے (بخاری شریف: ۹۹۹ تا ۱۰۰۱) **وکان الحسن یقول اتدعون نسائکم لیزاحمن العلوج فی الاسواق قبح اللہ من لا یغار** (احیاء العلوم صفحہ ۴۸ جلد ۲)

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کیا تم عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ وہ بازاروں میں ذمیوں کے

ہجوم میں گھسیں۔ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس میں غیرت نہ ہو۔

مجالس الابرار میں ہے: عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے اس کا دین محفوظ رہے گا۔ جبکہ سرور کائنات ﷺ نے اپنی لخت جگر پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ عورت کے لئے خوبی کی کیا بات ہے؟ لاڈلی بیٹی نے (جو سیدۃ نساء اہل الجنۃ تھیں) جواب دیا: کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ اسے کوئی مرد دیکھے۔

فالمرأة كلما كانت مخفية من الرجال كان دينها اسلم . لما روى انه عليه السلام قال لا بنته فاطمةؓ اى شىء خير للمرأة قالتؓ ان لا ترى رجلا ولا يراها رجل. (مجلس ۹۸. ۵۶۳)

خلاصہ یہ کہ تبلیغی کام کی وجہ سے بھی عورتوں کو دکان پر بیٹھنے کی، بے پردہ ہونے کی، اور غیر محرم سے باتیں کرنے کی اسلامی شریعت اجازت نہیں دیتی، عورت نماز میں قراءت بالجہر نہیں کر سکتی۔ عورت حج میں ،، لبیک ،، زور سے نہیں کہہ سکتی، تو دکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ آزادی کے ساتھ باتیں کرنے کی اجازت کیوں کر ہو سکتی ہے؟ گرچہ کمائی ہوئی رقم حرام نہیں ہے لیکن کمائی کا طریقہ ناجائز اور گناہ کا باعث ہے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ: ۱۶۷/۳)

دفاتر، آفسوں میں جا کر عورتوں کا کام کرنا جائز نہیں

آج کل یہ فیشن ہو گیا ہے، انگریزی و غیر انگریزی پڑھی ہوئی عورتیں، آفسوں اور دفتروں اور دکانوں میں جا کر کام کرتی ہیں، عورتوں کا اپنے گھر کے مالی معیار کو بڑھانے کیلئے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے. نماز اور عید کے لئے وعظ و نصیحت سننے کے لئے جب نکلنا درست نہیں تو کمانے کے لئے نکلنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جس میں اکثر غیر مردوں سے بات چیت کرنا پڑتا ہے، عورت نماز میں قراءت بالجہر نہیں کر سکتی، حج میں ،، لبیک ،، زور سے نہیں کہہ سکتی، جہاد میں نہیں جا سکتی تو دفاتر، آفسوں میں جا کر کام کیسے کر سکتی ہیں؟ جس میں بسا اوقات تنہائی بھی پیش آ جاتی ہے۔

درمختار میں ہے: **ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد و وعظ مطلقا ولو**

عجوز ا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان واستثنى الكمال بحثا العجائز المتفانية ”یعنی مکروہ ہے حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگر چہ جمعہ کے لئے ہو اور عید اور وعظ کے لئے ہو مطلقا اور اگر چہ بوڑھی عورت ہو، اور رات کا وقت ہو، مذہب مفتی بہ کے موافق بوجہ فساد زمانہ، اور محقق ابن ہمام نے نہایت بوڑھی عورتوں کو اس سے مستثنی فرمایا ہے، پس یہی حکم ہے عورتوں کے بارے میں جو کہ در مختار میں مذکور ہے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے: ” وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِكُنَّ “ (گھروں میں قرار سے رہو) یعنی گھروں سے عورتیں نہ نکلیں.

اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تخرِ جُو هُنّ مِن بُيُو تِهِنّ وَلَا يَخُرجن ﴾ اور عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو، اور نہ خود نکلیں۔

کوئی چیز لینی دینی ہو تو اس کے متعلق ارشاد خداوندی یہ ہے. **وَاِذَا سَأَلْتُمُو هُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُو هُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ** (سورہ احزاب.ع۵) ان سے کوئی چیز مانگو تو مانگو پردہ کی آڑ سے۔ (یہ صورت تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے)

حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: ”**ان المرأة تقبل فى صورة شيطان وتدبر فى صورة شيطان**“ (مسلم) عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیٹھ پھیر کر جاتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: **المرأة عورة فاذاخرجت استشرفها الشيطان**۔ (ترمذی :۱/۱۴۰) یعنی عورت سراسر پردہ ہے۔ (ایک ایسی شئ ہے کہ اس کو چھپانا ضروری ہے) کیونکہ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔ (اور اس کو تاکتا رہتا ہے کہ کس طرح اس کو پھنسائے)

اگر عورت بیوی ہے تو اس کے کھانے پینے کپڑا مکان کی ذمہ داری شوہر پر ہے، اور اگر بیٹی ہے تو باپ پر ہے، ماں ہے تو بیٹے پر ہے، بڑا بھائی مالدار ہو، باپ اور چھوٹے بھائی فقیر ہوں تو بڑے بھائی پر ضروری ہوگا کہ اپنے والد اور چھوٹے بھائیوں اور بہنوں پر خرچ کرے، یہ اس وقت

ہے؛ جبکہ خود ان کے پاس مال نہ ہو، اگر ان کے پاس مال ہو تو ان ہی کے مال میں سے ان پر خرچ کیا جائیگا. لہذا عورت کو کمائی کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے، اگر ایسی صورت ہو جائے کہ اگر وہ گھر سے نہیں نکلے گی تو مر جائیگی، تو اس صورت میں پردہ کے ساتھ پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں میں صرف اتنی دیر کے لئے نکلنے کی گنجائش نکل سکتی ہے، کہ اپنی واجبی ضروریات کو پورا کر کے فورا گھر واپس آجائے۔ حدیث میں ہے: ليس للنساء نصيب فى الخروج الامضطرة (طبرانی) مجبوری اور اضطرار نہ ہو تو عورتوں کو باہر نکلنے کا کوئی حق نہیں، صرف مجبوری اور اضطرار کی صورت مستثنی ہے۔

ولیمہ اور شادی کی محفلوں میں عورت کا شریک ہونا جائز نہیں ہے

بہت سی عورتیں شادیوں میں اور ولیموں میں جاتی ہیں، ان کا جانا جائز نہیں ہے، کیونکہ شادیوں اور ولیموں میں پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں میں جانا آج کل تقریبا ناممکن ہے، جس کا حکم حدیث میں آیا ہے۔ امام محمود بن احمدؒ (متوفی: ۶۱۶ ھ) لکھتے ہیں:

وفى ،،مجموع النوزل ،، وللرجل أن يأذن لامر أته بالخروج الى سبعة مواطن : أحدها : الى زيارة الأبوين وعيا دتهماأو أحدهما وتعزيتهما أو تعزية أحدهما. والثانية : زيارة الأقرباء .والثالثة : اذا كانت قابلة. والرابعة : اذا كانت غسالة. والخامسة : اذا كان لها على آخر حقا. والسادسة : اذا كان لآخر عليها ، وفى هذه الصورة يجوز لها أن تخرج بغير اذن. والسابعة : للحج ،فلا يجوز له أن يأذن لها فيما عدا ذلك من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة وأشباهما ولو أذن وخرجت كانا عاصيين ،المحيط البرهانى فى الفقه النعانى (۳. ۱۷۱)

مجموع النوازل میں ہے کہ: مرد اپنی بیوی کو سات جگہ جانے کی اجازت دے سکتا ہے:

۱- ماں باپ سے ملاقات اور ان کی عیادت کے لئے یا ان میں سے کسی ایک کی ملاقات یا عیادت کے لئے۔

۲- رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے۔

۳- دایہ ہو تو جا سکتی ہے۔

۴- غسالہ میت کو نہلانے والی ہو۔

۵- جبکہ دوسرے کا کوئی حق ہو۔

٦- دوسروں سے کوئی حق آنا ہو۔

ان صورتوں میں بغیر اجازت کے جا سکتی ہے۔

۷- حج کے لئے۔

ان مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ اجازت دینا جائز نہیں، اجنبیوں سے ملاقات، اور ان کی عیادت، ولیمہ، اور اس جیسی چیزیں، اگر وہ اجازت دیتا ہے، اور وہ نکلتی ہے تو میاں بیوی دونوں گنہ گا ہوں گے۔ (محیط برھانی: ۳۔ ۱۷۱)

اور یہی بات علامہ ابن الہمامؒ (متوفی ۸٦۱) نے فتح القدیر: ۴/ ۳۹۸ میں لکھی ہے۔ اور اسی کو علامہ ابن نجیمؒ (متوفی ۹۷۰) نے البحر الرائق: ۱۔ ۳۹۸ میں تحریر فرمائی ہے۔ نیز علامہ شامیؒ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے مطلب فی السفر بالزوجۃ میں اس مسئلہ کا تذکرہ کیا ہے، لہذا تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اپنی اپنی خواتین کو شادیوں اور ولیموں میں لیجانے سے کلی طور پر پرہیز کریں، ورنہ دونوں گنہ گار ہوں گے۔ دیوبند کے پٹھانوں میں پہلے عورتوں کا شادیوں اور ولیموں اور براتوں میں جانے کا رواج نہیں تھا، لیکن اب وہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.**

مستورات کا مجالس وعظ میں شرکت کرنا

سوال: (۲۹۳) اس زمانہ پر آشوب میں عورتوں کا نماز جمعہ وغیرہ اور مجالس وعظ وغیرہ میں جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے: **ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید و وعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ .**

(۱) یعنی مکروہ ہے (تحریمی) حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگر چہ جمعہ کے لئے ہو اور عید اور وعظ کے لئے ہو مطلقا اور اگر چہ بوڑھی عورت ہو، اور رات کا وقت ہو، مذہب مفتی بہ کے موافق بوجہ فساد زمانہ، اور محقق ابن ہمام نے نہایت بوڑھی عورتوں کو اس سے مستثنی فرمایا ہے، پس یہی حکم ہے عورتوں کے بارے میں جو کہ درمختار میں مذکور ہے۔

مستورات کا دعوت وتبلیغ کے لئے سفر کرنا

عن عائشة اُمِّ المؤمنين أنها قالت : يارسول الله! نرى الجهاد أفضل العمل ، أفلا نجاهد ؟ قال : لا، لكن افضل الجهاد حج مبرور. بخاری رقم:۱۴۹۸)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سوال فرمایا کہ یارسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے افضل ترین عمل اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے جانا ہے، تو کیا ہم جہاد کے لئے جائیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تمہارا افضل ترین جہاد حج مقبول ہے.

المصاحف لابن ابی داود میں ایک اور سوال ہے:

عن عائشة اُمِّ المؤمنين قالت : قلتُ : يارسولَ اللّهِ عَلَى النِّساءِ جهادٌ ؟قالَ : نَعمْ ! جِهادٌ ، لَاقِتَالَ فِيه، الحَجُّ وَالعُمْرَةُ. (۱/۲۴۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: میں نے عرض کیا یارسول اللہ! عورتوں پر جہاد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جہاد ہے جس میں لڑائی نہیں، حج اور عمرہ (.المصاحف لابن ابی داود ۱/ ۲۴۷)

مسند اسحاق بن راہویہ میں ہے:

أخبرتني عائشة اُمِّ المؤمنين قالت :قلت : يارسوْلَ اللّهِ! ألا نَخْرُجُ فَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ، فَاِنِّي لَا أرَى فِي القُرآنِ عَمَلًا اَفْضَلُ مِنَ الجِهَادِ، فقالَ: لا، وَلَكُنَّ أحْسَنُ الجِهادِ ، وأجْمَلُه حجُ البَيْتِ ،حجٌ مبرورٌ. (رقم الحدبث:۱۰۱۴)

حضرت عائشہؓ نے خبر دی: میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے ساتھ نکل کر جہاد نہ

کریں، کیونکہ جہاد سے زیادہ افضل عمل میں نے قرآن میں نہیں دیکھا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تمہارے لئے بہترین جہاد، اور خوبصورت ترین جہاد بیت اللہ کا حج ہے، حج مبرور۔

ایک روایت میں ہے **اسْتَأْذَنَّا النَبِيَّ ﷺ فِي الجهادِ، فقالَ : جِهادُكُنَّ الحَجُّ ،أو حَسْبُكُنَّ الحجُّ**(مسند اسحاق بن راھویۃرقم :۱۰۱۵) یہی روایت مسند احمد میں ہے،

ہم نے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہارا جہاد حج ہے. یا آپ نے فرمایا: تمہارے لئے حج کافی ہے.

عن عائشة عن النبی ﷺ أنه قال: عَلَيْكُنَّ بِالبَيْتِ فَاِنَّهُ جِهادُكُنَّ. (مسند احمد رقم: ۲۴۳۹۳)

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اشاد فرمایا: تم گھروں کو لازم پکڑلو، بیشک وہی تمہارا جہاد ہے.

عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله ﷺ اذا صلت المرأة خمسها، وصامت شهرها، وحفظت فرجها، وأطاعت زوجها، قيل لها ادخلي الجنة من أيّ أبواب الجنة شئت. (مسند احمد: ۱۶۶۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی خاتون پانچ وقت کی نماز ادا کرلے، اور اپنے مہینے کے روزے رکھ لے، اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرلے، اور اپنے خاوند کی اطاعت کرلے، تو اس سے کہا جائیگا جنت کے جس دروازے سے چاہے تم داخل ہو جاؤ.

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ (مفتی اُعظم گجرات) کا فتوی

سوال: (۱۶۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنی اہلیہ کو لے کر تبلیغی جماعت میں جاسکتا ہوں؟ عورتوں کو جماعت میں لے جانا چاہئے یا نہیں؟ فقط

الجواب: حامدا ومصلیا ومسلما :عورتوں کو جماعت میں لے جانا مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے، اور

﴿**واثمهما أكبر من نفعهما** (سورۃ بقرہ، آیت :۲۱۹) کا مصداق ہے، عورتیں غیر محتاط ہوتی ہیں۔ فقط **واللہ تعالی اعلم بالصواب** (۴۹۸/۱۰) (فتاوی رحیمیه کامل : ۲. ۱۳۶. ۱۳۷، باب الدعوة والتبليغ)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ (صدر مفتی دار العلوم دیوبند) کا فتوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کیا عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا مع محرم کے درست ہے؟ المستفتی: حافظ عبدالرحیم مسجد کوٹھے والی صدر بازار دہلی

۱۷/۲/۱۳۷۱ھ (۱۰۹۔د)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب : آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں تبلیغ کے لئے عورتیں سفر نہ کرتی تھیں، اور نہ آپ ﷺ نے اور نہ صحابہ نے تبلیغ کے لئے عورتوں کہ سفر کرنے کا حکم فرمایا، نہ خود تبلیغ کے لئے سفر میں روانہ کیا، اس عمل سے ثابت ہے کہ عورتوں کو تبلیغ کے لئے سفر کرنا جائز نہیں، خیر القرون کے زمانہ میں اگر کسی عورت کو کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت ﷺ یا ازواج مطہرات یا صحابہ کی بیویوں سے آکر دریافت کرلیتی تھیں، تبلیغ مردوں کے ذمے اس زمانے میں مقرر تھی، اور عورتیں پردہ کے ذریعہ سے احکام کو معلوم کر کے دین کی باتیں سیکھتی تھیں، مردوں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو دین سے واقف کرائیں۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام تبلیغ کے لئے سفر کرتے تھے، جہاد میں جاتے تھے، لیکن عام طور پر سب عورتوں کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے تھے۔

جب اس خیر کے زمانے میں یہ صورت حال رہی ہے تو اس شر اور فتنوں کے زمانے میں عورتوں کو تبلیغ کے لئے سفر کرنا اگرچہ محرم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟ یہ خیال کہ عورتوں کو کس طرح تبلیغ ہوگی؟ اس بنا پر صحیح نہیں کہ ان کے مردان کو تبلیغ کریں اور دین کے احکام ان کو سکھائیں، اور خود مرد دین کی باتیں دوسرے واقف کاروں سے سیکھیں یا سیکھنے اور سکھلانے کے لئے سفر کریں ورنہ عام طور پر عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا فتنے کے دروازوں کا کھول دینا ہے، جو آج دنیا پر نظر

ڈالنے سے مشاہد بھی ہے ۔ فقط واللہ اعلم   سید مہدی حسن غفرلہ

(صدر مفتی دار العلوم دیو بند)

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ (مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور)

الجواب صحیح: عبد اللطیف (ناظم اعلی مظاہر علوم سہارنپور)

نوٹ: ان دونوں حضرات کی تصدیق مظاہر علوم سہارنپور کے دار الافتاء کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

(مفتی) حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔ ۲۳/۳/۱۴۳۲ھ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کا فتوی

سوال: عورتوں کا تبلیغی جماعت کے ساتھ تبلیغ کے لئے اپنے محارم کے ساتھ تین دن، دس دن، سال کے لئے اپنے ضلع یا اپنے صوبہ یا اپنے ملک یا دوسرے ممالک میں نکلنا کیسا ہے؟ جبکہ موجودہ دور کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں، اگر ان کا نکلنا جائز ہے؛ پھر تو کوئی حرج نہیں، اور اگر جائز نہیں تو جو لوگ اپنی عورتوں کو لے جاتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وہ گنہ گار ہوں گے یا نہیں؟ مسئلہ کی مکمل وضاحت مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: باسم ملہم الصواب: عورتوں کا گھروں سے نکلنا بہت بڑا فتنہ ہے، اس لئے حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالی نے اس پر بہت سخت پابندی لگائی ہے اور دینی کاموں کے لئے بھی عورتوں کے نکلنے کو بالاتفاق حرام قرار دیا ہے۔

قال العلامة الخوارزمی نا قلا عن فخر الاسلام رحمهما الله تعالى : والفتوى اليوم على الكراهة فى الصلوات كلها لظهور الفساد ، فمتى كره حضور المسجد للصلاة لأن يكره حضور مجالس العلم خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلم اولى .

(الكفاية مع فتح القدير : ۱/۳۱۸، كتاب الصلاة ، باب الامامة)

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : ويكره حضورهن الجماعة

ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان واستثنى الكمال بحثا العجائز المتفانية .

وقال الامام الطحطاوى رحمه الله تعالى : (قوله ولو لجمعة وعيد ووعظ) قال فى مجموع النوازل يجوز للزوج ان يأذن لهابالخروج الى زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما أو أحدهما وزيارة المحارم فان كانت قابلة أو غاسلة أو كان لها على آخرحق أو عليها حق تخرج بالاذن وبغير الاذن، والحج على هذا ،وفيما عدا ذلك من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة لا يأذن لها، ولا تخرج؛ ولو أذن لها وخرجت كاناعاصيين، وتمنع من الحمام، ان أرادت ان تخرج الى مجلس العلم بغير رضى الزوج ليس لها ذلك، فان وقعت لهأ نازلة ان سأل الزوج من اهل العلم وأخبر ها بذلك لا يسع لها الخروج ، وان امتنع من السؤال يسعها الخروج من غير رضى الزوج ، ان لم يقع لها نازلة و أرادت أن تخرج لمجلس العلم لتعليم المسألة من مسائل الوضوء والصلاة ان كان الزوج يحفظ المسائل ويذكر ها معها له ان يمنعها ، وان كان لا يحفظها الأولى أن يأذن لها أحيانا ، وان لم يأذن لها فلا شيء عليه، ولا يسعها الخروج ما لم تقع نازلة ا ه قوله : (ولو عجوزا) اسم لمؤنث غير لازم التاء كما فى الرضى ، وفى القاموس : لا يقال : عجوزة أو لغة رديئة من احدى وخمسين الى آخر العمر قهستانى ، وقوله ،،ليلا ،، بيان للاطلاق أيضا قوله (على المذهب المفتى به) قد يقال:هذه الفتوى التى اعتمدها المتأخر ون مخالفة لمذهب الامام وصاحبيه ، فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقا اتفاقا. وأما العجوز فلها حضور الجماعة عند الامام فى الصلوات الافى الظهر والعصر والجمعة .فالافتاء بمنع العجائز فى الكل يخالف الكل ومافى الدر المنتقى يوافق ما هنا حيث قال :وفى الكافى وغير ه: أما فى

زمانـنا فالمفتى به منع الكل فى الكل حتى فى الوعظ ونحوه (حاشية الطحطاوى على الدر : ۱/۲۴۵)

وقـال شـمـس الـعـلـمـاء الـعلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى : قال المصنف فى الـكـافى والفتوى اليوم على الكراهة فى الصلوات كلها لظهور الفساد ومتى كره حـضـور المسجد للصلاة فلأن يكره حضور مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الـجهـال الـذيـن تـحلوا بحلية العلماء أولى ذكره فخر الاسسلام !ه (۲) البحر الرائق : ۱.۳۵۸)

وقـال العلامة عالم بن العلاء رحمه الله تعالى : والفتوى اليوم على الكراهة فى كـل الـصـلـوات لـظهـور الـفـسـاد ومتـى كره حضور المسجد للصلاة لأن يكره حـضـور مـجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء أولى (۳) (الفتاوى التتارخانية : ۱.۶۲۸)

وقـال الـحـافظ العينى رحمه الله تعالى : (قال:ويكره لهن حضور الجماعات) أى يـكـره لـلـنسـاء يـعـنى الشواب منهن وهى جمع شابة وهذه اللفظة با طلاقها تتـنـاول الـجُـمع والأعياد والكسوف والاستسقاء وعن الشافعى رحمه الله تعالى يباح لهن الخروج (لما فيه) أى فى حضور هن الجماعة (من خوف الفتنة) عليهن مـن الـفـسـاق ، وخـروجهن سبب للحرام وما يفضى الى الحرام فحرام ، وذكرفى كتاب الصلوات مكان الكراهة الاساء ة والكراهة فحش.

قلت : المراد من الكراهة التحريم ، ولا سيما فى هذا الزمان لفساد أهله .

(ولا بـأس لـلـعـجـوز أن تـخرج فى الفجر والمغرب والعشاء) لحصول الأمن ،وفـى الـمـغرب اختلاف الروايات ، وفى المنظومة : ألحق المغرب بالعشاء كما ذكـر ه الـمـصـنف والـمبسـوط لشـمـس الأئمة ، وفى المختلف : و العصرألحق

والمغرب بالظهر كما فى مبسوط شيخ الاسلام ويحتمل ان ذلك بناء على ان المغرب تنشر فيه الفسقة أيضا كالعصر فى بعض البلاد ، قيل : هذا كله فى زمانهم ،أما فى زماننا فيكره خروج النساء الى الجماعة لغلبة الفسق والفساد ، فاذا كره خروجهن للصلاة فلأن يكره حضور هن مجالس العلم خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية أهل العلم أولى . (البناية : ۲/ ۴۲۰

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : واذا منعت حضور الجماعة فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى ، وأدخله العينى فى الجماعات وما قلناه أولى. (منحة الخالق بها مش البحر : ۱/ ۳۵۹)

وقال العلامة منلا مسكين رحمه الله تعالى : ومتى كره حضور المسجد للصلوات لأن يكره حضور هن مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء أولى ذكره فخر الاسلام .

وقال العلامة أبو السعود رحمه الله تعالى : (قوله ومتى كره حضور المسجدالخ) أن كراهة تحريمية دل على ذلك قوله فى النهر" ولا يحضرن " لا يحل لهن أن يحضرن لكن ذكر بعد ه عن كتاب الصلاة أنه ذكر الاساء ة التى هى أدون من الكراهة .

(فتح المعين على منلا مسكين : ۱/ ۲۱۵، كتاب الصلاة ، باب الامامة)

وقال العلامة أبو بكربن على الحداد رحمه الله تعالى : والفتوى اليوم على الكراهة فى الصلوات كلها لظهور الفسق فى هذا الزمان ولا يباح لهن الخروج الى الجمعة عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى كذا فى المحيط فجعلها كالظهر وفى المبسوط جعلها كالعيدين حتى انه يباح لهن الخروج اليها بالاجماع . (الجوهرة : ۱/ ۲۷)

وقال العلامة السهارنفورى رحمه الله تعالى معزيا لشرح النقاية : والفتوى

الیوم علی الکراهة فی الصلوات کلها لظهور الفساد ، ومتی کره حضور هن فی المسجد للصلاة فلأن یکره حضور هن فی مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذین تحلوا بحلیة العلماء أولی هکذا قال المشایخ رحمهم الله ، ولو شاهدوا ما شهدنا من حضور هن بین مجالس وعاظ زماننا متبرجات بزینتهن لأنکروا کل الانکار رحم الله معاشر الأبرار (بذل المجهود : ۱/ ۳۱۹ کتاب الصلاة ، باب التشدید فی ذلک أی فی خروج النساء الی المساجد)

نصوص مذکورہ کا حاصل

عورتوں کا گھروں سے نکلنا بہت بڑا فتنہ ہے؛ اس لئے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی نے مسجد کی جماعت، جمعہ، طلب علم اور وعظ سننے کے لئے عورتوں کے نکلنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

جب ایسی اہم عبادات وضرورات دین کی خاطر تھوڑے سے وقت کے لئے قریب تر مقامات تک نکلنے پر بھی اس قدر پابندی ہے تو تبلیغ کے لئے کئی کئی دنوں بلکہ مہینوں اور چلوں کے لئے دور دراز مقامات میں جانا بہ طریق اولی ناجائز ہونا چاہئے۔

(احسن الفتاوی: ۸/ ۵۵-۵۸- کتاب الحظر والاباحۃ، پردہ ودیگر متعلقہ مسائل، عنوان: خواتین کا تبلیغی جماعت میں نکلنا جائز نہیں) (از فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۱۶/ ۲۰۹)

نوٹ: میرے حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ وبرَّد مضجعہ نے اپنے فتاوی میں تبلیغی اسفار برائے مستورات گنجائش رکھی ہے، لیکن اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ آج کے حالات دیکھتے تو حضرت کی رائے شاید دوسری ہوتی، کیونکہ یہ عورتیں میلے کچیلے برقعوں میں نہیں نکلتیں ہیں، اور اپنے محارم کے ساتھ درمیان سڑک، میں چلنے پر مجبور ہیں، خصوصا بسوں اور ریلوں کا سفر، اللہ تعالی سے دلی دعا ہے، کہ حضرت مولانا سعد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا زبیر صاحب مدظلہ کو اس مسئلہ پر شرح صدر فرمادے، جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتیان کرام خصوصا حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ پوچھ کر دعوت کا کام کیا کرتے

تھے یہ حضرات بھی اسی نہج پر رہیں، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کے علماء کو ساتھ رکھیں.

’’ نیز مفتی شبیر صاحب زید مجدہم مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد نے ۱۲محرم الحرام ۱۳۱۵ھ میں ایک فتوی دیا ہے، جس میں اس کو جائز اور باعث اجروثواب قرار دیا ہے، اس پر حضرت مفتی سلمان صاحب منصور پوری نے الجواب صحیح کہکر تصدیق کی ہے.

دارالعلوم دیو بند کے موجودہ مفتیان کرام میں مولانا مفتی محمود بلند شہری کی بھی یہی رائے ہے کہ اس کی اجازت ہے. نیز پاکستانی اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، مثلاً: مفتی مولانا یوسف بنوری جامعہ نیوٹاون کراچی، مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، حضرت مولانا تقی عثمانی وغیرہم۔ (از: مستورات کی جماعتیں)

خلاصہ کلام یہ کہ اس مسئلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں، بہتر اور احوط شکل یہ ہے کہ خواتین گھروں میں سیکھنا سکھانا کرلیں، اگر جانا ہی ہو تو مندرجہ ذیل امور کا خصوصی لحاظ رکھیں:

۱- خواتین میلے کچیلے برقعوں میں نکلیں

۲- درمیان سڑک پر نہ چلیں، کناروں پر چلیں، مردوں کے بیچ میں نہ چلیں، ان کے ساتھ چلنے والے مرد، دو عورتوں کے بیچ میں نہ چلیں.

۳- خواتین مردوں کے اختلاط سے کلی طور پر بچیں، اگرچہ سڑکوں پر ہی کیوں نہ ہو، بہتر یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں پوری حفاظت کے ساتھ سفر ہو، مسجدوں اور مردوں کے مجمع کے آگے نہ وہ رکیں نہ انکی سواری۔

۴- برقعہ کم از کم ایک بالشت، = ۹ = انچ، یا زیادہ سے زیادہ ایک ذراع = اٹھارہ انچ = زمیں پر گھسٹتا ہوا رہے.

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

ایک عقل مند خاتون کا آنحضرت ﷺ سے ایک مکالمہ

عن أسماء بنت يزيد الأنصارية من بنى عبدالأشهل ، أنها أتت النبيَّ صلى الله عليه وسلم وهو بين أصحابه، فقالتْ : بأبي أنتَ وأمِّي ، اِنِّي وَافِدَةُ النِّساءِ اِليکَ ، وَاعْلَمْ .نَفْسِي لَکَ الفِدَاءُ .

أمَا اِنَّهُ مَا مِنْ اِمْرَأةٍ كَائِنَةٍ فِي شَرْقٍ ولا غَرْبٍ سَمِعَتْ بِمَخْرَجِي هذا أو لَمْ تَسْمَعْ اِلَّا وَهِي عَلَى مِثْلِ رَأيِي ، اِنَّ اللهَ بَعثکَ بالحَقِّ اِلى الرِّجَالِ وَالنِّساءِ فآمَّنا بکَ وبِالاَهِکَ الذي أرْسَلَکَ ، واِنَّا مَعْشَرُ النِّساءِ مَحْصُورَاتٌ مَقْصوراتٌ ، قَواعدُ بُيوتِكُم ، ومَقْضَى شهواتِكُم ، وحاملاتُ أولا دِكُمْ ، واِنَّكُمْ مَعاشِرَ الرِّجالِ فُضِّلْتُمْ علينا بالجُمعةِ والجَمَاعاتِ ، وعيادةِ المَرضَى ، وشُهودِ الجَنائِزِ ، والحَجِّ بعدَ الحج ، وأفضلُ مِن ذلکَ الجهاد فى سبيل الله ،واِنَّ الرجلَ منكمْ اِذأخرَجَ حاجًا أو معتمرًا ومُرابطًا حفظنا لكُمْ أمْوالَكُم ، وغَزَلْنَا لكُم أثوابا ، وربَّيْنا لكم أولادَكُم ، فما نُشَارِكُكُمْ فِى الأجْرِ يا رسولَ اللّهِ ؟

قال : فالتفتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اِلَى أصحابِه بِوَجْهِهِ كلِّه ، ثم قال: هل سمعتم مقالةَ امرأةٍ قَطُّ أحسنَ مَن مَسْألَتِها فِي أمرِ دِينِهَا مِنْ هَذِه ؟

فقالو ا : يا رسولَ اللّهِ ، مَا ظَنَنَّا أنَّ امرأةً تَهْتَدِي اِلَى مِثْلِ هَذَا .

فالتفتَ النَبِيُّ صلى الله عليه وسلم اِليها ثُمَّ قال لها: اِنصر فِي أيَّتُها المرأةُ ، وأعْلِمِي مَن خلفَکِ مِن النِّساءِ أنَّ حُسْنَ تَبَعُّلِ احداكنَّ لزوجِها، وطلبها مَرْضَاتِه ،واتباعِهَا مَوافَقَتهُ تعدلُ ذلک كُلَّهُ.

قال : فأدبرت المرأة وهى تُهَلِّلُ وتُكَبِّرُ اسْتِبْشَارًا(شعب الایمان للبیهقی : ۱۱/۱۷۷)

حضرت اسماء بنت یزید حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تھے۔ کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں۔

میری جان آپ پر قربان ہے؛ مشرق و مغرب میں خواہ کوئی عورت ہو ہر ایک کی یہی رائے ہے، جو میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں، خواہ اس کو میرا یہ آنا معلوم ہو یا نہ ہو۔

اللہ تعالی نے آپ کو دین دیکر روانہ فرمایا، اور دین مردوں اور عورتوں سبھوں کے لئے ہے، ہم آپ پر ایمان لے آئے، اور اس خدا پر ایمان لائے جس نے آپ کو بھیجا ہے۔

ہم عورتیں بند رہتی ہیں، گھروں میں ہی رہتی ہیں، آپ لوگوں کے مکانات کی ہم بنیاد ہیں، اور آپ لوگوں کی شہوتوں کو پورا کرنے کی جگہیں ہیں، اور آپ کے بچوں کو اٹھانے والیاں ہیں۔

مردوں کو جمعہ اور جماعت کی فضیلت حاصل ہے، آپ حضرات بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، جنازوں میں شرکت کرتے ہیں، اور ایک حج کے بعد دوسرا حج کرتے ہیں، اور ان سب سے زیادہ افضل اللہ کے راستہ میں جہاد ہے۔

جب کوئی مرد حج اور عمرہ کے لئے نکلتا ہے، یا سرحدوں کی حفاظت کے لئے جاتا ہے، تو ہم ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں، اور ان کے کپڑے بنتی ہیں، اور ان کی اولاد کی تربیت کرتی ہیں۔

تو ہم اجر میں کس قدر حصہ دار بنیں گیں؟ یا رسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پورے چہرہ انور کے ساتھ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

پھر ارشاد فرمایا: کیا تم نے کبھی کسی عورت سے دینی مسئلہ کی اس سے اچھی گفتگو سنی ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کو تو خیال تک نہیں آیا کہ کوئی عورت اس طرح کا سوال کر سکتی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے، پھر آپ نے فرمایا: اے عورت لوٹ جا، اپنی منتظر عورتوں کو یہ بتادے کہ کسی عورت کا اپنے شوہر کے لئے بننا سنورنا، اور اس کی خوشنودی کو حاصل کرنا اور شوہر کی طبیعت کے مطابق اس کی پیروی کرنا ان سب (عبادتوں) کے برابر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت خوشی کی وجہ سے لا اله الا الله اور الله أكبر کہتی ہوئی واپس ہوئی۔

باب ہفتم

پردہ کے متعلق رسائل

﴿ يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے، اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں۔

اسلام میں پردہ کی حقیقت

القول الميسور في تسهيل

اثبات الستور

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۵ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ وفات:۱۶رجب ۱۳۶۲ھ)

عورتوں کی تعلیم اور پردہ کے احکام

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۲۱/شعبان ۱۳۱۴ھ وفات:۱۱/شوال ۱۳۹۶ھ

پردہ اور اس کی شرعی حدود

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم

بدنظری

بدنگاھی سے کیسے بچیں؟

مؤلفہ

حضرت پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

اسلام میں پردہ کی حقیقت

القول الميسور في تسهيل

ثبات الستور

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۵ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ متوفی: ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا دام ظلہم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج اقدس؟

چند سوالات بھیجتا ہوں امید کہ ان کے جوابات سے مشرف فرمائیں گے،

۱- پنجاب میں شریف عورتیں بلا استثناء برقعہ اوڑھ کر پیدل یا تانگہ میں سوار ہو کر رشتہ داروں سے ملنے یا دوسری دینی و دنیاوی ضرورتوں سے بے تکلف باہر جاتی ہیں، اسے وہاں کوئی معیوب نہیں سمجھتا، کیونکہ وہاں پردہ کا مفہوم یہی ہے کہ عورت اپنا چہرہ جسم اور زینت غیر محرموں سے مخفی رکھے، اور وہاں شرفاء ارازل میں ما بہ الامتیاز چیز یہی ہے کہ ادنی طبقہ کی عورتیں کھلے چہرہ پھرتی ہیں، شریف خواتین برقعہ اوڑھ کر جاتی ہیں، غرض پردہ مروجہ شرفاء پنجاب شرعی پردہ کہلا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو ان کے پردے میں شرعی محذور وقباحت کیا ہے؟

۲- یہاں دیوبند میں دیکھا گیا ہے کہ شریف عورتیں نقاب وتستر کے ساتھ باہر نکلنا بھی معیوب خیال کرتی ہیں، اور اس سے اجتناب کیا جاتا ہے، کیا مسلمات ایسے ہی پردہ کی مامور ہیں یا چہرہ اور جسم چھپا کر باہر نکلنے کی اجازت ہے؟

۳- اگر ہر جوان عورت کے لئے غیر محرموں سے چہرہ چھپانا واجب ہے اور ضروری ہے تو گھر کی خادمائیں اور باندیاں جو زر خرید نہیں ہوتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا نہیں؟

بصورت اول استثناء کی شرعی دلیل کیا ہے، بصورت ثانی گھر کے مرد جوان کے چہروں کی طرف بلا تکلف دیکھتے اور ان سے ہم کلام ہوتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

۴- بعض گھروں میں جوان یا بڈھے مرد کام کاج کیلئے نوکر رکھے جاتے ہیں، اگر کسی فتنہ کا خوف نہ ہو تو گھر کی مستورات کا ان کے سامنے چہرہ کھولنا شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟

۵- سیاہ فام بدصورت جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں کسی فتنہ کا خوف نہیں، اگر وہ چہرہ نہ چھپائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

۶- کسی سلیم الفطرت، مامون عن الشہوت جوان آدمی کا کسی غیر محرم خوبصورت جوان عورت سے بلا

ضرورت شدید ہم کلام ہونا اور گفتگو کرتے ہوئے بلا شہوت اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی عدم جواز کی دلیل کیا ہے، یہ بات پیش نہاد خاطر اطہر رہے کہ بعض صحابیات ؓ کھلے چہرے کے ساتھ حضور سید العرب والعجم ﷺ کے سامنے حاضر ہوتی تھیں، اور خاکسار کو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ حضور ﷺ نے کبھی انھیں پردہ کا حکم دیا ہو۔

(۷) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آیت حجاب صرف امہات المؤمنین کے لئے نازل ہوئی تھی، عامہ مسلمات اس حکم میں داخل نہیں ہیں، کیا یہ خیال صحیح ہے؟ والسلام

الجواب:

مسلمان عورت جو آزاد ہو زر خرید باندی نہ ہو بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو جوان ہو یا بوڑھی اس کے لئے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں:

۱- ایک یہ کہ بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک بجز پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے اور یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

۲- دوسرا یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے یہ درمیانی درجہ کا پردہ ہے

۳- تیسرا یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے، اور یہ تینوں درجے قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، اور شریعت میں ان کا حکم موجود ہے چنانچہ آیت ﴿وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا الخ﴾ اور حدیث یا

اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لن يصلح ان يرى منها الا هذا وهذا واشار الى وجهه وكفيه رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ: آیت کا یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت (کے موقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے (غالبًا) کھلا ہی رہتا ہے، جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے، اور پیروں کو فقہاء نے قیاساً اس میں داخل کیا ہے۔

حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء ؓ سے فرمایا: کہ اے اسماء! جب

عورت بالغ ہو جائے تو اس کے، اور اس کے، اور حضور ﷺ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی پر اشارہ فرمایا، اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور ایک آیت میں ہے ﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ﴾ کہ عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔ اور ایک حدیث میں جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے: وارد ہے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (تو عید کی نماز میں کیونکر جائے) حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر اڑھاوے۔

اور ایک حدیث میں ہے جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ عورت اپنی ازار کو (پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائے، تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا: کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا: تو ایک ہاتھ لٹکا لیا کرے۔

ان احادیث و آیت میں پردہ کے دوسرے درجہ کا ذکر ہے، اور ایک آیت میں ہے: ﴿ وَقَرْ نَ فِيْ بُيُوْ تِكُنّ ﴾ (اور اے بیبیوں تم اپنے گھروں میں رہا کرو) اور ایک آیت میں ہے: ﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْ هُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَّرَاءِ حِجَا بُ ﴾ (اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ میں ہو کر مانگو) اور ایک آیت میں ہے ﴿ وَلَا تُخْرِ جُوْ هُنَّ مِنْ بُيُوْ تِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ الا ية ﴾ (اور عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو، اور نہ خود نکلیں)

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ام سلمہؓ سے) فرمایا کہ ان سے پردہ کرو (عبداللہ بن ام مکتوم نابینا سے) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے؟ جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا پھر تم بھی اندھی ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں، اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ و ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا: کہ تم اس سے (زمعہ کے باندی زادہ سے) پردہ کرو، (حالانکہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے، کیونکہ اس کی باندی کے بطن سے ہے، اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت زیادہ پائی، اور عتبہ کا دعویٰ

یہ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانون شرعی سے رد کر دیا گیا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر حضرت سودہؓ کو نہیں دیکھا ، اس کو بخاریؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے، **المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان** کہ عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، اس کے درپے ہوتا ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ان احادیث وآیات میں پردہ کے تیسرے درجہ کا ذکر ہے، ان سب آیات واحادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب اور لازم ہونا ثابت ہو گیا، اور یہ کہ شریعت نے ان درجوں کا حکم کیا ہے، البتہ ان میں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے، اور دوسرا تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے، مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں سے کوئی درجہ واجب نہ رہے، بلکہ اس تفاوت کے ساتھ بھی تینوں درجے واجب ہے، کیونکہ درجات کے تفاوت سے نفس وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا فرض اعتقادی، اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے، مگر فرض دونوں ہیں، اور نفس فرضیت دونوں میں موجود ہے، اور چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا بھی اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں، اور دوسرے تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارض کی وجہ سے واجب ہے، اس لئے ان کے واجب ہونیکا مدار اس عارض پر ہے، جہاں وہ عارض موجود ہوگا ، وہاں یہ درجہ واجب ہوں گے، اور جہاں عارض موجود نہ ہوگا ، وہاں یہ درجے بھی واجب نہ ہوں گے ، اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے، جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: **استشرفها الشیطان. الحدیث** کہ جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔

نیز حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ کہ جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا۔

رہا یہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے، اور کہاں نہیں اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی؛ بلکہ قرآن میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہے ﴿ **وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِیْنَةٍ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ** ﴾ ترجمہ: اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو، ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اتار رکھیں (جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے) بشرطیکہ زینت (کے موقع) کا اظہار نہ کریں، اور اس سے بھی احتیاط رکھیں، تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

حاصل اس کا یہ کہ بوڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہیں رہیں ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں، جس سے مراد تمام بدن ہے، ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے، ﴿ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ جس کی تفسیر اوپر گذر چکی ہے، پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے (جیسے برقع وچادر) تو اس میں گناہ نہیں، لیکن اگر یہ بڑی بوڑھی اس سے بھی احتیاط رکھیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے،

﴿ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ﴾ کا مطلب یہی ہے۔ اس آیت نے بتلا دیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے، جو نکاح کے قابل نہیں رہیں، اور ان کے سوا جوان اور ادھیڑ عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے، اور یہی وہ عارض ہے جس پر دوسرے اور تیسرے درجہ کے واجب ہونے کا مدار تھا، او جب شارح نے جوان اور ادھیڑ عورتوں کے بارے میں یہ حکم کر دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے۔

اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں۔ **لقولہ تعالیٰ** ﴿ **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ** ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اس

کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔

یعنی اختیار باقی نہ رہے گا، بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، یہ تفاوت تو ان درجوں میں احتمال فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں، احتمال فتنہ شرط نہیں بلکہ وہ ہر حال میں واجب ہے، اور دوسرے و تیسرے درجہ کے واجب ہونے کے لئے احتمال فتنہ شرط ہے۔

ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اول اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ پردہ کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں، جس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہؓ قضاء حاجت کے لئے نکلیں، پھر کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا: کہ حضرت سودہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی ایک حاجت کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے حضرت عمرؓ نے ایسا ایسا کہا یعنی یوں کہا کہ اے سودہؓ خدا کی قسم تم ہم سے چھپ نہیں سکتیں۔

مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہئے کیونکہ تم چادر برقعہ پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں سکتیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی، اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی تم کو اجازت دے دی ہے (تفسیر سورۃ الاحزاب)

مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں مؤثر اور کس درجہ میں مؤثر نہیں، چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان اور ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر واجب ہے، اس سے بہت سخت مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے، جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی بدون ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جوان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ بوڑھی عورتوں کو، اور دوسرے درجہ سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے، بوڑھیوں پر واجب نہیں، سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے، گو بہت سخت مجبوری نہ ہو یعنی اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہوگا، گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے، جیسا پہلے مذکور ہوا، اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو

بدون سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا حرام ہوگا، چنانچہ فقہاء کا یہ حکم اسی قاعدہ پر مبنی ہے۔

وتمنع الشابة وجوباً عن كشف الوجه بين الرجال، لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. كذا في الدر المختار وغيره واللفظ للدر .

ترجمہ: اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے وجوب کے درجہ میں منع کیا جائیگا، نہ اس وجہ سے کہ چہرہ ستر بالذات میں داخل ہے، بلکہ اس درجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے (تو ستر للعارض ہوا) یہ درمختار کے الفاظ ہیں۔ اور یہ مسئلہ فقہ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے، اور سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہوگا، بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے، جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونا، یا اس کا اس کو چھونا، یا اجنبی مرد کو گھورنا، یا اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا، ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے، اور اس سخت مجبوری کی صورت میں اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس عورت کو گناہ نہ ہوگا۔

اور حدیث میں جو آیا ہے: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ (مشکوۃ ۲۲۵ نظامی) کہ اللہ تعالی نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے، اور اس پر بھی جس کو دیکھا جائے، تو یہ لعنت عورت اسی صورت میں ہے جبکہ اس نے بدون سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو، ورنہ سخت مجبوری سے اس نے کھولا، اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس گھورنے سے عورت کو گناہ نہ ہوگا، اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنی ہے۔

گو سخت مجبوری یا بہت سخت مجبوری کی صورت نہ ہو مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو، اور اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے، ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتوں کے لئے جائز ہوگا، اور بدون ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہوگا.

اور اس دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی

ہے، اس میں چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے، گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی، اور تنگی نہیں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ خاص خاص احکام سے اسکا انسداد بھی کر دیا گیا، مثلاً عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **إن المرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا وكذا، يعنى زانية** جب عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس سے گذرے تو وہ ایسی ویسی ہے یعنی زانیہ ہے۔

اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

اور ارشاد فرمایا: کہ **وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ** ۔ لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں (ضرورت کیوقت) باہر نکلنا چاہئے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ص ۱۹ج ۱ پس حدیث حسن ہے۔

خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے، اور دوسرا تیسرا درجہ مستحب ہے، اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی جو کہ واجب ہے کچھ سہولت و وسعت کر دی گئی اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لئے پہلا درجہ بھی واجب ہے، اور بہت سخت مجبوری میں اس میں کچھ سہولت و وسعت بھی ہے.

اور دوسرا اور تیسرا درجہ بھی ان پر واجب ہے، اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع میں کچھ سہولت و وسعت بھی ثابت ہے، یعنی اگر سخت مجبوری کا درجہ ہو، گو بہت سخت مجبوری نہ ہو تو چہرہ اور ہتیلیاں کھولنا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ و فساد کے احتمال کا انسداد بھی کر لیا جائے، یعنی سر اور کلائی اور پنڈلی وغیرہ کا کھولنا حرام ہوگا۔

اسی طرح زیب و زینت کے ساتھ اجنبی کے سامنے آنا حرام ہوگا، اور سخت مجبوری کے درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت میں برقع کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا جوان عورت اور ادھیڑ عورت کو جائز ہے، مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہوگا، اسی طرح زیب و زینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہوگا۔

والسر فی الضرورة فی الدرجة الاولیٰ اشد وفی الثانیة شدیدٌ، وفی الثالثة مطلقة کون الوجوب فی الأولیٰ اکد، وفی الثانیة اکید ، وفی الثالثة مطلقاً فلا بد من ان یکون المغیر مبنیا للفاعل وهو العذر مماثلا فی القوة للمفعول وهو الوجوب وهذا ظاهر فافهم.

اس مقام کے متعلق ایک ضروری بات قابل اطلاع یہ ہے کہ اوپر جو احکام ہوئے میں، ان میں سے جن احکام کا مدار اندیشہ فساد وفتنہ کے ہونے یا نہ ہونے میں ہیں، ان میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں رائے کے اختلاف سے حکم شرعی بدل سکتا ہے، اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں ہیں، کیونکہ پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعیین کردی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے، اور ضرورت کا درجہ کون سا ہے، اس میں کسی کی رائے اور فہم کا کوئی دخل نہیں، مگر جن احکام میں رائے اور فہم کو دخل ہے، ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں، اور ضرورت کا تحقق ہے یا نہیں؟ ان ہی کو ہے جن میں فتوی دینے کی لیاقت وقابلیت موجود ہے یعنی جن میں علم دین، اور تقوی واخلاص موجود ہے، اور اس کے ساتھ ان کی رائے اور فہم ہو، نااہلوں کی بات اس بارے میں ہرگز نہ سنی جائیگی، خاص کر ایسے نااہلوں کی جن میں قابلیت کی تمام شرطیں قوی درجہ میں موجود نہ ہوں جیسا کہ اس وقت جو لوگ پردہ کے مخالف ہیں اور اس رسم کو مٹانا چاہتے ہیں، وہ سب اسی قسم کے ہیں جن کی لیاقت کی حالت یہ ہے محض انگریزی پڑھ کر یا قرآن کا ترجمہ دیکھ کر، یا برائے نام عربی ادب کی چند کتابیں پڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں، سو یہ تو کسی شمار میں بھی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی کہیں برابر ہوسکتے ہیں؟ اور جیسا کہ عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ دار سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر زمو اینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری دند

اور حالات کے بدلنے یا رائے کے بدلنے سے جو احکام بدلے جاتے ہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ

احکام شرعیہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں، جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارح خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پائی جاوے تو یہ حکم ہے، نہ پائی جائے تو دوسرا حکم ہے، اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے، جس نے قید کو موجود پایا ایک حکم کر دیا، جس نے اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا، اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں، خوب سمجھ لو۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہؓ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے، جس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

لَوْأَدْرَکَ رَسُولُ اللّٰهِ مَاأَحْدَثَتِ النِّسَاءَ بَعْدَهُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي اِسْرَائِيْلَ (رواه مسلم)

ترجمہ، اگر رسول اللہ ﷺ اس حالت کا مشاہدہ فرما لیتے جو عورتوں نے آپ ﷺ کے بعد اختیار کی ہے، تو یقیناً آپ ان کو مساجد و عیدگاہ جانے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا، اس کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے، کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا کریں، چنانچہ ارشاد ہے: **لَصَلٰوةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلٰوتُهَا فِيْ مِخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ بَيْتِهَا** (رواه الطبراني في الأوسط بسند جيد)

ترجمہ: کہ عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے، اس کو طبرانی نے اوسط میں سند جید سے روایت کیا ہے۔

مگر رسول اللہ ﷺ نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا، کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں، اور عام طبائع میں نیکی کا غلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا، جس کی وجہ سے فتنہ وفساد کا احتمال کمزور تھا، اور بعد میں عام طور پر حالت بدل

گئی، جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا، اور اسی قاعدہ پر فقہاء ومتأخرین کا یہ فتوی مبنی ہے، جس میں انہوں نے بعض محرموں کو نا محرموں کی مثل ٹھرایا ہے: **ویکره الخلوة بالصهرة الشابة لفساد الزمان**

ترجمہ: کہ جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا مکروہ ہے، کیونکہ زمانہ فساد کا ہے، اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتی ہے:

احتجبی منه یاسودة، جیسا کہ اوپر گذر چکا کہ حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے، کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً حضرت سودہؓ کا بھائی تھا۔

ویتأید هذه الفتوی بما فی الترغیب عن عقبة بن عامرؓ ان رسول الله ﷺ قال: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الحَمْوَ؟ قَالَ: الحَمْوُ المَوْتُ. رواه البخاري وَالمُسْلم والترمذي، ثمَّ قال: وَمَعْنَى كَرَاهَةُ الدُّخُولِ عَلَى النِّسَاءِ عَلَى نَحْوِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: لا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ. الحمو بفتح الحاء المهملة وتخفيف الميم واثبات الواو ایضا بالهمزة، ایضا هو ابو الزوج ومن اولیٰ به كالأخ والعَمِّ وَابنِ العَمِّ ونحوهم، وهو المراد ههنا كذا فسره الليث بن سعد.

اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا فقہاء کا یہ فتوی نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتوی میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور اسکی نظیر فقہاء کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے، جس کا اعتبار مؤلفۃ القلوب کے بارے میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض مالدار نو مسلموں کو باوجود مالدار ہونے کے محض دل جوئی کی غرض سے زکوۃ وغیرہ میں حصہ دیا جاتا تھا، حضور ﷺ کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا، کیونکہ اب ان مالداروں کی دل داری اور دل جوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی، جب کہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا، اسی قاعدہ پر امام

صاحب اور صاحبین کا یہ اختلاف مبنی ہے، کہ امام صاحب بوڑھی عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب وعشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے، اور صاحبین نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے، اور ہر ایک کے قول کی جدا جدا علت بیان کی گئی ہے، اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کیلئے بالاتفاق سب اوقات میں ممانعت ہے، ملاحظہ ہو ہدایہ، مقدمہ ختم ہو۔ اور اسی مقدمہ میں اجمالی طور سے تمام سوالوں کا جواب بھی آ گیا۔

اب صرف اتنا کام رہ گیا ہے کہ تفصیل کے ساتھ ہر سوال کے جواب کو اس پر منطبق کر کے دکھلا دیا جائے، اور بعض سطحی شبہات کا جواب دے دیا جائے، جو سرسری نظر میں واقع ہو سکتے ہیں، سو اس کو بھی عرض کرتا ہوں۔

جواب سوال اول

یہ صورت جائز نہیں کیونکہ اس میں پردہ ایک درجہ جو واجب تھا فوت ہو گیا، اور وہ تیسرا درجہ ہے، اور اس کو بلا ضرورت چھوڑا گیا کیونکہ تانگہ پر پردہ ڈال کر بھی تو نکل سکتی ہیں، پھر محض برقع پر کیوں کفایت کی گئی، اور اگر برقع بھڑکدار ہے، تو دوسرا درجہ بھی فوت ہوا، کیونکہ جن صورتوں میں برقع کے ساتھ نکلنے کی اجازت ہے، ان میں یہ شرط ہے کہ زیب زینت کے لباس میں نہ نکلیں۔

دوم : ہاں مسلمان عورتوں کو ایسا ہی پردہ کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے پردہ کا حکم شریعت میں ثابت ہو چکا ہے، جیسا کہ گذرا جس میں صرف ضرورت کے وقت کچھ آسانی اور وسعت ہو جاتی ہے۔

سوم : تمام بدن کو چھپا کر صرف چہرہ کھول کر نامحرموں کے سامنے (خادمہ کا) آنا یہ ادنی درجہ کا پردہ ہے، جو ضرورت اور مجبوری کے وقت کافی ہے، باقی گھر کے مردوں کو اس حالت میں خادمہ کا چہرہ کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے اس کی اجازت نہ ہوگی، حدیث میں لعن اللہ الناظر وارد ہے، کہ خدا نے دیکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے، یعنی جو بلا ضرورت نامحرم کو دیکھے، اور بات چیت اگر ضرورت سے ہے، تو ضرورت کی حد تک جائز ہے، اور بلا ضرورت لذت نفسانی کے لئے بات چیت کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے: اللسان يزني کہ زبان زنا کرتی ہے، اس کو ایک طویل

حدیث میں بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

چہارم: نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنا عورت کو حرام ہے، اور یہاں کوئی ضرورت نہیں، خصوصاً جبکہ اس صورت میں غالب بلکہ یقینی یہ ہے کہ عورتیں (سر وغیرہ کے چھپانے کا بھی اہتمام نہیں کرتی، اور ان نوکروں کے سامنے) کھلے سر پھرتی ہے، اور بعض دفعہ خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آجاتی ہے، جو کہ حرام ہے، اس لئے یہ صورت جائز نہیں۔

پنجم: سیاہ وسفید کے احکام میں شریعت نے کوئی فرق نہیں کیا بلکہ جوان عورت کو ہر حال میں محل فتنہ قرار دیا ہے، اس لئے سیاہ فام بدصورت عورت کو بھی بلاضرورت چہرہ کھولنا حرام ہے، نیز مشاہدہ یہ ہے کہ بعض لوگ سیاہ فام عورتوں کو گوری عورتوں سے زیادہ پسند کرتے ہیں، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ۔

اے پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک　ہرگز سیاہ چردہ ندیدم بدیں نمک

اور یہ بات مسلم ہے **لکل ساقطة لا قطة**، کہ ہر گری پڑی چیز کے لئے کوئی اٹھانے والا ضرور ہوتا ہے

ششم: سلیم الفطرت نیک دل پاکباز مرد کو بھی اجنبی جوان عورت سے بدون سخت مجبوری کے بات چیت کرنا اور بدون شہوت و بدنیتی کے ثابت نہیں، کہ صحابہؓ کی عورتوں کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے چہرہ کھولنا بلاضرورت تھا (بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ضرورت کیوجہ سے تھا) پھر ضرورت کی حالت میں حضور ﷺ ان کو کیسے منع فرماتے، خصوصاً آپ ﷺ حکم شرعی کو عام طور پر اپنے ارشادات میں ظاہر بھی فرما چکے تھے، تو اسکے بعد بعض عورتوں کا چہرا کھول کر آپ کے سامنے آنا (یقیناً) ضرورت کی وجہ سے تھا، اور نہ یہ ثابت ہے کہ اس وقت بے پردگی عام طور سے عادت تھی، چنانچہ یہ احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ عید کے دن حیض والی عورتوں اور پردہ میں بیٹھنے والیوں کو بھی (عیدگاہ لے جائیں) الحدیث، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اس میں ذوات الخذور کا لفظ (جس کے معنی پردہ میں بیٹھنے والیاں ہیں) اس دعوی کو ثابت کر رہا ہے، کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بے پردگی کی عام عادت نہ تھی۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط دینے کو رسول اللہ ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا الحدیث، اس کو ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا ہے، (مشکوۃ) اس میں عورتوں کا خود رسول اللہ ﷺ سے تیسرے درجہ کا (گہرا) پردہ کرنا مذکور ہے۔

(۳) ابو السائب ابو سعید خدریؓ سے ایک نوجوان (صحابی) کے قصہ میں جس کی شادی کو کچھ دن گذرے تھے، روایت کرتے ہیں کہ وہ نوجوان حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر گیا، تو اس کی بیوی دروازہ پر کواڑوں کے بیچ میں کھڑی ہوئی تھی، نوجوان نے اپنا نیزہ اس کی طرف سیدھا کیا، تا کہ اس پر حملہ کرے، اور جوش غیرت سے بیتاب ہو گیا، اس کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اس زمانہ کے لوگوں کی طبیعتوں میں ایسی جمی ہوئی تھی کہ نوجوان صحابیؓ دروازہ پر اپنی بی بی کو کھڑا دیکھ کر طیش سے بیتاب ہو گئے۔

اور قصہ افک میں جس میں منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر جھوٹا بہتان لگایا تھا، صحابہ کا خالی ہودج کا اونٹ پر باندھ دینا اور یہ خیال کرنا کہ اس میں حضرت عائشہؓ بیٹھی ہیں، نہایت مضبوط تائید ہے، اس وقت کی ڈول کی رسم کی اور کہاروں سے بی بی کے نہ بولنے کی (ورنہ ہودج باندھنے والوں کو حضرت عائشہؓ کی خاموشی سے شبہ ہوتا کہ شاید ہودج خالی ہے، ان سب احادیث میں صاف تصریح ہے کہ اس زمانہ میں ایسا ہی پردہ تھا، جیسا آج کل ہمارے اطراف کے شرفاء کی عورتوں میں رواج ہے۔

ہفتم: اول تو یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے (بدون دلیل کے) محض خیال کافی نہیں، دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حکم امہات المؤمنین کے ساتھ خاص ہے، تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ ہر جہت سے ان کے ساتھ خاص ہے، بلکہ ممکن ہے کہ پردہ کا تیسرا درجہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے حق میں تو اپنی ذات سے واجب ہو، اور عام مسلمان عورتوں کے حق میں عارض کی وجہ سے واجب ہو، اس صورت میں یہ درجہ واجب ہونے میں تو سب کے لئے برابر ہوگا، صرف حیثیت کا فرق ہوگا، نیز یہ درجہ واجب ہوے میں تو سب کے لئے برابر ہوگا، صرف حیثیت کا فرق ہوگا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس

پردہ کے واجب ہونے کی علتیں مختلف ہوں، ایک یہ کہ محض عزت واحترام کی وجہ سے واجب ہو، یہ تو حضور ﷺ کی ازواج کے ساتھ خاص ہو۔

دوسرے یہ کہ فتنہ وفساد کا دروازہ بند کرنے کے لئے واجب ہو یہ سب عورتوں کے لئے عام ہے، اور علی الاطلاق یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ پردہ کا تیسرا درجہ حضور ﷺ کی ازواج کے ساتھ خاص ہے، جبکہ دلائل سے اس کا عام طور پر واجب ہونا ثابت ہو چکا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، پھر جن آیتوں میں حضرات ازواج مطہرات کو اس پردہ کا حکم دیا گیا، ان میں حق تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے، اور وہ علت یہ ہے: ﴿ذَالِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾

ترجمہ: کہ یہ پردہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

اور یہ علت سب میں مشترک ہے، بلکہ ازواج مطہرات کے سوا دوسری عورتوں کی ضرورت زیادہ ہے، کیونکہ ازواج مطہرات میں تو دونوں طرف فتنہ وفساد کے اسباب موجود نہ تھے، اور دوسری عورتوں میں دونوں طرف ایسے اسباب معدوم نہ تھے، اور جب حکم کے ساتھ اس کی علت بھی مذکور ہو تو حکم کا مدار علت پر ہوگا، جہاں علت موجود ہوگی، وہاں حکم بھی ضرور ہوگا، اور یہ بات بہت ظاہر ہے، تو اب یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ کیوں کر خاص ہوسکتا ہے۔

الحمدللہ بقدر ضرورت جوابات ختم ہو گئے، اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو حضرت مولانا صاحبؒ کا رسالہ القول الصواب في تحقيق مسئلة الحجاب اور لطائف رشید یہ مؤلفہ حضرت مولانا گنگوہیؒ ملاحظہ فرمایا جاوے اب ایک بات بطور تذئیل کے عرض کر کے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

تذئیل

اگر اس وقت بے پردگی یا کم پردگی کی اجازت دی جائے قطع نظر ترک واجب کے جس کا بدلیل اثبات ہو چکا ہے، یقینی بات ہے کہ چند روز میں اس کی ایسی نوبت پہنچ جائے گی جس کی ان حامیان پردہ کو کہیں برائے نام گنجائش نہ ملے گی، پھر یہ حامیان پردہ میں داخل ہو کر انتظام کرنا چاہیں گے، اور ان کے قابو سے نکل جائیگا، اور پچھتائیں گے۔ واللہ اعلم کتبہ اشرف علی عفی عنہ یوم الجمعۃ ۲۶؍ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ

تتمہ تذئیل

قولہ ترک واجب الخ اقول اس واجب کا مصداق نفس پردہ ہے، اس کے علاوہ کچھ اور واجبات بھی پردہ کے متعلق متروک ہونگے، جو احادیث میں منصوص نہیں۔

مثلا (۱) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورتیں بدون سخت مجبوری کے نہ نکلیں گی، کیونکہ اس صورت میں بے پردگی میں ان کو گھر میں بیٹھنے کی عادت تو متروک ہو جائے گی۔

(۲) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ نکلنے کے بعد وہ سڑک کے کناروں پر دبی چلیں گی، وسط پر نہ چلیں، یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں۔

عن ابن عمر عن النبيِّ ﷺ لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الخُرُوجِ اِلَّا مُضْطَرَّةً الى قوله وَلَيْسَ لَهُنَّ نصيبٌ فِي الطُّرُقِ اِلَّا الحَوَاشِي. (رواه الطبرانی فی الکبیر)

(۳) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا جب پردہ نہ رہا، اور باہر بھی مردوں سے۔ اختلاط ہونے لگا تو پھر وہ بغیر اذن شوہر کے کسی کو گھر میں نہ آنے دیں گی۔

(۴) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت اعتیاد بے پردگی میں وہ باہر نکلنے کے لئے ہمیشہ شوہر سے اذن ضرور ہی لیا کریں گے، یہ دونوں امر اس حدیث میں مذکور ہیں:

عن معاذ ؓ قال قال رسول الله ﷺ لا يَحِلُّ لِامْرَأةٍ تُؤْمِنُ بِا للّٰهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ أنْ تَأذَنَ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا إلَّابِاذْنِهِ، وَلَا تَخْرُجُ وَهُوَكَارِهٌ وَلَا تُطِيْعُ فِيْهِ اَحَدً. رواه الطبراني فی الکبیر والحاکم في المستدرک والبیهقي في سننه .

(۵) اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب دل کھل گیا تو وہ قصداً کسی اجنبی کو نہ دیکھیں گی، اور (۶) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ان کو کوئی اجنبی نہ دیکھے گا، یہ دونوں، امر اس حدیث میں مذکور ہیں۔

عن علي أنَّه كانَ عندَ النبِيِّ ﷺ فقالَ: أيُّ شيءٍ خَيْرٌ لِلْمَرْأةِ؟ فَسَكَتُوا، فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ أيُّ شَيءٍ خَيْرٌ لِلْنِّسَاءِ؟ قَالَتْ: لَايَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَوْنَهُنَّ. فَذَكَرْتُ ذَلِکَ لِلنَّبِي ﷺ فَقَالَ: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّي. رواه البزار والدارقطني في

الا فراد.

اور (۷) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا اس حالت میں ان کو دیکھ کر اجنبی مردوں کے دل میں شیطانی وسوسے نہ آویں جس کا انسداد کامل پردہ سے ہو رہا ہے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن جابرؓ قال: قال رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ. رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے.

اور (۸) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا ناگہانی نظر پڑنے کے بعد فوراً نظر کو ہٹا دیا جاوے گا، اور کامل پردہ میں تو دوبارہ نظر کا قصد ہی نہیں ہوتا، یہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

عن جابرؓ بن عبد الله قال سألتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظْرِ الْفَجْأَةِ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَصْرِفَ بَصْرِيْ. رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق (حکم) دریافت کیا تو مجھ کو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ (فوراً) نظر کو اٹھا لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور (۹) اس کا کیا انتظام ہوگا کہ غیر محرم سے بلا ضرورت اور بے تکلف باتیں نہ کیا کریں گی اور بضرورت بات کرنے کے لئے شوہر سے اجازت لیا کریں گی؛ کیونکہ اب تو پردہ کے سبب تکثیر کلام کی نوبت نہیں آتی، اس لئے قلیل کا انتظام آسان ہے، اور خود طبیعت میں بھی خجلت غالب ہے، اس کا ذکر ان حدیثوں میں ہے۔

عن عمروؓ قال نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُكَلَّمَ النِّسَاءُ اِلَّا بِاِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ رواه الطبراني في الكبير وعن الحسن مرسلا قال بلغني أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال: لَا تُحَدِّثَنَّ مِنَ الرِّجَالِ اِلَّا مُحْرِماً. رواه ابن سعد.

ترجمہ : حضرت عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے: کہ عورتوں سے بدون شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

اور حسن (بصری) سے مرسلاً روایت ہے: وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں اس کو ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

(۱۰) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا بالخصوص شوہر کے اقارب کو بے تکلف آمد ورفت اور خلط ملط سے روکا جا سکے گا۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن عُقْبَةَ بْنَ عامرٍؓ قالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَرَايْتَ الحَمْوَ؟ قَالَ: الحَمْوُ الْمَوْتُ . رواه البخاري ومسلم .

عقبہ بن عامرؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو کسی نے کہا: یارسول اللہ! شوہر کے بھائی (باپ وغیرہ) کا کیا حکم ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا، شوہر کا بھائی (باپ وغیرہ) تو موت ہے اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے.

(۱۱) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس بے تکلف اختلاط اور ارتباط میں کبھی خلوت کا موقع پیش نہ آوے گا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

عن عمر عن النبی ﷺ لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَاالشَّيْطَانُ (رواه الترمذی من جریدة الانصار الخامس المحرم ۵۴۷)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے (یہ روایت اخبار الانصار بابت ۵/محرم ۱۳۴۷ھ سے ماخوذ ہیں۔

(۱۲) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اجنبی کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ نہ لگ سکے گا، اس کا ذکر ان حدیثوں میں ہے:

عن ابي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حديث طويل: اليَدُ زِنَاهَا البَطْشُ الحديث رواه مسلم ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ کا زنا (نامحرم کو) پکڑنا ہے، الحدیث اس کو مسلم (اور بخاری) نے روایت کیا ہے

وعَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لأنْ يُطْعَنَ في رَأسِ اَحدِكُمْ بِمَخَيْطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمَسَّ امرأةً لاتَحِلُّ لَهُ. رواه الطبرانى والبيهقى ورجال الطبرانى ثقات، رجال الصحيح.

اور معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں، اس کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقات ہیں صحیح (بخاری) کے راویوں میں سے ہیں۔

یہ تو آخرت کی مضرتیں ہیں اور دنیا میں اس مس سے کبھی حرمت مصاہرت بھی لازم آجاتی ہے جس سے عمر بھر کے لئے بی بی حرام ہوجاتی ہے۔

(۱۳) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت میں عورتیں زیب وزینت سے نہ نکلے گی اور میلی کچیلی نکلنے کو ذلت سمجھیں گی، اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

وعن عائشةؓ قالتْ: بَيْنَمَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ اِذْ دَخلَتْ اِمْرأةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِينةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَبِيُّ ﷺ: يَاأَيُّهَاالنَّاسُ انْهَوا نِسَائَكُم عَنْ لُبْسِ الزِّينَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ فَإنَّ بَنِي اسْرَائِيلَ لَم يُلْعَنُوا حَتَّى لَبِسَ نِسَاؤُهُم الزِّيْنَةَ وَتَبَخْتَرْنَ فِي الْمَسَاجِدِ. رواه ابن ماجه.

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ مزینہ کی زیب وزینت کے لباس میں مٹکتی ہوئی مسجد میں آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجد (وغیرہ) میں مٹکنے سے

روکو، کیونکہ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی؛ جب تک ان کی عورتوں نے زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجدوں (وغیرہ) میں مٹکنا اختیار نہیں کیا، اس کو ابن ماجہ روایت کیا ہے.

(۱۴) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ عورتیں باہر نکلنے کے وقت عطر وغیرہ نہ لگاویں گی اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عن ابی موسی قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَكُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ. رواه النسائی وابن حبان فی صحیحهما ورواه الحاکم ایضا وقال صحیح الاسناد (من الترغیب والترهیب للمنذری)

ترجمہ ابوموسیٰؓ (اشعری) سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے جو عورت عطر لگا کر مردوں کے پاس گذرے تا کہ وہ اس خوشبو سونگھیں وہ عورت زنا کار ہے، اور ہر آنکھ (جو اس کو دیکھیں) زنا کار ہے، اس کو نسائی نے (سنن میں) اور ابن خزیمہ وابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی (مستدرک میں) روایت کیا، اور کہا اس کی اسناد صحیح ہے. یہ سب روایات ترغیب وترھیب منذری سے ماخوذ ہیں۔

(۱۵) اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ چہرہ اور کفین کھولنے کی حالت میں سر اور ساعد اور حلقوم بالکل مستور رہیگا، اس کا ذکر اس حدیث میں ہے.

عن اَسْمَاءَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَااَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ يُرَى مِنْهَا إلَّا هَذَا وَهَذَا، وَأَشَارَ اِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ. رواه ابو داود وقد مر الحدیث فی اصل التقریر مع درجة هذا الستر.

ترجمہ: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ جائز نہیں کہ مرد اس کے کسی عضو کو دیکھیں سوائے اس کے اور اس کے اور حضور ﷺ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا (کہ بس ان دونوں کا کھولنا جائز ہے) اور اس کو

ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور یہ حدیث اصل جواب میں بھی گذر چکی اور وہاں اس پردہ کا درجہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔

(۱۶) اوراس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ شوہر جب عورت کو ان حدود سے ذرا نکلتا دیکھے گا تو وہ بالالتزام وبالدوام اس کو زجر کیا کرے گا، ورنہ دیوث کی وعید میں داخل ہوگا، اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَن عَمَّارِ بنِ يَاسرٍؓ رفعه ثَلثةٌ لا يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ اَبداً الدَّيُوثُ والرَّجْلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَمُدْمِنُ الخَمرِ قالوا: فما الديوث: قال: الذي لا يُبَالِي مَنْ دَخَلَ عَلَى اَهْلِهِ. للكبير مطولاً.

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے، دیوث اور مردانی شکل بنانے والی عورتیں، اور ہمیشہ شراب پینے والا، صحابہؓ نے عرض کیا: کہ دیوث کون ہے؟ فرمایا: جس کو اس کی پرواہ نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے، اسکو طبرانی نے کبیر میں طول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۷) اوراس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب مردوں اور عورتوں میں خلط ملط ہو جائے گا تو کبھی ایسا موقع نہ ہوگا کہ مرد عورتوں کے درمیان چلنے لگے اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

(ابن عمر) نهى النبى ﷺ اَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ المَرْأتَيْنِ. لابي داود من جمع الفوائد.

ترجمہ، عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا، اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے، یہ سب روایات جمع الفوائد سے ماخوذ ہیں۔

(۱۸) اوراس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ان کے چلنے میں زیور کی آواز مطلقاً پیدا نہ ہوگی، اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلا يَضْرِبْنَ بِأرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ: ترجمہ اور عورتیں اپنے پیروں کو (زمین

پر) نہ ماریں تاکہ (مردوں کو) ان کی مخفی زینت معلوم ہو جائے۔

(۱۹) اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ باہر نکلنے کے وقت عورتیں مردانہ جوتے نہ پہنیں گی اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عن ابن ابي مُلَيكةَ قالَ: قِيلَ لِعائِشَةَ اِنَّ اِمْرَأةً تَلْبِسُ النَّعْلَ، قالتْ: لَعَنَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجْلَةَ مِنَ النِّسَاءِ. رواه أبو داود (من مشكوة)

ترجمہ: ابن ملیکہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتہ پہنتی ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مردانی شکل بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ)

(۲۰) اور اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ کبھی عورت بدون محرم کے سفر نہ کرے گی، جس کی ممانعت کی احادیث مشہور ہیں، تمت التتمہ۔

رفع اشتباہ

اور حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک پر اس زمانہ کا قیاس صحیح نہیں، نہ مرد ویسے رہے نہ عورتیں ویسے رہیں، نہ باعتبار حالات کے نہ باعتبار خیالات کے نہ ضرورتیں اس درجہ کی رہیں، اور نہ حدود وتعزیرات باقی رہے، جو مفاسد محتملہ کے مانع وقانع تھے ایسے ہی قیاس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

رفع انتباہ

ان مذکورہ بے انتظامیوں اور بے احتیاطیوں کی حالت میں جو کہ تتمہ میں مذکور ہیں، اور ان حالات وخیالات کے تفاوت میں جو کہ رفع انتباہ میں مذکور ہیں، خصوص جبکہ اس کے ساتھ تعلیم حال بھی مجتمع ہو جاوے، کہ اس وقت اس کی بھی کوشش کی جا رہی ہے، اور جس کے لئے آزادی وبیباکی لازم یقینی ہے، سو اس مجموعی فضا میں جبکہ عورتیں، اس شعر کا مصداق ہو جائیں گی ؎

دیداری نمائی وپرہیزی کنی
بازار خویش آتش ما تیزی کنی

اور مرد اس شعر کا مصداق ہو جائیں گے ؎

ملحد گرسنہ درخانہ خالی برخواں　　عقل باور نکند کررمضاں اندیشد

پھر مصلحین کا قوم سے حفظ عفت کی فرمائش کرنا (جس کی ضرورت کا انکار نہیں ہوسکتا) بالکل اس شعر کا مصداق ہوگا ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ　　بیچ سمندر کی گہرائی میں تو نے مجھے قید کردیا
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش　　پھر تو کہتا ہے دامن تر مت کر بیدار ہو جا

(کتبہ اشرف علی بعد نصف اشہر من کتابہ الاصل)

ضمیمہ

اس میں تین جزو ہیں، اول کے دو مضمون بعنوان تفریع (بالفاء وتقریع بالقاف) اس احقر کے ہیں، جس کو رسالہ قبول الصواب فی شمول الحجاب پر (جو کہ مبحث پردہ پر ایک تو تعلیم یافتہ کا جدید روشنی والوں کے مذاق کے موافق لکھا ہوا ہے) بطور تائید کے لکھا ہے، اور ایک مضمون مولوی حبیب احمد صاحب کا ایک اخباری مشورہ کا جواب ہے، فتوی بالا کے مناسب ہونے کے سبب اس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

جزء اول تفریع نقلی وشرعی

جو آیات واحادیث اوپر گذری ہے، اور ان سے جو اصول مستنبط ہوئے جن کا سد باب فتنہ ہے، ان کی بناء پر فقہاء اسلام نے جو کہ حکمائے امت ہیں، جو فتاوی ارشاد فرمائے ہیں، ان میں سے بعض کو نمونہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے۔

(۱)　عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرآت کرنا جائز نہیں۔

(۲)　عورت کا حج میں لبیک پکار کر کہنا جائز نہیں۔

(۳)　اگر عورت مقتدی ہو (مثلاً اپنے زوج محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے) اور امام کو

کچھ سہو ہو گیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار دے تا کہ امام اس کو سن کر سمجھ جاوے کہ میں کچھ بھولا ہوں، اور پھر سوچ کر یاد کر لے۔

(۴) جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔

(۵) جب قرأت بالجہر وتلبیہ بالجہر اور سہو امام کے وقت سبحان اللہ کہہ دینا، جیسا مرد مقتدی کہتا ہے، اور سلام جائز نہیں، تو بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار سنانا یا خط و کتابت کرنا جو کہ کلام سے زیادہ جذبات کو ہیجان میں لانے والا ہے، یا اخبار میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے، کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے، کیسے جائز ہوگا؟

(٦) اجنبیہ سے بدن دبوانا جائز نہیں ہے۔

(۷) تو اس کا ہاتھ میں لینا جیسا جاہل یا بے احتیاط پیر بیعت دست بدست کرتے ہیں، کیسے جائز ہوگا؟

(۸) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلان نفس کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔

(۹) آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اس کا دیکھنا جائز نہیں، اس بناء پر اس کا فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔

(۱۰) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا بالعکس اگر نفس کو اسمیں لذت ہو مکروہ ہے۔

(۱۱) رضاعی بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا (گویا سب محارم ہیں) مگر فتنہ زمانہ پر نظر کر کے ان سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۲) عورت کے بال اور ناخن گو بدن سے جدا ہو گئے ہوں ان کا دیکھنا جائز نہیں۔

(۱۳) اجنبی عورت کے تذکرے سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔

(۱۴) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے۔

(۱۵) حتی کہ اگر اپنی بی بی سے متمتع ہو اور تصور اجنبیہ کا کرے وہ بھی حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ بروئے ایک حدیث کے شیطان کا جال ہے، جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے،

اسی قدر اس سے، حضرت مولانا رومیؒ نے دفتر پنجم

''سبب کشتن ابراہیم خروس را'' کی سرخی میں اس مضمون ایک خاص عنوان سے ارشاد فرمایا ہے:

گفت ابلیس لعین دادار را   دام رفتے خواہم ایں اشکار
مردود شیطان نے حاکم کو کہا   جال پڑ گیا میں اس شکار کو چاہتا ہوں

اس کے بعد اسباب فتنہ کے پیش کئے جانے کا اور ابلیس کے راضی ہونے کا پھر سب کے آخر میں اس زیر بحث جال کو دیکھ کر اس کے خوش ہونے کا، اور اس کو کافی سمجھنے کا ذکر فرمایا۔

چونکہ خوئی زنان ما او نمود   کہ ز عقل و صبر مرداں می ربود
پس زد انگشتک برقص اندر رفتاد   کہ یدوز دتر رسیدم بر مراد
چوں بدید آں چشمہائے پر خمار   کہ کند عقل و خرد را در خمار
واں صفائے عارض آں دلبراں   کہ بسوزد چوں سپند ایں دلبراں
روئے و خال و ابر دولت چوں عقیق   گوئیا خور تافت از پردہ رقیق
قد چوں سرو حراماں در چمن   خد ہمچوں یاسمین و نسترن
چوں کہ دید آں غنج برجست اوسبک   چوں تجلی حق از پردہ تنک
عاملے شد والہء و حیران و دنگ   زاں کرشم دزاں و لال نیک شنگ

جز و دوم تفریع عقلی و طبعی

دلدادگان تہذیب جدید عقل و فطرت و مشاہدہ پر اتنا دم دیتے ہیں کہ اس کے پیچھے اکثر شریعت کو رد کر دیتے ہیں، مگر اس مسئلے میں کورانہ تقلید یورپ نے ان کے جذبات و فلسفے کو ایسا چر لیا کہ یہ بھی خیال نہ کیا، کہ یہ مسئلہ تو ایسا صریح عقلی بلکہ طبعی ہے، کہ اگر شریعت اس سے کچھ بھی تعرض نہ کرتی تو بھی ایک طرف طبعی غیرت، اور اخلاقی شرافت، اور دوسری طرف واقعات کا مشاہدہ ہر صحیح المزاج، سلیم الفطرت کو پردے کی ضرورت پر مجبور کرتا، یہ تو شریعت کا احسان ہے، ہمارے قوّائے حسیہ و نفسیہ کو تعب سے بچا کر مفت، اس مسئلے کی تعلیم فرما دی ۔

جس کا ان حضرات نے یہ قدر کی سچ ہے۔

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

ترجمہ: جب مقصد (سامنے آجاتا) کمال چھپ جاتا ہے دل کے سو پردے دیدار کی جانب ہو جاتے ہیں۔

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار کے شناسد ظالم از مظلوم زار

ترجمہ: جب قاضی رشوت کے بدلے فیصلہ دے کیسے ظالم سے دربائندہ مظلوم پہچانا جا سکتا ہے ۔

اس لئے سخت ضرورت ہے، کہ اس مضمون کو ان اشعار دعائیہ کے قبل ختم نہ کیا جاوئے۔

اے خدا کر میرے دل کو بے غرض ہے غرض دل کے لئے بئس المرض
جب غرض سے دل ہو خالی ای خدا بھر دے اپنے عشق سے سرتا بہ پا
اور مرے تن میں بجائے آب وگل درد دل ہو درد دل ہو درد دل

واللہ المجیب لکل دعاء ومنہ الا بتداء والیہ الا نتہاء

۳؍ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

جزوسوم ایک اخباری مشورہ کا جواب دربارۂ حجاب

الانصار میں ایک مضمون بعنوان (علماء امت شرعی پردہ کی تشریح کریں) شائع ہوا تھا جو کہ اخبار ہمدرد سے ماخوذ ہے، اس میں علماء سے درخواست کی گئی ہے، کہ وہ اس باب میں ایک متفقہ فتوی شائع کریں، اور بصورت ایسا نہ ہونے کی دھمکی دی گئی ہے، کہ جب رفتار زمانہ نے وہ کچھ کر دیا جو نہ ہونا چاہئے تھا، تو کسی کے لئے دھرے کچھ نہ بن سکے گا اور جس طرح انگریزی کی تعلیم کے متعلق مسلمان رو رہے ہیں، اور پچھتا رہے ہیں، اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کف افسوس ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے گا، اور اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار یوں کیا گیا ہے، کہ غالباً یہ آزادی خیالی کی افراط ہے، اور ہمارا مروجہ پردہ تفریط کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الامو راوسا طھا کے بموجب نکالا جا سکتا ہے۔

اس کے متعلق ہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ علماء سے کسی متفقہ فتوی کی توقع رکھنا تو محض فضول ہے، کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں:

(۱) آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے (۲) اور دوسرا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے۔

پس جب کہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے، تو راویوں میں بھی اختلاف لازم ہے، اس کے علاوہ بعض نظر عمیق ہوتی ہے، اور بعض کی نظر سطحی، اس لئے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے، پھر ہندوستان میں ایسے بھی لوگ ہیں جو علم دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے، اور مذہب میں مداخلت کر کے علماء کے منصب کو غصب کر چکے ہیں، اب اگر مذہبی علماء اتفاق بھی کر لیں، تو ان بہروپیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا، پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے، اور عدم اتفاق کی صورت میں عورتوں کا پردہ دری پر اتر آنا لازم ہے، جیسا کہ مضمون نگار کا بیان ہے۔

تو اب ہمیں بجز فصبر جمیل پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں، اور ہمیں اس پردہ دری اور اس شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اس طرح آمادہ رہنا چاہئے، جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج کے لئے آمادہ ہیں۔

مضمون نگار میں اگر ایمان وانصاف کا کوئی حصہ ہوتا، تو وہ ان لوگوں کی رائے کی قدر کرتا، جو انگریزی کو کفر کہتے تھے، کیونکہ واقعات نے ان کے خیال کی صحت کو روز روشن کی طرح صحیح ثابت کر دیا ہے، چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، سب انگریزی پڑھنے کے برکات ہیں، چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے، کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے، اس کو چھوڑ دو، کسی طرف سے شور ہوتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ داری ہے، اس لئے خوب سود لو ، کوئی آواز دیتا ہے کہ پردہ ظلم ہے وحشت ہے، مانع ترقی ہے اسے اٹھا دو، کوئی چیختا ہے کہ خدا نے کمسنی کی شادی کو جائز رکھ کر قوم کو نقصان پہونچایا، اسے منسوخ کر دو کوئی کہتا ہے، کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا ہے، اور یہ خدا کی غلطی ہے، اس لئے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو، کوئی کہتا ہے کہ پرانے فقہ نے ہمیں تباہ کر دیا، نیا فقہ بناؤ، جس میں تمام حرام چیزیں حلال

کردی جائیں، کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کردو وغیرہ وغیرہ، الغرض دنیا میں ہر طرف یہ ہی شور ہے۔

اور یہ شور صرف انگریزی والوں نے اٹھا رکھا ہے، جس میں دنیا پرست مولوی بھی شریک ہو گئے ہیں، اور یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے، لیکن مضمون نگار بجائے ان کی تصویب کے الٹا ان کو بیوقوف بناتا ہے۔

اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یوں ہی وہ کل پردہ مروجہ کی حمایت پر پچتائیں گے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے، نہ کبھی پچتائے اور نہ وہ پچتائیں گے۔

جو پردۂ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنی رائے کے صحت پر نازاں ہیں، یوں ہی حامیان پردہ، پردہ دری کے مفاسد کو دیکھ کر کل کو اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے، جبکہ ہندوستان علانیہ زنا اور فسق وفجور کی وجہ سے رشک یورپ ہوگا، اور نہ ہندوستان میں کوئی صحیح النسب ملے گا، اور نہ کوئی شریف، اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے، جبکہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو ان کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی، اور ان کو ان کی حریت اور تمدن کا مزہ چکھایا جاوے گا۔

الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پچتانے کی کوئی وجہ اور نہ پردہ مروجہ کی حمایت پر، اگر بد دینوں نے انگریزی کے باب میں علماء کی مخالفت کریں گے، تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے، اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، رہی یہ بات کہ علماء اگر کسی معتدل بات پر متفق ہو جاویں، تو اس فتنہ کی آگ رک سکتی ہے، سو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جن باتوں پر علماء متفق تھے، ان میں اہل ہویٰ نے کب ان کا ساتھ دیا، اسی طرح اگر پردہ کے باب میں متفق ہو جاویں، تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے، اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے، وہ علماء کے فتویٰ کو کب مانیں گے، ایسی حالت میں علماء کو حق پر

قائم رہنا لازم ہے، خواہ اہل ہواء کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت، علماء صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں، اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں۔

﴿ وَلَئِنَ اتّبَعْتَ اَھوَاءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَلِیٍّ وَلَا نَصِیْرٍ ﴾

اب ہم مضمون نگار کی اس رائے کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں، جس کو اس نے خیر الامور اوسطھا کہا ہے، اور کہتے ہیں کہ مضمون نگار کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ عورتوں کو اتنا مقید کیا جاوے کہ وہ گھروں کے اندر محبوس رہیں، اور نہ اتنا آزاد کہ کھلے بندوں پھریں، بلکہ ان کو برقع میں لپیٹ کر آزادی دی جائے، جیسے مسٹر محمد علی آزاد ہیں، لیکن اس میں اول تو یہ کلام ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانون شرعی کی بناء پر کی ہے، یا اپنی ذاتی رائے سے اگر آپ نے یہ تجویز کسی شرعی قانون کی بناء پر کی ہے، تو اس کو پیش کیا جاوے۔

اور اگر ذاتی رائے سے کی ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ دین الہی میں اپنی رائے کو دخل دیں، اور اگر آپ نے یہ تجویز خیر الامور اوساطھا سے استنباط کی ہے، تو ہمیں منتظر رہنا چاہئے کہ آپ ایک دن توحید خالص کو افراط اور شرک ہنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں کی تثلیث کو **خیر الامور اوسطھا** قرار دیں گے، اے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے پڑے ہو، اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا کے قوانین کماھی تسلیم نہیں، تو صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔

دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے، اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دین کو ظلم اور جبر اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے، ہم صاف کہتے ہیں کہ پردہ مروجہ بھی اس پردہ سے گرا ہوا ہے، جس کو شریعت لازم کرتی ہے۔

کیونکہ اس میں بہت سے غیر محرموں سے پردہ نہیں کیا جاتا، جیسے چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، اور نہ جن سے پردہ کیا جاتا ہے، ان سے پردہ میں کافی احتیاط برتی جاتی ہے۔

اس لئے شرعاً اسے اور سخت کرنے کی ضرورت ہے، اور اس میں کوئی تخفیف نہیں ہوسکتی، پردہ سے شریعت کا مقصود عفت ہے، پس جو طریق ایسا اختیار کیا جاوے، جس میں عفت پر بُرا اثر پڑتا ہے، اور وہ ناجائز ہے، خواہ عورتیں کھلے منہ پھریں، یا برقعہ اوڑھ کر، کیونکہ کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی، اور ان سے بے تکلف باتیں کریگی، تو اول تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو (کہ خوبصورت ہے یا بدصورت جوان ہے یا بوڑھی) وغیرہ خود نظر سے اور انداز گفتگو سے بھانپ لیں گے، اور اگر بالفرض نہ بھانپ سکیں تو وہ ان باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے، جس سے عفت خطرے میں پڑ جاوے گی، دوسرے خود عورتیں، برقع کی جالی سے مردوں کو دیکھیں گی، اور چونکہ عورتوں میں بھی جذبات شہوانی ہوتے ہیں، اس لئے جو مرد انھیں پسند ہوگا، اس کے پھانسنے کی وہ وہ خود کوشش کریں گی، اور جب عورتیں خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلا کی اجازت دینا ضرور شرعی مقصد کے خلاف ہے، اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔

اسی وجہ سے جس طرح شارع نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے، یوں ہی اس نے عورتوں کو بھی غیر مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے، چنانچہ جناب رسول ﷺ نے امہات المؤمنین کے اس سوال کے جواب میں کہ ابن مکتوم نابینا ہیں، وہ ہم کو نہیں دیکھ سکتے، اسلئے ان سے پردہ کی ضرورت ہے فرمایا تھا کہ وہ نابینا ہیں، تم تو نابینا نہیں ہو، پس اگر وہ تم کو نہ دیکھیں گے تو تم تو انھیں دیکھوگی، پھر پردہ کیا ہوا۔

اس سے شرعی پردہ کی حقیقت خوب واضح ہوتی ہے، علاوہ ازیں جناب رسول ﷺ اور صحابہؓ اور انکے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیبیوں اور رشتہ داروں کو برقع اڑھا کر اپنے ساتھ لئے پھرتے ہوں، اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے، اور ان سے لکچر دلاتے، اور تقریریں کراتے، اور دوست آشناؤں سے ملاقاتیں کراتے ہوں، پس اگر شرعی پردہ ہوتا جس کو آج خیر الامور اوسطھا کہا جاتا ہے، تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے، اور آزاد خیالوں

کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے، دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعہ افک پیش آیا ہے۔

اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ تھیں، مگر برقع پہنے ہوئے؛ اور آزاد نہ تھیں، بلکہ آج کل کی عورتوں کی طرح محمل میں تھیں، اسی طرح جنگ جمل میں بھی حضرت عائشہؓ برقع پوش نہ تھیں، بلکہ محمل میں تھیں، اگر اس زمانہ میں برقع پہن کر آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی، تو محمل کی کیا ضرورت ہوتی، اور اس زمانہ میں برقع پہن کر شہروں میں اور جنگلوں میں اور مجمعوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جارہی ہے، وہ وہ ہے جس سے نہ جناب رسول اللہ ﷺ واقف تھے نہ صحابہؓ نہ تابعین اور ائمہ مجتہدین اور نہ دوسرے مسلمان، پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتوی کیونکر دے سکتے ہیں۔

صاحبو! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں، چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، سو اگر تم کو بھی جرائم کا شوق ہے، تو شوق سے کرو، مگر خدا کے لئے قانون الٰہی کو نہ بدلو، اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو بلکہ جرم کو جرم سمجھو، اپنے کو گنہگار سمجھو، دوسروں کو بددینی کی دعوت نہ دو، ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو، اور قانون الٰہی کی تحریف کر کے جرائم کو قانون خداوندی میں داخل کر کے خدا کو نعوذ باللہ جاہل سمجھ کر دوسروں کو خدا کے دین سے روک کر تم مسلمان نہیں رہ سکتے۔

تمت الضمیمة وبتمامها تمت الفتوی بجمیع اجزائها ولواحقها

عورتوں کی تعلیم اور پردہ کے احکام

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ٢١/ شعبان ١٣١٤ھ وفات: ١١/ شوال ١٣٩٦ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:

(۱) مسلمان آزاد و بالغہ عورت منہ و ہاتھ وقدم کھول کر باہر آمد ورفت کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) عورت مذکورہ برقع اوڑھ کر کسی غیر محرم سے گفتگو یا تعلیم حاصل کرسکتی ہے؟

(۳) آجکل مروجہ طریق سے جو مسلمان بالغہ لڑکیاں کھلی گاڑیوں میں منہ ہاتھ کھول کر اسکول کالج میں پڑھنے جاتی ہیں اور غیر محرم مدرسوں سے تعلیم حاصل کرتی ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۴) **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** اس سے کونسا علم مراد ہے؟ (۵) کن ضرورتوں کے وقت عورتیں برقع لے کر باہر آمد ورفت کرسکتی ہیں۔

(٦) شریعت نے عورتوں کے لئے مردوں کی طرح تحصیل علوم وفنون میں اختیار دیا ہے یا نہ؟ فی زمانانہ خصوصاً عورتوں کو تعلیم انگریزی اعلیٰ پیمانہ پر حاصل کرنا جائز ہے یا قطعی حرام؟

(۷) مخالفین قرآن وحدیث سے حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آزاد بالغہ مسلمہ کو منہ ہاتھ قدم کھول کر سینہ گردن وتمام بدن پر چادر ڈال کر جہاں چاہے آمد ورفت کرسکتی ہیں، اُن کا مستدل یہ آیت ہے ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِی قُلْ لِاَ زْوَاجِکَ وَبَنَا تِکَ﴾، الایۃ، اس آیت سے مفسرین نے کیا مستنبط کیا ہے، اور جمہور علماء کی اب کیا رائے ہے اور یہی آیت نقاب کو ثابت کرتی ہے یا نہیں؟

(۸) مرد عورت کیلئے مقدار فرض علوم شرعیہ کو چھوڑ کر دیگر علوم وفنون میں منہمک ہوجانا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) اجنبی مرد وعورت اجنبیہ پر معاً نظر پڑ جانے سے سلام مسنون کا کچھ حکم ہے؟ (۱۰) غیر محرم مرد کا غیر محرم عورت کی طرف بلا خواہش دیکھتے رہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱) عورتوں کے لئے علم انگریزی سیکھنے کی کیا صورت ہے؟ (۱۲) عورتوں کو نقاب ڈالنا زمانہ آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب : سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس مخالفت کا منشاء ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ قرآن وحدیث کو دیکھ کر ان لوگوں کو پردہ کشائی کا حکم معلوم ہوا، اور اس لئے وہ پردہ کا خلاف کر رہے ہیں بلکہ اس کا منشاء محض یورپ کی کورانہ تقلید ہے، اور مذہب سے آزادی ہے، اس لئے اس کا جواب وعلاج نہ فتووں سے ہے نہ قرآن وحدیث کے صحیح مطالب اُن کے سامنے پیش کرنے سے؛ بلکہ اصلی علاج یہ ہے کہ کسی طرح اُن کے قلوب میں قرآن وحدیث کی اور خدا اور رسول کی عظمت ومحبت اور خدا کا خوف پیدا ہو، تو واللہ ان شبہات میں سے ایک بھی شبہ ایسا نہیں جو کسی سمجھدار انسان کو پیدا ہو سکے، اس مسئلہ پر ہندوستان میں قدیم سے بہت سے رسائل مستقل لکھے جا چکے ہیں اور ابھی تقریباً تیسرا سال ہوتا ہے کہ اخبارات میں اس مسئلہ کا ایسا طوفان اُٹھا تھا کہ کوئی پرچہ اس سے خالی نہ تھا، اس سلسلہ میں بھی ہزاروں مضامین اور کافی شافی بحثیں ہر ایک آیت وحدیث پر آ چکی ہیں، اگر کسی کو قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہو تو وہ کافی ہیں، اور نہ کرنا ہو تا اس جگہ دو مسئلے جدا جدا ہیں اکثر شبہات تو ان دونوں کے اختلاط اور جہالت سے پیدا ہو گئے ہیں وہ یہ کہ ایک تو حکم ستر نماز کا ہے اور ایک مسئلہ حجاب وپردہ پوشی یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو حکم ہیں، ستر نماز کیلئے تو چہرہ اور ہاتھ اور قدم کا ڈھانپنا ضروری نہیں، اور جن فقہاء نے ان کے کھولنے کو تجویز کیا ہے، وہ ستر نماز ہی کے متعلق لکھا ہے، اور دوسرا مسئلہ یعنی حجاب کے متعلق یہ ہے کہ اُس کا اصل مدار فتنہ پر ہے جتنا زیادہ احتمال فتنہ کا ہو اسی قدر اس کا انسداد ضروری ہے، چہرہ کھولنے میں بالکل ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ فتنہ ہے، بازو تک ہاتھ یا کمر وغیرہ کھولنے میں بھی اتنا فتنہ نہیں جتنا چہرہ کھولنے میں ہے، اس لئے چہرہ کا اجنبی آدمیوں سے چھپانا مسئلہ حجاب میں نہایت ضروری ہے، اگرچہ مسئلہ ستر نماز میں ضروری نہیں یعنی نماز چہرہ کھول کر ہو جاتی ہے مگر اجنبی کے سامنے چہرہ کھول کر جانا جائز نہیں بلکہ یہ اُن اشد معاملات میں ہے جن میں فقہاء نے اپنی بیوی کو مارنے اور تعزیر دینے کی بھی اجازت دی ہے۔

درمختار کتاب التعزیر میں ہے: **ویعزر الزوج الزوجة علی ترکها الزینة الی قوله او کشفت وجهها لغیر محرم** . اسی طرح عالمگیری کتاب الحظر والاباحۃ میں، اور عامہ کتب

فقہ کی کتاب الکراھیۃ وغیرہ میں صراحۃ چہرہ غیر محرم کے سامنے کھولنے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، مگر ان بے علم مجتہد اور آزاد خیال کو کیا کیا جائے کہ فقہ کا ایک باب دیکھ کر فتوی جاری کر دیا، دوسرے ابواب سے قطع نظر ہے۔

دوسری بات یہ سمجھئے کہ مسئلہ حجاب قرآن مجید میں بتدریج نازل ہوا ہے، ابتدائے اسلام میں بالکل پردہ نہ تھا، پھر ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ الاية اور ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ وغیرہ آیات نازل ہوئی جن میں پردہ کا ابتدائی درجہ مذکور ہے، اس کے بعد دوسری آیات آئی جن میں پردہ کا خاص اہتمام ظاہر ہوتا ہے، ﴿وَاِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً اِلى قَولِه مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾ وغیرہ یہاں تک کہ بالکل گھر کے اندر رہ کر پردہ کرنے کا حکم بھی قرآن ہی میں نازل ہو گیا ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ لیکن ضرورت شرعیہ مثل نماز جماعت وغیرہ اس وقت تک مستثنی تھی گو حضور ﷺ کے اشارہ سے اُس وقت بھی فضیلت اسی کی سمجھ میں آتی تھی کہ عورتیں اپنے گھروں میں نمازیں پڑھیں جیسے ارشاد ہے:

صَلٰوتُهَا فِي بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ حُجْرَتِهَا. او کما قال مشکوۃ لیکن زمانہ نبوت کے بعد نبی کریم ﷺ کے اشارات وتصریحات کو سمجھنے والے صحابہ کرام نے زمانہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان ضرورات شرعیہ میں بھی عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت کر دی۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے یہی مضمون صراحۃً مذکور ہے کہ اگر حضور ﷺ اس حالت کو دیکھتے تو یقیناً عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیتے اور اسی لئے جمہور صحابہ کی عورتیں خلفاء راشدین ہی کے عہد میں مساجد میں جانے سے رُک گئیں تھیں۔

اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جب نماز جیسے اہم کام اور جماعت جیسی فضیلت کیلئے اُس کو نکلنے کی اجازت شریعت نے نہ دی تو کسی اور کام کے لئے کیسے اجازت ہوگی؟ حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کو دیکھ کر تمام اصول اسلامیہ اور احادیث نبویہ اور تفاسیر صحیحہ سے قطع نظر کر کے، ایک مراد متعین کرنا، اور اُن سے احکام نکالنا ایک مستقل اصولی غلطی ہے، کہ اگر بالفرض یہ حکم اتفاقاً صحیح بھی

نکل آیا جب بھی جائز نہ تھا، حدیث میں ہے: من فسر القر آن برأیه فأصاب فقد اخطأ۔ یہاں بھی یہی آفت پیش آئی ہے، اس لئے اُن آیات کو اپنے مدعا کا مثبت سمجھے ہوئے ہیں۔

(۲) تعلیم حاصل کرنا بھی نامحرم مرد سے جائز نہیں، البتہ اگر کوئی مسئلہ پیش آوے اور محرم کوئی آدمی ایسا نہ ہو کسی عالم سے دریافت کر سکے تو برقع وغیرہ کے پردہ کے ساتھ کسی عالم صالح سے مسئلہ پوچھ سکتی ہے، لیکن باضابطہ تعلیم کسی مرد اجنبی سے حاصل کرنا جائز نہیں، لخوف الفتنة بل تحققها.

(۳) ناجائز ہے۔

(۴) ظاہر ہے کہ یہ بے دینی کا علم مراد نہیں بلکہ علم شرعی۔

(۵) ایک ضرورت تو ۲: میں مذکور ہوئی دوسری ضرورت یہ ہے کہ گذارہ کیلئے کوئی صورت نہ ہو تو برقع وغیرہ پردہ کے اندر کسی کا کام کاج کر دے (۶) انگریزی تعلیم مروجہ مردوں ہی کیلئے جائز ہونا مشکل ہو رہا ہے، عورتوں کے لئے کہاں عورتوں کو تو فقط ضروری دینی تعلیم اور امور خانہ داری سکھانا چاہئے اور بس۔

اب تو جن یورپینوں کی تقلید لوگ کرتے ہیں، عورتوں کی آزادی وفحاشی سے عاجز آکر وہ بھی اسی تجویز کو تسلیم کر رہے ہیں، چنانچہ دائرۃ المعارف مؤلفہ علامہ فرید وجدی مصری میں لفظ مرأۃ کے تحت میں امریکہ کے بڑے بڑے ماہرین کے اقوال ایسے ہی نقل کئے ہیں۔

(۷) جواب نمبر اول سے پہلے تمہید میں آچکا ہے۔

(۸) مرد کیلئے بقدر فرض علم حاصل کرنے کے بعد دوسرے علوم وفنون کی تحصیل اس شرط سے جائز ہے کہ اُس میں کوئی دینی خرابی نہ ہو، اور عورت کے لئے فقط وہی تعلیم ہونی چاہئے جو: ۲ میں مذکور ہوئی

(۹) جوان عورت اگر نظر بلا اختیار پڑ جائے یا ویسے ہی پس پردہ ملنا ہو جائے تو سلام نہ کرنا چاہئے، بوڑھی عورت کو سلام کرنے میں مضائقہ نہیں۔ کذا فی العالمگیریہ من کتاب الکراہیۃ۔

(۱۰) جائز نہیں نص قرآن میں ﴿ یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ اسی کی ممانعت کیلئے وارد ہے۔

(۱۱) اول تو اس آفت کے عورت کو سکھانے کی ضرورت ہی کیا ہے، اور اگر بالفرض کوئی ضرورت ہو تو

اپنے محرم سے سیکھ سکتی ہے، غیر سے نہیں۔

(۱۲) ابتدائے زمانہ میں ثابت ہے اور آخری زمانہ خلفائے راشدین میں تقریباً متروک ہو چکا تھا .شاذ و نادر واقعات قابل تاویل ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

پردہ
اور
اس کی شرعی حدود

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین أما بعد !

آج کے دور میں خواتین کے پردہ کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کرگیا ہے جس پر طویل گفتگو اور بحث ہوتی رہتی ہے، لہٰذا اس مسئلہ کا جو خلاصہ اور لُب لُباب ہے وہ یہاں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین ۔

ہماری عورتوں کی تعلیم اور پردہ

ہمارے اس دور میں عورت کے پردے اور بے پردگی پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں سب سے بہترین رسالہ وہ ہے جو میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں لکھا ہے جو ”تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب“ کے نام سے ”احکام القرآن“ جلد ثالث کا جزء بن کر شائع ہو چکا ہے، اس رسالے میں حضرت والد صاحبؒ نے اس موضوع کی تمام آیات اور احادیث کو جمع فرمادیا ہے اور پردے کی حدود اور اس کی کیفیت کے بارے میں فقہاء کے مذاہب اور مفسرین کے اقوال کو بھی بیان فرمایا ہے۔

شرعی پردے کے تین درجے

اس رسالہ میں طویل بحث کے بعد جس نتیجے پر پہنچے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”شرعی پردہ“ جس کا قرآن وسنت میں حکم دیا گیا ہے، اس کے تین درجے ہیں (اعلیٰ درجہ، متوسط درجہ اور ادنیٰ درجہ)اور ہر درجہ پردے اور ستر کے لحاظ سے دوسرے سے بلند اور اعلیٰ ہے، اور فوقیت رکھتا ہے، اور یہ تمام درجات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور ان میں سے کوئی درجہ منسوخ نہیں ہوا، البتہ مختلف حالات میں خواتین کی طرف مختلف درجات کا حکم متوجہ ہوتا رہتا ہے، وہ تین درجے مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا درجہ

خواتین کا اپنے جسم کو گھر کی چار دیواری یا پردے اور ھودج وغیرہ میں اس طرح چھپانا کہ ان کی ذات اور ان کے لباس اور ان کی ظاہری اور چھپی زینت کا کوئی حصہ اور ان کے جسم کا کوئی حصہ چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ کسی اجنبی مرد کو نظر نہ آئے۔

دوسرا درجہ

خواتین کا برقع یا چادر کے ذریعہ اس طرح پردہ کرنا کہ چہرہ، ہتھیلیاں اور پورے جسم کا کوئی حصہ اور زینت کا لباس نظر نہ آئے بلکہ عورت کا پورا جسم سر سے لے کر پاؤں تک ڈھکا ہوا نظر آئے۔

تیسرا درجہ

خواتین کا چادر وغیرہ سے اس طرح پردہ کرنا کہ اس کا چہرہ، ہتھیلیاں اور اس کے قدم کھلے ہوئے ہوں۔

پہلا درجہ اصل ہے اور اس کا ثبوت

خواتین کے پردے میں اصل تو پہلا درجہ ہے، وہ یہ کہ عورت اپنے گھر کے اندر رہے، اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے (ضرورتوں کا بیان انشاءاللہ آگے آجائے گا) اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے کہ: ﴿ وَقَرۡ نَ فِیۡ بُیُو تِکُنَّ ﴾ (الاحزاب:۳۳)

ظاہر ہے کہ یہ حکم ازواج مطہرات کے لئے خاص نہیں ہے، اس لئے کہ اس آیت سے پہلے اور اس آیت کے بعد جو احکام ہیں، وہ بالاجماع امہات المؤمنین کے ساتھ خاص نہیں ہیں، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَرَ آءِ حِجَا بٍ ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

یعنی جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر نازل ہوئی اور اسی وقت ان کے اور دوسرے مردوں کے درمیان

ایک پردہ ڈال دیا گیا۔

اسی طرح مندرجہ ذیل احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں:

(۱) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انَّ رسولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: المرْأةُ عَوْرَةٌ، فإذا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ. أخرجه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح غريب.

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔

ابن خزیمہ اور ابن حبان بھی اپنی اپنی صحیحین میں یہ حدیث لائے ہیں اور ان میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: **وأقربُ مَا تَكُونُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِي قَعْرِبَيْتِهَا.**

یعنی عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ (دیکھئے: الترغیب للمنذري: ۱/۱۳۶)

(۲) عن جابرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قالَ رسولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: إنَّ المَرْأَةَ تُقْبلُ فِي صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُوْرَةِ شَيْطَان. (مسلم: ۱۲۹۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

(۳) عن عائشة رضي الله عنها قالتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةَ رَضِي اللَّهُ عَنْهَا بَعْدَ مَا ضُرِبَ عليها الحِجَابُ تَقْضِي حَاجَتَهَا، وَكَانَتْ اِمْرَأةً جَسِيْمَةً تَفْرَعُ النِّساء جسمًا لا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا، فرَأها عُمَرُبنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عنهُ فَقَالَ: يا سودةُ! وَاللَّهِ مَا تَخْفِيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِيْ كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ؟ قالَتْ فَانْكَفَأتْ رَاجِعَةً، وَرَسُولُ اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وسلَّمَ فِي بَيْتِي وَأنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِه عَرْقٌ فَدَخَلَتْ، فَقَالَتْ:

يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: إنِّي خَرَجْتُ فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ: فَأوْحِيَ، ثُمَّ رُفِعَ

عنه وأنَّ العرْقَ فِيْ يَدِهِ مَاوَضَعَهُ، فقال: إنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ پردہ کے احکام نازل ہوجانے کے بعد حضرت سودہؓ قضاء حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلیں، چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جسیم تھیں اور عام خواتین کے مقابلے میں دراز قد تھیں، اس لئے جو لوگ آپ کو پہچانتے تھے ان سے آپ مخفی نہیں رہ سکتی تھیں، چنانچہ جب آپ باہر نکلیں تو حضرت عمر ابن خطابؓ نے آپ کو دیکھا اور فرمایا: کہ اے سودہ! اللہ کی قسم، تم ہم پر مخفی نہیں رہ سکتیں، لہذا سوچ لو تم کیسے نکلو گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سن کر واپس لوٹیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تھے، اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے، اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں گوشت والی ہڈی تھی، حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا گھر میں داخل ہوئیں، اور عرض کیا: کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں گھر سے نکلی تو حضرت عمرؓ نے مجھے ایسا ایسا کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی، پھر وحی کا سلسلہ بند ہوگیا، اور وہ ہڈی اب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی، اور آپ ﷺ نے اس کو ابھی تک نہیں رکھا تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب عورتوں کو حاجت کے لئے گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة انسان)

اس حدیث کے یہ الفاظ کہ : **قد أُذِنَ لكن أن تخرجن لحاجتكن.**

اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ خواتین کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ''حاجت'' کے ساتھ محدود ہے، حاجت کے علاوہ خواتین اپنے گھروں میں ہی رہیں۔

(۴) عن ابن مسعود رضي الله عنه أنَّ رسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم قال: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا

أفْضَلُ مِنْ صَلاتِهَا فِي بَيْتِهَا .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کا اپنے گھر کی اندرونی کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اندرون گھر میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(اخرجه أبو داود، وأخرجه الحاكم في المستدرك عن أم سلمة كما في كنز العمال: ۸: ۲۵۹، وأخرجه بن خزيمة في صحيحه كما في الترغيب للمنذري: ۱/ ۱۳۵)

(۵) عن أمِّ حميدٍ امرأة أبي حُميدِ السَّاعِدِي أنَّهَا جَاءَتْ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فقالت: يَا رسولَ اللّهِ ﷺ إنِّي أحُبُّ الصَّلاةَ مَعَکَ قَالَ: عَلِمْتُ أنَّکِ تُحِبِّيْنَ الصَّلاةَ مَعِي وَصَلاتُکِ فِي بيتکِ خيرٌلکِ مِنْ صَلاتِکِ فِي حُجرتِکِ، وَصَلاتُکِ فِي حُجْرَتِکِ خَيْرٌمِنْ صَلاتِکِ فِي دَارِکِ، وَصَلاتُکَ فِي دَارِکَ خَيْرٌلَکِ مِنْ صَلاتِکِ فِي مسجدِ قَوْمِکِ وَصَلاتِکِ فِي مسجدِ قومِکِ خَيْرٌلَکِ مِنْ صَلاتِکِ فِي مسجدِي، قَالَ: فَأمَرَتْ فَبُنِي لَهَا مَسجدٌ فِي أقْصَى شَيءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأظْلَمِهِ فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حتَّى لَقِيَتِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کروں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ (میرے پیچھے جماعت کے ساتھ) نماز پڑھنے کی بڑی چاہت ہے، مگر تمہاری نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں پڑھو، اس نماز سے افضل ہے جو تم گھر کے بیرونی دالان میں پڑھو، اور دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو، اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلہ کی مسجد میں (جو کہ تمہارے گھر سے قریب

ہو) نماز پڑھو، اور اپنے قبیلے کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آ کر نماز پڑھو، آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کے اندرونی اور تاریک حصے میں نماز کی جگہ بنوائی اور پھر موت تک اسی جگہ نماز پڑھتی رہی۔

(أخرجه أحمد في مسنده ۶/۳۷۱، ونسبه ابن حجر في الاصابة من هذا الطريق الى ابن ابى خيثمه، وهذا اسناد صحيح، ونقل الشوكاني في نيل الاوطار ۳/۱۳۵ عن ابن حجر أنه قال: اسناده حسن، وذكره المنذري في الترغيب ۱/۱۳۵ وقال: رواه أحمد وابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما)

۶ – عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعًا: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الْخُرُوْجِ إِلَّا مُضْطَّرَةً.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ عورتوں کا گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حصہ نہیں الا یہ کہ وہ نکلنے پر مجبور ہوں۔ **(أخرجه الطبراني، كما في كنز العمال: ۸/۲۶۳)**

مندرجہ بالا احادیث بالکل وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ عورت کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ گھر کے ذریعہ پردہ کرے اور اپنی ذات کو اجنبی مردوں سے مخفی رکھے، ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

حجاب کے دوسرے درجے کا ثبوت

لیکن بعض اوقات عورت کو اپنی حوائج طبعیہ کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اس صورت میں اس کو اپنے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ برقع سے یا چادر سے اپنے آپ کو اس طرح چھپالے کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو، یہ حجاب کا دوسرا درجہ ہے۔

حجاب کا یہ دوسرا درجہ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ **يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ** ﴾ **(الاحزاب: ۵۹)**

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی

عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر چادریں لٹکالیا کریں۔ ظاہر ہے کہ عورت کے اوپر چادر لٹکانے سے مقصود یہ ہے کہ اس کا پورا بدن حتی کہ اس کا چہرہ بھی چھپ جائے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ”جلباب“ اس چادر کو کہا جاتا ہے؛ جو اوپر سے لے کر نیچے تک پورے جسم کو چھپائے۔ اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”المحلّٰی“ میں فرماتے ہیں:

والجِلْبَابُ فِي لُغَةِ العَرَبِ التِي خَاطَبَنَهَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم هُوَ ماغَطّٰى جَمِيْعَ الجِسْمِ لَابَعْضَهُ۔

وہ لغت عرب جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوئے، اس لغت میں ”جلباب“ اس چادر کو کہا جاتا ہے جو پورے بدن کو چھپالے، نہ کہ وہ چادر جو بعض جسم کو چھپالے۔

ابن جریر اور ابن المنذر وغیرہ نے حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ میں نے عبیدہ السلمانی سے اس آیت: ﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے اپنی چادر اٹھائی اور اس کے اندر اپنے کو لپیٹ لیا، اور اپنا پورا سر پلکوں تک اس کے اندر چھپالیا، اور اپنا چہرہ بھی ڈھانپ لیا، البتہ صرف اپنی بائیں آنکھ بائیں کنارے سے نکال لی۔ (روح المعانی ۸۹/۲۲)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عورتوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو چادروں کے ذریعہ اپنے چہروں کو اپنے سروں کے اوپر سے ڈھانپ لیں اور صرف ایک آنکھ کھولیں۔ (تفسیر ابن جریر ۴۶/۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ بھی مروی ہے کہ عورت اپنے جلباب کو اپنی پیشانی سے موڑ کر باندھ لے، اور پھر اپنی ناک پر موڑ لے، اگرچہ دونوں آنکھیں ظاہر ہو جائیں، لیکن اپنے سینے کو اور چہرے کے اکثر حصّے کو چھپالے۔ (روح المعانی: ۸۹/۲۲)

بہر حال! یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ عورت جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلے

تو اس کے لئے شرعاً یہ حکم ہے کہ اپنے چہرے کا ستر کر کے نکلے۔ اسی طرح قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت بھی اسی بات پر دلالت کر رہی ہے: ﴿ **وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ علیھِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَھُنَّ** ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے کپڑے اتار دیں۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں ”وضع ثیاب“ سے جسم کے تمام کپڑے اتارنا مراد نہیں ہے، بلکہ وضع ثیاب سے مراد ”وضع جلباب اور وضع رداء“ یعنی وہ اوپری اور ظاہری کپڑے اتارنا مراد ہے، جس کے اتارنے کے نتیجے میں کشف عورت نہ ہو، اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس آیت میں آنے والے لفظ ”ثیاب“ کی تفسیر ”جلباب اور رداء“ سے کی ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور حضرت مجاہدؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت ابوالشعثاءؒ، حضرت ابراھیم نخعیؒ، حضرت حسنؒ، حضرت قتادہؒ، امام زہریؒ اور امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ نے بھی لفظ ثیاب کی یہی تفسیر کی ہے، لہٰذا یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ”وضع جلباب“ کا حکم جو ”کشف الوجہ“ کو مستلزم ہے، صرف ان بوڑھی عورتوں کے ساتھ خاص ہے جن کو آئندہ نکاح کی امید نہیں ہے، لیکن جہاں تک جوان عورتوں کا تعلق ہے، تو ان کے لئے اجانب کے سامنے جلباب اتارنا اور اپنا چہرہ کھولنا جائز نہیں۔

حضرات صحابیاتؓ اور پردہ

احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی جب کسی ضرورت سے باہر نکلتی تھیں تو جلباب اور رداء سے مستور ہو کر نکلتی تھیں، اور اجانب کے سامنے اپنے چہرے نہیں کھولتی تھیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر دلالت کر رہی ہیں:

(۱) عن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ قال: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَی النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، یُقَالُ لَھَا أُمُّ خَلَّادٍ، وَھِيَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْأَلُ عَنِ ابْنِھَا وَھُوَ مَقْتُوْلٌ، فَقَالَ لَھَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تَسْأَلِیْنَ عَنْ اِبْنِکِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟

فقالت: إنْ أرْزَأ اِبنِيْ فَلَنْ أرْزَءْ حَيائِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُ اَجْرُ شَهِيْدَيْنِ، قَالَتْ: وَلِمَ ذَاکَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لأنَّهُ قَتَلَهُ أهْلُ الكِتَابِ (ابوداود، کتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم)

حضرت قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون جن کو اُمّ خلاد کہا جاتا تھا، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئیں کہ ان کے چہرے پر نقاب تھا، اور آ کر اپنے مقتول بیٹے کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے سوال کرنے لگیں۔ حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی صحابی نے ان خاتون سے کہا کہ تم اپنے مقتول بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو، اس کے باوجود تم نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا ہے؟ ان خاتون نے جواب دیا کہ اگر میرے بیٹے پر مصیبت آئی ہے تو میری حیاء پر تو مصیبت نہیں آئی، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا، ان خاتون نے پھر سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایسا کیوں ہے؟ جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس لئے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

۲ - عَنْ امِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ الأبْكَارَ، وَالعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الخُدُوْرِ، وَالْحُيَّضِ فِي العِيدَيْنِ فَامَّاالحُيَّضِ فَيَعْتَزِلْنَ المُصَلَّى وَيَشْهَدْنَ دَعْوَةَ المُسْلِمِيْنَ، قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ يَارَسُولَ اللّٰهِ! اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: فَلْتُعِرْهَا اُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا.

هذاالحديث أخرجه عدة من أصحا ب الصحاح. (تر مذي: با ب خروج النسا ء في العيدين: رقم ۵۳۹)

حضرت ام عطّیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ عیدین کے موقع پر کنواری اور دوشیزہ اور پردہ دار حیض والی عورتوں کو نکالتے تھے، (عیدگاہ جانے کا حکم فرماتے) مگر حیض والی خواتین عیدگاہ سے الگ رہتی تھیں، البتہ مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوتی تھیں، ایک خاتون نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر کسی کے پاس جلباب نہ ہو تو (وہ کس طرح عیدگاہ

میں حاضر ہو؟) آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس کی بہن اپنے جلباب سے اس کو ڈھانپ لے۔

(۳) **عـن حَـفْـصَـةَ بِـنْـتِ سِيْرِيْنَ وَلَفْظُهُ ”فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى اِحْدَانَا بَـأسٌ اِذَا لَـمْ يَـكُـنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ ؟ فقالَ: لِتُلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَا بِهَا“ (بخا ري في العيدين رقم: ۹۸۰)**

حضرت حفصہ بنت سیرین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو تو کیا اس پر گناہ ہے اگر وہ (عیدگاہ نہ جائے) آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اس کی سہیلی اپنا جلباب اس کو پہنا دے۔

(۴) **عن اُمِّ سَلَمَةَ رضي اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ، لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآية ”يُدْ نِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلاَ بِيْبِهِنَّ“ خَـرَجَ نِسَاءُ الأنْصَارِ كَأنَّ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ الغِرْبَانُ مِنَ السَّكِيْنَةِ وَعَلَيْهِنَّ أكْيِسَةٌ سُودٌ يَلْبَسْنَهَا . (رو ح المعا نی : ۱۱/۲٦۴)**

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت: **يُدنِينَ عَليهِنَّ مِنْ جَلا بِيبِهِنَّ**. نازل ہوئی تو انصار کی خواتین اپنے گھروں سے اس طرح نکلیں، کہ گویا ان کے سر اس طرح بے حرکت تھے، جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، اور ان کے اوپر کالا کپڑا تھا جس کو وہ پہنی ہوئی تھیں۔

(۵) **عَنْ عَائِشَةَ رضيَ اللَّهُ عنها قالتْ: رَحِمَ اللَّهُ تعالَىٰ نِسَاءَ الأنْصَارِ لَمَّا نزلتْ: يَـٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ الآية، شَقَقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاعْتَجَرْنَ بِهَا فَصَلَّيْنَ خَلْفَ رسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وَسَلَّمَ كَأنَّمَا عَلَى رُؤسِهِنَّ الغِرْبَانُ. (روح المعا نی : ۱۱/۲٦۴)**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے، جب قرآن کریم کی یہ آیت: ﴿**يَـٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ الخ**﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑیں اور ان کو اوڑھنیاں بنالیں، وہ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے اس طرح نماز پڑھتیں

گویا کہ ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہیں۔

(٦) عن عائشة رضي اللّٰهُ عنها قالتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا ونحنُ معَ رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وسلَّم مُحْرِمَاتٌ فَإِذَاحَاذُوابِنَا سَدَلَتْ اِحْدَ انا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَاجَاوَزُ ونَا كَشَفْنَاهُ(ابو داود في الحج باب المحرمة تغطى وجهها رقم: ۱۸۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں تھیں، اس وقت ہمارے پاس سے لوگوں کی سواریاں گزر رہی تھیں، جب وہ سواریاں ہمارے قریب آتیں تو ہم اپنی چادریں سر کے اوپر سے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں، اور جب وہ سواریاں آگے گزر جاتیں تو ہم اپنا چہرہ کھول لیا کرتی تھیں۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن نزول حجاب کے بعد چادروں سے اپنے جسم کو ڈھانپنے کا التزام کرتی تھیں، اور گھر سے نکلتے وقت اس چادر کو اپنے چہرے پر بھی لٹکا لیا کرتی تھیں، اور آخری حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ پردے کا یہ اہتمام دوسرے حالات میں تو مستقل طور پر تھا ہی، حتیٰ کہ حالت احرام میں جب کہ چہرے پر کپڑا کا چھوڑنا شرعاً ممنوع ہے، اس وقت بھی چہرے کے پردے کا اہتمام فرمایا۔

حجاب کے تیسرے درجے کا ثبوت

حجاب کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب عورت گھر سے باہر نکلے تو اس کا پورا بدن سر سے لے کر پاؤں تک ڈھکا ہوا ہو، البتہ ضرورت کے وقت اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں کھول دے بشرطیکہ فتنے سے مامون ہو۔ حجاب کے اس تیسرے درجہ پر قرآن کریم کی سورۃ نور کی یہ آیت دلالت کر رہی ہے: ﴿**وقُلْ لِلْمُؤْمِنَا تِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَا رِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا**﴾۔ (النور: ۳۱)

یعنی آپ ﷺ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے: کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی

شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں کھلی چیز ہے "ما ظهر منها،، کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان حضرات نے (ما ظهر منها) کی تفسیر ''وجہ اور کفین'' سے کی ہے، حضرت عطاءؒ حضرت عکرمہؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت ابو الشعثاءؒ، حضرت امام ضحاکؒ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "ما ظهر منها" کی تفسیر چادر اور جلباب سے کی ہے، پہلی تفسیر کے مطابق یہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ عورت کے لئے ضرورت کے وقت چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے، اور مندرجہ ذیل احادیث بھی اس پر دلالت کر رہی ہیں۔

۱ –عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها أن أسماءَ بنتَ أبي بكرٍ دخلتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَأعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ: يَا أَسْمَاءُ! إنَّ المَرْأَةَ اِذَا بَلَغَتْ المَحِيْضَ لَمْ يُصْلَحْ أنْ يُرَى مِنْهَا اِلَّا هَذَا وَهَذَا وَأَشَارَ اِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ.

(ابو داود)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح آئیں کہ ان کے اوپر باریک کپڑے تھے، حضور اقدس ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا، اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ مناسب نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے، سوائے اس کے اور اس کے، اور آپ ﷺ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

۲– عن علي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه في قِصَّةِ رُجوعِ رسولِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ المُزْدلفة أنه صلى اللّٰه عليه وسلم أرْدَفَ الفَضْلَ بنَ عَبَّاسٍ وَأَتَى الجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى المَنْحَرَ فيهِ "وَاسْتَفْتَتْهُ جارِيَةٌ شَابَّةٌ مِنْ خَثْعَمَ فقالتْ: إنَّ أَبِي شَيْخٌ كبيرٌ قَد أدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللّٰهِ فِي الحَجِّ أَفَيُجْزِئُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قالَ: حُجِّي عَنْ أَبِيکِ

، قَالَ: وَلَوَّى عُنُقَ الفَضْلِ فقالَ العَبَّاسُ: يارسولَ اللّهِ لِمَ لَوَّيْتَ عُنُقَ ابنِ عَمِّکَ ؟ قال: رأيتُ شَابًّا وشابَّةً فَلَمْ أمِنِ الشَّيْطَانَ عَلَيْهِمَا ”

(ترمذی ، کتاب الحج ، باب ماجاء ان عرفة کلها موقف)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزدلفہ سے واپس لوٹنے کے واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا، اور پھر آپ ﷺ جمرۃ کے پاس آئے، اور رمی فرمائی، اور پھر آپ منحر میں تشریف لے گئے (جس جگہ اونٹوں کو نحر کیا جاتا تھا) اور اسی روایت میں یہ ہے: کہ اس دوران قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ کے پاس آئی اور آپ سے یہ سوال کیا: کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور ان پر اللہ تعالی کا فریضہ حج عائد ہو چکا ہے، اگر میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو یہ حج ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج ادا کر لو، اس گفتگو کے دوران حضور اقدس ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرا پھیر دیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے چچا زاد بھائی کا چہرہ کیوں پھیرا دیا؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نوجوان مرد و عورت کو دیکھا تو میں ان پر شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔

واخرج أبو يعلى عن الفضل بن عباس قال: ”كنتُ رِدْفَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم وأعرابِيٌّ معه ابنةٌ له حسناءُ فجعل الأعرابي يعرضُها على رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم رجاءَ أن يتزوجها قال: فَجعلتُ اَلْتَفِتُ إليها وجعل رسول اللّه ﷺ يأخذُ برأسي فَيَلْوِيْهِ ” ذكره الهيثمي في كتاب النكاح من مجمع الزوائد ۴/۲۷۷: وقال: رجاله رجال الصحيح، فأمّا أن يكون هذا في واقعة أخرى واما أن يكون احد الرواة وهم في بيان ان البنت كانت للأعرابي، وان حديث الترمذي صريح في أن أباها لم يكن معها، واللّه اعلم.

ابو یعلی نے حضرت فضل بن عباس ؓ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت فضل ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے پیچھے سوار تھا، اور ایک اعرابی تھا جس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیٹی تھی، وہ اعرابی اپنی بیٹی کو حضور اقدس ﷺ پر اس امید پر پیش کر رہا تھا کہ آپ اس سے نکاح فرمالیں، حضرت فضل فرماتے ہیں کہ میں اس کی طرف دیکھنے لگا تو حضور اقدس ﷺ نے میرا سر پکڑ کر اس کی طرف سے پھیر دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب الاستیذان میں حدیث نمبر ۶۲۲۸ میں اس طرح ذکر فرمائی ہے کہ:

عن ابن عباس رضي الله عنهما ولفظه ”أردف رسول الله ﷺ الفضل بن عباس يومَ النحرِ خلفه على عَجُزِ راحلته، وكان الفضل رجلا وَضِيْئًا، فوقف النبي ﷺ للناس يُفْتِيهم وأقبلتْ امرأةٌ من خَثْعَمَ وضِيْئَةٌ تستفتي رسول الله ﷺ فطفقَ الفضلُ ينظرُ إليهَا وأعْجبَه حُسنُها فالتفتَ النبي ﷺ والفضلُ ينظرُ إليها فأخْلَفَ بيده فأخذ بِذَقَن الفضل فعدَلَ وَجهَه عن النظر اليها“. الحديث

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یوم النحر کے دن حضرت فضل بن عباس ؓ کو اپنی سواری کے پچھلے حصے پر بٹھا لیا، اور حضرت فضل ؓ خوبصورت تھے، حضور اقدس ﷺ لوگوں کے سوالات کے جواب دینے کے لئے رک گئے، اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت آ کر حضور اقدس ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھنے لگی، حضرت فضل ؓ نے اس عورت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، اور اس عورت کے حسن نے ان کو تعجب میں ڈال دیا، جب حضور اقدس ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو پیچھے کیا، اور پھر ان کی تھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے پھیر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی حدیث کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس عورت کا چہرا کھلا ہوا تھا، اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ وہ عورت خوبصورت تھی اور اس کے حسن نے حضرت فضل ؓ کو متعجب کر دیا

اور حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت فضلؓ کے چہرے کو اس عورت کی طرف سے پھیر دیا، لیکن اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا، اس لئے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی۔ اور شاید ازدحام میں چہرہ کا پردہ کرنے کی صورت میں گر جانے یا کسی اور تکلیف میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا، بہر حال!

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر عورت کا سارا بدن چھپا ہوا ہو تو ضرورت کے وقت اس کے لئے چہرہ کھولنا جائز ہے۔

(۳) عن سهل بن سعد رضى اللّٰه عنه : أنَّ امرأةً جاءث الى رسول اللّٰه ﷺ فقالت: يارسول اللّٰه !جِئْتُ لأهَبَ لک نفسي فنظراليها رسول اللّٰه ﷺ عليه وسلم فَصَعَّد النظر اليها وصَوَّبَه ثم طَأْطَأَ رأسَه. (اخرجه البخارى فى باب النظر الى المرأة قبل التزوج، رقم ۵۱۲۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون حضور اقدس ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لئے آئی ہوں تا کہ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے لئے ہبہ کر دوں، پس حضور اقدس ﷺ نے اس خاتون کو دیکھا اور اوپر سے نیچے تک غور سے دیکھا اور نظر نیچی کرلی اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس وقت اس خاتون کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اسی واقعہ سے امام سرخسیؒ نے مبسوط میں اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں۔ (دیکھئے مبسوط: ۱۰،۱۵۲)

جہاں تک عورت کے چہرے اور ہتھیلی کی طرف دیکھنے کے سلسلے میں فقہاء کے مذاہب کا تعلق ہے تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر لذت حاصل کرنے کی نیت سے دیکھنا ہو یا دیکھنے کے نتیجے میں ایسے فتنہ کا اندیشہ ہو جو مفضی الی الخلوۃ ہو تو اس صورت میں دیکھنا جائز نہیں، بلکہ ایسی صورت میں عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف دیکھنے کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ لیکن اگر

مرد فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ ہو، اور دیکھنے سے لذت حاصل کرنا بھی مقصود نہ ہو تو اس کے جواز میں اختلاف ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف نظر کرنا جائز ہے، اور اکثر شوافع اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مختار مذہب مطلقاً عدم جواز کا ہے اگرچہ شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

عورت کی طرف دیکھنے کے مسئلے میں احناف کا مذہب

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يباح النظر الى موضع الزينة الظاهرة منهن دونَ الباطنة لقوله تعالىٰ: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. وقال علي وابن عباس رضي الله تعالى عنهم: ما ظهر منها: الكُحْلَ والخَاتَم وقالت عائشةؓ اِحْدَى عينيها وقال ابن مسعودؓ خُفَّها ومُلَاءَتَها، واستدل في ذلک بقوله صلى الله عليه وسلم: النساءُ حبائل الشيطان، بِهِنَّ يَصِيْدُ الرِّجال .....ولأن حرمة النظر لخوف الفتنة وعامَّةُ محاسِنِها في وجهها فخوف الفتنة في النظر الى وجهها أكثر منه إلى سائر الأعضاء. وبنحو هذا تستدل عائشةؓ ولكنها تقول: هي لا تجد بُدًّا من أن تمشي في الطريق فلا بدَّ من أن تفتح عينها لتبصرَ الطريقَ فيجوز لها أن تكشف احدى عينيها لهذه الضرورة والثابتُ بالضرورة لا يَعْدُو مَوْضِعَ الضرورة.

(المبسوط للسرخسي: ١٠/١٥٢)

یعنی عورتوں کی زینت ظاہرہ کے موضع کی طرف دیکھنا مباح ہے، زینت باطنہ کی طرف دیکھنا مباح نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خواتین اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے کھلی چیز ہے۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے مراد ایک آنکھ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے مراد موزے اور چادر ہے اور حضور قدس ﷺ کے اس قول

سے استدلال فرمایا ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "عورتیں شیطان کے لئے جال ہیں، اس سے وہ مردوں کا شکار کرتا ہے"، دوسری وجہ یہ ہے کہ دیکھنے کی حرمت فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہے اور عورت کے اکثر محاسن اس کے چہرے ہی میں ہوتے ہیں، اس لئے دوسرے اعضاء کی طرف دیکھنے کے مقابلے میں چہرے کی طرف دیکھنے میں فتنہ کا خوف زیادہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی انہی دلائل سے استدلال فرماتی ہیں کہ عورت کے لئے راستہ میں چلنے سے مفر نہیں ہے اور راستہ دیکھنے کے لئے آنکھ کھولنا ضروری ہے، لہذا اس ضرورت کے لئے عورت کو ایک آنکھ کھولنا جائز ہے، البتہ جو چیز ضرورۃً ثابت ہو وہ موقع ضرورت سے متجاوز نہیں ہوتی۔

اس کے بعد امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولكنا نأخذ بقول علي وابن عباسؓ فقد جاءت الأخبار فى الرخصة بالنظر الى وجهها وكفها، من ذلك ما روى أن امرأة عرضت نفسها على رسول ﷺ فنظر الى وجهها فلم ير فيها رغبة ولما قال عمرؓ فى خطبته: الا لا تُغالوا في أصدقة النساء، فقالت امرأة سَفْعَاءَ الخَدَّيْنِ انت تقوله برأيك ام سمعته من رسول اللّه ﷺ؟ فانا نجد في كتاب الله تعالیٰ بخلاف ماتقول ..... فذكر الراوي أنها كانت سفعاء الخدين وفي هذا بيان أنها كانت مسفرة عن وجهها. ورأى رسول اللّه صلى الله عليه وسلم كفَّ امرأة غير مَخْضُوبٍ فقال: أَكَفُّ رجلٍ هذا؟ ولمّا ناولت فاطمة رضى اللّه عنها أحد ولديها بلالاً أو أنساً رضي اللّه عنهم قال أنس: رأيت كفها كأنها فِلْقَةُ قَمَرٍ. فدل على أنه لابأس بالنظر إلى الوجه والكف فالوجه موضع الكُحْلِ والكف موضِعُ الخاتم.

لیکن ہم حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے قول کو اختیار کریں گے، اس لئے کہ چہرے اور ہتھیلی کی طرف دیکھنے کے جواز میں احادیث موجود ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا

تو آپ ﷺ نے ان خاتون کے چہرے کی طرف دیکھا، پس آپ ﷺ نے ان خاتون میں کوئی رغبت محسوس نہیں کی، دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: کہ خبردار !عورتوں کے مہر کو زیادہ نہ بڑھاؤ، تو ایک خاتون جس کے رخسار سرخی مائل سیاہ تھے، کھڑی ہوئی اور کہا : کہ یہ بات تم اپنی طرف سے کہہ رہے ہو یا حضور اقدس ﷺ سے سنی ہے؟ اس لئے کہ ہم قرآن کریم میں اس کے خلاف پاتے ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں۔ اس حدیث کے راوی کا یہ بیان کرنا کہ وہ خاتون سرخی مائل سیاہ رخسار والی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا چہرا کھلا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ایک خاتون کے ہاتھ کو دیکھا کہ اس پر مہندی لگی ہوئی نہیں تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے؟

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے دونوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو حضرت بلال یا حضرت انسؓ کے حوالہ کیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ کی ہتھیلی دیکھی گویا کہ وہ چاند کا ایک ٹکڑا تھی، لہذا یہ روایات اس پر دلالت کررہی ہیں کہ چہرے یا ہتھیلی کی طرف نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں، پس چہرہ سرمہ لگانے کی جگہ اور ہتھیلی انگوٹھی کی جگہ ہے۔

امام سرخسیؒ مزید فرماتے ہیں:

ثم لا شک أنه يباح النظر الى ثيابها ولا يعتبر خوف الفتنة فى ذلک ، فکذلک الى وجهها وکفها . وروى الحسن بن زياد عن أبى حنيفةؒ أنه يباح النظر الى قدمها أيضاً وهكذا ذكر الطحاوى ، لأنها كما تبتلى بابداء وجهها فى المعاملة مع الرجال ويابداء كفها فى الأخذ والاعطاء ، تبتلى بابداء قدميها اذامشت حافية او منتعلة وربما لا تجد الخف فى كل وقت ، وذكر فى جامع البرامكة عن أبى يوسفؒ أنه يباح النظر الى ذراعيها أيضا ، لأنها فى الخبز وغسل الثياب تبتلى بابداء ذراعيها أيضا ،قيل: وكذلک يباح النظرإلى ثناياها أيضا لأن ذلک يبدو منها عند التحدث مع الرجال .

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کے کپڑے کی طرف دیکھنا مباح ہے اور اس میں فتنہ کے خوف

کے اندیشہ کا بھی اعتبار نہیں کیا گیا، لہذا اسی طرح عورت کے چہرے اور ہتھیلی کی طرف دیکھنا بھی مباح ہے، حضرت حسن بن زیادہؒ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عورت کے قدم کی طرف دیکھنا بھی مباح ہے اور امام طحاویؒ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

اس لئے کہ جس طرح مردوں کے ساتھ معاملات کے وقت عورت کو اپنا چہرہ کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور جس طرح لیتے وقت اور دیتے وقت اپنی ہتھیلی کے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی طرح ننگے پاؤں یا جوتے کے ساتھ چلنے کے دوران قدم کھولنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے، کیونکہ اس کو ہر وقت موزے تو میسر نہیں آسکتے۔

جامع البرامکۃ میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ عورت کے بازوں کی طرف نظر کرنا بھی مباح ہے، اس لئے روٹی پکاتے وقت اور کپڑے دھوتے وقت اس کو اپنے بازو کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورت کے سامنے کے دانتوں کی طرف دیکھنا بھی مباح ہے، اس لئے کہ مردوں سے بات کرتے وقت دانت ظاہر ہوجاتے ہیں۔

آگے امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

وهذا كله اذا لم يكن النظر عن شهوة ، فان كان يعلم أنه ان نظر اشتهى ، لم يحل له النظر الى شئي منها،لقوله صلى الله عليه وسلم : من نظر الى محاسن أجنبيه عن شهوة صبّ فى عينيه الآنک يوم القيامة وقال لعلي رضى اللّٰه عنه : لا تتبع النظرة بعد النظرفإن الأولى لک والأخرىٰ علیک ، يعني بالأخرىٰ أن يقصدها عن شهوة ....وكذلک إن كان أكبر رأيه أنه إن نظر اشتهى ، لأن أكبر الرأى فيما لا يوقف علىٰ حقيقته كاليقين. (المبسوط للسرخسی ج۱۰/ص۱۵۲)

یعنی یہ مندرجہ بالا ساری تفصیل اس وقت ہے جب وہ شہوت کی نظر نہ ہو، لیکن اگر مرد یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس عورت کی طرف نظر کی تو اس کے دل میں اس کی رغبت پیدا ہوجائے گی، تو اس صورت میں اس

مرد کے لئے عورت کے ان اعضاء میں سے کسی عضو کی طرف بھی دیکھنا حلال نہیں، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشادہ ہے: کہ جس شخص نے کسی اجنبی عورت کے محاسن کی طرف شہوت سے دیکھا تو قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: کہ ایک نگاہ تمہارے لئے حلال ہے اور دوسری نگاہ مت ڈالو، اسلئے کہ پہلی نگاہ تمہارے لئے حلال ہے اور دوسری نگاہ تم پر وبال ہے، یعنی اگر دوسری نگاہ شہوت کے قصد سے ڈالی گئی ہو، یہی حکم اس صورت میں ہے جب مرد کی غالب رائے یہ ہو کہ اگر اس نے عورت کی طرف نگاہ ڈالی تو اس کے دل میں اس کی طرف میلان ہو جائے گا، کیونکہ جس چیز کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکتے ہوں، اس کے اندر غالب رائے یقین کا درجہ رکھتی ہے۔

مالکیہ کا مذہب

جہاں تک مالکیہ کے مذہب کا تعلق ہے تو ان کا مذہب وہ ہے جو امام خرشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مختصر خلیل“ کے حاشیہ پر لکھا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

عورةُ الحرة مع الرجل الأجنبي جميعُ بدنهاحتى دلاليها وقصتها ما عدا الوجه والكفين ظاهرهما وباطنهما، فيجوز النظر لهما بلا لذة ولا خشية فتنة من غير عذر ولو شابة، وقال مالكؒ: تأكل المرأة مع غير ذى محرم ومع غلامها وقد تأكل مع زوجها وغيره ممن يواكله. ابن القطان: وفيه اباحة ابداء المرأة وجهها ويديها للأجنبى، اذلا يتصور الأكل الا هكذا. (حاشية الخرشى على مختصر خليل ۱: ۳۴۷)

یعنی آزاد عورت کا پورا بدن اجنبی مرد کے لئے ستر ہے، یہاں تک کہ عورت کا ناز، وانداز، اور اس کی بات چیت بھی، سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے ظاہری اور باطنی حصّوں کے، لہٰذا ان دونوں اعضاء کی طرف لذت کے بغیر اور فتنہ کے خوف کے بغیر بلا عذر بھی نظر کرنا جائز ہے، اگرچہ وہ خاتون جوان ہو، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے غیر ذی محرم اور اپنے غلام کے ساتھ کھانا

کھا سکتی ہے، اس لئے کہ بعض اوقات اس کو اپنے شوہر کے ساتھ کھانا پڑتا ہے جبکہ شوہر کے ساتھ دوسرے لوگ بھی کھانا کھا رہے ہوں۔

ابن قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت سے عورت کے لئے اجنبی کے سامنے اپنا چہرہ اور اپنے دونوں ہاتھ کھولنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ان دونوں اعضاء کو کھولے بغیر کھانا کھانے کا تصور نہیں ہے۔

''شرح المواق'' میں یہی عبارت مع اضافہ موجود ہے، دیکھئے: شرح المواق مع الحطاب ۱: ۴۹۹۔

امام علیش ''منح الجلیل'' میں فرماتے ہیں:

فيجوز لها كشفهما (أي الوجه والكفين) للأجنبي وله نظرهما ان لم تخش الفتنة، فان خفيت الفتنة به فقال ابن مرزوق: مشهور المذهب وجوب سترهما. (منح الجليل: ١ / ١٣٣)

پس عورت کے لئے اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے اور مرد کے لئے ان دونوں کی طرف نظر کرنا جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو، البتہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو اس کے بارے میں ابن مرزوقؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں مشہور مذہب یہ ہے کہ عورت کے لئے ان کو چھپانا واجب ہے۔ (**مواهب الجليل للحطّاب** میں بھی اسی طرح موجود ہے، دیکھئے ج ا ص ۴۹۹، ۵۰۰)

شافعیہ کا مذہب

شافعیہ کا مذہب وہ ہے جو علامہ نوویؒ نے کتاب النکاح میں ''منہاج'' سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: **ويحرم نظر فحل بالغ إلى عورة حرة كبيرة أجنبية وكذا وجهها وكفيها عند خوف فتنة وكذا عند الأمن على الصحيح .**

یعنی بالغ مرد کے لئے آزاد اجنبی بڑی عورت کی طرف نظر کرنا حرام ہے، اسی طرح فتنہ کے اندیشہ کے وقت اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف نظر کرنا بھی حرام ہے اور صحیح قول کے مطابق فتنہ سے امن کے بھی یہی حکم ہے۔

مندرجہ بالا عبارت کے تحت علامہ خطیب شربینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قوله: على الصحيح، ووجهه الامام باتفاق المسلمين على منع النساء من الخروج سافرات الوجوه، وبأن النظر مظنّة الفتنة ومحرّك للشهوة .... والثانى (أى القول الثانى) لايحرم. ونسبه الامام للجمهور والشيخان للأكثرين، وقال في المهمات: انه الصواب لكون الأكثرين عليه وقال البلقينى: الترجيح بقوة المدرک والفتوى على ما فى المنهاج .... وما نقله الامام من الاتفاق على منع النساء أى منع الولاة لهن معارض بماحكاه القاضى عياض عن العلماء أنه لا يجب على المرأة ستر وجهها فى طريقها، وانما ذلک سنة وعلى الرجال غضّ البصر عنهنّ للآية. وحكاة المصنف (أي النووي) في شرح مسلم وأقرّه عليه. وقال بعض المتأخرين: إنه لا تعارض في ذلک بل منعهن من ذلک، لا لأنّ الستر واجب عليهن في ذاته، بل لأن فيه مصلحة عامّة وفي تركه اخلال بالمروءة اه وظاهر كلام الشيخين أن الستر واجب لذاته فلا يتأتى هذا الجمع وكلام القاضى ضعيف. (راجع مغنى المحتاج، ج۳ص ۱۲۸، ۱۲۹ ومثله فى نهاية المحتاج، ج۶ص ۱۸۴، ۱۸۵)

یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو چہرہ کھول کر گھر سے باہر نکلنے سے روکا جائے اور اس لئے بھی کہ ”نظر“ فتنہ کی جگہ اور شہوت کے لئے محرک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا حرام نہیں ہے، امام نوویؒ نے اس دوسرے قول کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے، اور شیخین نے، اس کو اکثر شوافع طرف منسوب کیا ہے۔ ”مہمات“ میں ہے کہ یہ شیخین کی بات زیادہ درست ہے، اس لئے کہ اکثر شوافع اس پر عمل کرتے ہیں،۔ امام بلقینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الترجیح بقوۃ المدرک، اور فتویٰ ”منہاج“ میں بیان کئے ہوئے قول پر ہے، اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح مسلم میں جو مسلمانوں کا اس پر اتفاق نقل

کیا ہے کہ عورتوں کے سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ ان کو چہرہ کھول کر گھر سے باہر نکلنے سے روکیں، ان کا یہ قول قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے معارض ہے جس میں انہوں نے علماء کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ عورتوں کے لئے راستے میں چہرہ ڈھانپنا واجب نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا سنت ہے۔ البتہ آیت قرآنی کی وجہ سے مردوں پر ان عورتوں سے غض بصر واجب ہے بلکہ مصلحت عامّہ کی وجہ سے ان کو منع کیا گیا ہے اور اس کے ترک سے مروءۃ میں خلل واقع ہوتا ہے۔

اور شیخین کے ظاہری کلام سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ چہرے کا چھپانا واجب لذاتہ ہے، لہٰذا دونوں قول جمع نہیں ہو سکتے اور قاضی عیاضؒ کا کلام ضعیف ہے۔

حنابلہ کا مذہب

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''المغنی'' کی کتاب النکاح میں حنابلہ کا یہ مذہب ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

فأما نظر الرجل الى الأجنبية من غير سبب فانه محرم الى جميعها فى ظاهر كلام أحمد وقال القاضى: يحرم عليه النظر الى ما عدا الوجه والكفين لأنه عورة ويباح له النظر اليها مع الكراهة اذا أمن الفتنة ونظر لغير شهوة وهذا مذهب الشافعیؒ ......ولنا قول اللّٰه تعالىٰ:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ. واما حديث اسماء ان صحّ فيحتمل أنه كان قبل نزول الحجاب فنحمله عليه. (المغنى: ۶/ ۵۵۸، ۵۵۹)

جہاں تک مرد کے لئے اجنبی عورت کی طرف بلا وجہ دیکھنے کا تعلق ہے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری کلام کے مطابق پورے جسم کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چہرہ اور کفین کے علاوہ دوسرے اعضاء کی طرف دیکھنا حرام ہے، اس لئے کہ وہ ستر کا حصہ ہیں، البتہ اگر فتنہ سے مامون ہو اور بلا شہوت کے دیکھے تو اس صورت میں کراہت کے ساتھ دیکھنا جائز ہے، اور یہی

امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: کہ جب تم ان خواتین سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو ۔

جہاں تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق ہے، اگر وہ صحیح بھی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہو، لہذا ہم اس کو اسی پر محمول کریں گے۔

بہر حال! مذہب اربعہ کی طرف نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مذہب اس پر تو متفق ہیں کہ لذت حاصل کرنے کی نیت سے یا فتنہ کے اندیشہ کے وقت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا حرام ہے، اور شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب میں راجح قول یہ ہے کہ فتنہ سے امن کے وقت بھی چہرے کی طرف دیکھنا حرام ہے، البتہ حنفیہ اور مالکیہ نے فتنہ سے امن اور لذت کا قصد نہ ہونے کی شرط کے ساتھ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن اس شرط کا پایا جانا بہت مشکل ہے، خاص طور پر ہمارے اس دور میں جبکہ فساد عام ہو چکا ہے، اکثر احوال میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، اس لئے متأخرین حنفیہ نے مطلقاً عورت کے چہرے کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ درمختار کی باب الکراھیۃ میں ہے کہ:

فان خاف الشهوة أوشک امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والاّفحرام ، وهذا في زمانهم ، أمافی زماننافمنعَ مِنَ الشَابَّةِ ،قُهُسْتَانِيٌ وغيره ،الاالنظرَ لحاجةٍ کقاضٍ وشاهدِ يَحْکمُ ويشهدُ عليها الخ .

یعنی اگر شہوت کا خوف ہو یا شہوت کا شک ہو تو اس صورت میں عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا ممنوع ہے، لہذا عدم شہوت کی قید کے ساتھ عورت کی طرف نظر کرنا حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ اور یہ حکم ان فقہاء کے زمانے کا ہے، اور جہاں تک ہمارے اس دور کا تعلق ہے، اس میں تو نوجوان عورت کی طرف نظر کرنا ممنوع کہا گیا ہے، قہتانی وغیرہ، البتہ ضرورت کے وقت دیکھنا جائز ہے، جیسے قاضی کا فیصلہ سناتے وقت دیکھنا یا شاہد کا گواہی دیتے وقت دیکھنا الخ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ”شروط الصلاۃ“ میں فرماتے ہیں: **وتمنع المرأة الشابّة من کشف الوجه بين رجال ، لا لأنه عورة**

بل لخوف الفتنة .

یعنی نوجوان عورت کو مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے منع کیا جائیگا، یہ حکم اس لئے نہیں کہ وہ چہرہ ستر میں داخل ہے، بلکہ فتنے کے خوف کی وجہ سے.

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ باب التعزیر میں فرماتے ہیں: **یعزر المولی عبده والزوج زوجته علی ترک الزینة (إلی قوله) أو کشفت وجهها لغیر محرم.**

یعنی مولیٰ اپنے غلام پر اور شوہر اپنی بیوی پر زینت چھوڑنے پر یا اپنا چہرہ غیر محرم کے سامنے کھولنے پر تعزیری سزا جاری کرے گا۔

امام اُبوبکر جصّاص رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں اس آیت ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

فی هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبیین واظهار الستر والخفاف عند الخروج ، لئلا یطمع اهل الریب فیهن .(احکام القرآن : ج۳ص ۴۵۸)

یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ جوان عورت کو یہ حکم ہے کہ وہ گھر سے نکلنے کے وقت اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپائے اور پردہ اور موزے ظاہر کرے تاکہ اہل ریب ان کے اندر لالچ نہ کریں۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں:

وبهذا الذی قلنا تجتمع النصوص والروایات المتضادة بظاهرها ، فانک قد عرفت مما سردنا لک من الآیات والروایات ان بعضها یجوّز کشف الوجه والکفین ، اما علی الجزم والیقین کحدیث الفضل بن عباس عند البخاری وحدیث اسماء بنت أبی بکر فی السنن وحدیث الواهبة نفسها عند البخاری وأمثالها وبعضها یجوّز علی احتمال لاختلاف وقع بین الصحابة رضی اللّٰہ عنهم فی

تفسیر قولہ تعالیٰ الَّامَا ظَهَرَ مِنْهَا، على مَا مرّ تفصيله. (احکام القرآن، :۳–۴۶۹)

یعنی جو کچھ ہم نے کہا ہے، اس کے نتیجے میں وہ تمام روایات اور نصوص جن میں بظاہر آپس میں تضاد نظر آتا ہے متفق ہو جاتی ہیں، اس لئے کہ ہم نے پیچھے جو آیات اور روایات بیان کی ہیں، ان کو دیکھنے سے آپ یہ بات سمجھ گئے ہوں گے کہ ان میں سے بعض روایات جزم اور یقین کے ساتھ چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کو جائز قرار دے رہی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث اور سنن میں حضرت اسماء بنت ابی بکر والی حدیث اور بخاری شریف میں اس خاتون کا واقعہ جو اپنے نفس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کرنے کے لئے آئی تھی وغیرہ۔ اور بعض روایات احتمال کے ساتھ چہرا اور ہتھیلی کھولنے کو جائز قرار دے رہی ہیں، کیونکہ آیت کریمہ ''اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تفسیر میں حضرات صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہو گیا ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگے مزید فرماتے ہیں: **وبعضها يحرم كشف الوجه والكفين والنظر اليهما من الأجانب كقوله تعالىٰ: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ....... وقوله تعالىٰ: فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ....... وقوله تعالىٰ: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنّ، على تفسير الجمهور من الصحابة، ولقوله تعالىٰ: الَّامَاظَهَرَ على تفسير ابن مسعود رضي الله عنه.... فهذه نصوص الكتاب وروايات السنة ظاهرها التعارض والتضاد، وفيما ذكرنا لك بعون الله تعالىٰ: غنية عن هذا الاشكال، فانك اذا حققت ما قلنا عرفت ان هذه النصوص كلها محكمة غير منسوخة غير أن الحكم مشروط بشروط فحيث وجدت الشروط أجيز وحيث لا فلا ....**

اور بعض نصوص چہرہ اور ہتھیلی کھولنے اور اجنبیوں کا ان کی طرف نظر کرنے کو حرام قرار دے رہی ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: **وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ** اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَاءِ**

حِجَابٍ ....اور جمہور صحابہ کی بیان کردہ تفسیر کی بنیاد پر اللہ تعالی کا یہ ارشاد یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنّ ....اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''اِلَّا مَاظَهَرَ منها '' لہذا کتاب اللہ کی ان نصوص اور احادیث نبوی میں بظاہر تعارض اور تضاد نظر آرہا ہے لیکن ہم نے اوپر جو تفصیل بیان کی ہے، اس کے نتیجے میں الحمدللہ تعارض کا یہ اشکال ختم ہوجاتا ہے اور تمام نصوص اور احادیث اپنے اپنے معنی میں ثابت رہتی ہیں، ان میں سے کسی کو منسوخ ماننے کی بھی ضرورت نہیں، البتہ صرف اتنی بات ہے کہ یہ حکم چند شرائط سے مشروط ہوجائے گا، اب جہاں وہ شرطیں پائی جائیں گی وہاں چہرہ وغیرہ کھولنے کی اجازت ہوگی اور جہاں وہ شرائط نہیں پائی جائیں گی وہاں اجازت نہیں ہوگی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: **وهذا كله على تسليم حقيقة الاختلاف بين تفسيري ابن عباس وابن مسعود رضي الله عنهم، وقال شيخنا أشرف نور الله مرقده فى جزء أفرده فى هذ البحث المسمّى "بالقاء السكينة فى تحقيق ابداء الزينة" أنه لا اختلاف بين تفسيرهما عند التعمق وامعان النظر، فان لفظة 'ما ظهر' وان فسر بالوجه والكفين لكن المذكور فى الاستثناء هو صيغة الظهور لا الاظهار، وهو يشير اشارة واضحة الى أن الغرض استثناء ما لا يستطاع ستره بل بحيث يظهر عند الكسب والعمل من دون قصد الاظهار بأن يلحقهن ضرر بستره عند الكسب والعمل، فكان المستثنىٰ على تفسير ابن عباس رضى الله عنه أيضاً هو ظهور الوجه والكفين عند الاضطرار اليه، وهو لا ينافي في قول ابن مسعودؓ قلت: ويؤيد هذا المعنىٰ ماقال ابن كثير في تفسير قوله تعالىٰ: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا: أي لايظهرن شيئا من الزينة للأجانب الا ما لا يمكن اخفاءه.**

یعنی اوپر جو ہم نے تفصیل بیان کی، یہ اس بنیاد پر ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی دونوں تفسیروں کے درمیان اختلاف کی حقیقت کو تسلیم کرلیا جائے۔ لیکن ہمارے شیخ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اس موضوع پر ''القاء السکینة فی تحقیق ابداء الزینة'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، اس رسالہ میں فرماتے ہیں کہ ''اگر تعمق'' اور گہری نظر ڈالی جائے تو یہ نظر آئے گا کہ دونوں تفسیروں کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ لفظ ''ما ظهر'' کی تفسیر اگرچہ چہرہ اور کفین سے کی گئی ہے لیکن استثناء میں ''ظہور'' کا (لازمی) صیغہ ہے ''اظہار'' کا (متعدی) صیغہ نہیں ہے، اور یہ لازمی صیغہ اس طرف صاف اشارہ کر رہا ہے کہ جن اعضاء کا چھپانا استطاعت سے خارج ہے اور بلا قصد کسب اور عمل کے وقت ظاہر ہوجاتے ہیں اور ان کو چھپانے میں ضرر ہوتا ہے، ان کا استثناء کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق بھی مجبوری کی حالت میں چہرہ اور کفین کا کھولنا مستثنیٰ ہے، اور یہ تفسیر کے مطابق بھی مجبوری کی حالت میں چہرہ اور کفین کا کھولنا مستثنیٰ ہے، اور یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے منافی نہیں ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس معنی کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آیت قرآن ''وَلَا يُبْدِينَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، وہ یہ کہ خواتین اجانب کے سامنے اپنی زینت کا کوئی حصّہ بھی ظاہر نہ کریں، الّا یہ کہ ایسی زینت جس کا اخفاء ممکن نہ ہو۔

خلاصہ

بہرحال! پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو قرآن کریم کے ذریعہ اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے اور اگر وہ کسی ضرورت گھر سے باہر نکلے تو اس کو حکم یہ ہے کہ برقع یا چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لے اور یہ کہ اپنا چہرہ بھی نہ کھولے، البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں: ایک یہ کہ چہرہ کھولنے کی ایسی ضرورت ہو کہ چہرہ ڈھانپنے میں نقصان ہوسکتا ہو، جیسے بھیڑ میں چلنے کے دوران، یا کسی دوسری ضرورت کے وقت مثلاً: گواہی وغیرہ دیتے وقت، دوسری صورت یہ ہے کہ کسب اور عمل کے وقت بلا قصد اس کا چہرہ کھل جاتا ہو، البتہ ان دونوں

صورتوں میں مردوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ واللہ سبحانہ أعلم. (ماخوذ از تکملة فتح الملهم ج۴ ص ۲٦۱)

بدنظری

بدنگاہی سے کیسے بچیں

حضرت پیر ذو الفقار صاحب نقش بندی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم نے اپنی مختصر مگر جامع تالیف ''بدنظری'' میں بدنظری سے حفاظت کے لئے چند مجرب نسخے تحریر فرمائے ہیں، اس کو معمولی تبدیلی اور اضافہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

اقوال سلف کی روشنی میں

مشائخ کرام اپنے مریدین ومتوسلین کو بدنظری سے بچنے کے لئے مختلف طریقے بتاتے ہیں، بنیادی طور پر انہی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ خیال بدلنا۔

جب بھی انسان کا نفس غیر محرم کی طرف دیکھنے کا تقاضہ کرے تو سالک کو چاہئے کہ اپنا دھیان غیر محرم کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف جمالے، ذہن میں ارادتاً کوئی خیال سوچیں گے تو غیر محرم کا خیال خود بخود دور ہوجائیگا، چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اے عزیز جان تو کہ جب کوئی غیر محرم سامنے سے گذرے تو شیطان تقاضہ کرتا ہے کہ تو اس پر نظر ڈال اور دیکھ کیسی ہے؟

اس وقت شیطان سے مناظرہ کرنا چاہئے کہ میں کیوں دیکھوں؟

اگر یہ بدصورت ہے تو میں گناہ بے لذت کا مرتکب ہونگا، اگر خوبصورت ہے تو گناہ کے ساتھ ساتھ دل میں حسرت بھی پیدا ہوگی کہ کاش یہ مجھے حاصل ہوتی، ہر عورت تو حاصل ہو نہیں سکتی، لہذا دل کو افسردہ کرنے سے کیا فائدہ؟ پس دل یہی فیصلہ کرے گا کہ نہ گناہ کا ارتکاب ہو نہ ہی دل افسردہ ہو، دل کا اطمنان گنوانا عقلمند کا کام نہیں۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کسی حسین کی طرف طبیعت مائل ہو تو اس کا

علاج یہ ہے کہ فوراً کسی ایسے شخص کا تصور باندھو کہ جس کا رنگ کالا ہے، چیچک کے داغ ہیں، آنکھوں سے اندھا ہے، سر سے گنجا ہے دانت لمبے اور آگے کو نکلے ہوئے ہیں، ہونٹ موٹے موٹے ہیں، ناک بہہ کر ہونٹوں تک پہنچ چکی ہے، مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں تو طبیعت میں سخت کراہت پیدا ہوگی، یہ کراہت و نفرت اس جنس میلان کو ختم کردیگی جو حسین کو دیکھ کر قلب میں پیدا ہوئی تھی۔

کبھی کبھی یہ تصور کرے کہ یہ حسین جب مریگا اور قبر میں جائیگا تو اس کا نازک بدن گل سڑ جائیگا، کیڑے اسے کھائیں گے، سخت بدبو پیدا ہوگی، لہذا اس کو دیکھ کر میں اپنے رب کو ناراض کیوں کروں۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی حسین وجمیل کی طرف دیکھنے کو دل چاہے تو فوراً یہ تصور کرے کہ میرے شیخ میری طرف دیکھ رہے ہیں، تو طبیعت میں جھجک پیدا ہو جائے گی نظر ہٹ جائیگی پھر سوچے کہ میرے شیخ اس عمل کو دیکھیں تو کس قدر ناراض ہوں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو حقیقت میں دیکھ رہے ہیں، تو وہ کتنا ناراض ہوں گے، اس سے بدنظری سے توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔

۲۔ نفس کو سزا دینا

بدنظری سے بچنے کے لئے دوسرا طریقہ یہ ہیکہ انسان اپنے نفس پر سزا مقرر کرے کہ اگر بدنظری کی تو تمھیں یہ سزا دونگا، چونکہ سزا کی تکلیف زیادہ ہوگی بہ نسبت بدنظری کی لذت کے لہذا وقت کے ساتھ ساتھ بدنظری کی عادت رک جائے گی۔

حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ: بدنظری کا مرتکب ہونے پر بیس رکعت نفل پڑھنے کی سزا متعین کرلے، ایک دو دن ہی میں نفس چیخ اٹھے گا، اور بدنظری سے باز آجائیگا۔ شیطان بھی کہے گا کہ یہ شخص ایک مرتبہ بدنظری کرنے پر ۴۰ مرتبہ سجدہ کررہا ہے، ایسا نہ ہو کہ اس کے گناہ نیکیوں میں بدل دئے جائیں، میری زندگی بھر کی محنت ضائع جائیگی، لہذا اس شخص کو بدنظری کے لئے اکسانا ہی نہیں چاہیے

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو کھانے پینے کا چسکا ہو، اس کو چاہئے کہ تین روزے رکھنے کی سزا متعین کرے، جب بھوکا پیاسا رہیگا تو سب خرمستیاں رفو چکر ہوجائیگی۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ بدنظری کرنے والا اگر غریب شخص ہے تو اپنے اوپر کچھ مال کا صد

قہ کرنے کا جرمانہ مقرر کرے، جب اپنی ضرورتوں کو قربان کر کے مال کا صدقہ کرنا پڑے گا تو سب نشہ ہرن ہو جائیگا۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ نفس میں بدنظری کا داعیہ پیدا ہو تو تنہائی میں اپنی پیٹھ پر کپڑے کا کوڑا ابنا کر متعدد بار مارے، اور سوچے کہ جب قیامت کے دن فرشتے کوڑے لگائیں تو کیا بنے گا؟ اس طریقہ سے چند دنوں میں بدنظری کی عادت ختم ہو جائیگی۔

راقم الحروف کے چند مجرب نسخے

درج ذیل میں چند نسخے پیش کئے جاتے ہیں، جس سے راقم الحروف اور متعلقین نے بہت فائدہ پایا، قارئین ان نکات کو ذہن نشین کر کے فائدہ اٹھائیں۔

بدنظری کے مواقع سے بچے

(۱) سب سے بڑی احتیاط یہی ہے کہ جس مواقع پر بدنظری کا امکان ہو، ان سے گریز کریں شادی بیاہ کے موقع پر مخلوط محفلوں میں ہرگز نہ جائے۔

(۲) کسی جگہ جانے کے دو راستے ہوں تو وہ راستہ اختیار کرے جس میں بدنظری کا امکان کم ہو۔

(۳) بس میں اس طرف سوار ہو جہاں مرد بیٹھتے ہوں، عورتوں کی سیڑھی سے سوار ہو کر مردوں کی سیٹوں کی طرف نہ آئے۔

(۴) کسی کا دروازہ کھٹکھٹائے تو سامنے سے ہٹ کے کھڑا ہو، ایسا نہ ہو کہ کوئی بچہ دروازہ کھولے اور بے پردگی ہو۔

(۵) ریل، بس، ہوائی جہاز، آفس وغیرہ میں ایسے کاؤنٹر پر جائے جہاں مرد ہوں، تا کہ عورتوں سے بات چیت کا موقع ہی پیش نہ آئے۔

(۶) گاڑی میں سفر کرتے ہوئے اطراف کی گزرنے والی گاڑیوں پر نظر نہ جمائے۔ ممکن ہے بے پردہ عورت بیٹھی ہو تو بدنظری ہو جائیگی۔

(۷) اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت کھنکار کر ایسی آواز پیدا کرے کہ اگر کوئی غیر عورت موجود

ہوتو وہ پردہ کرے۔

(۸) بس، ٹرین، اور ہوائی جہاز کے سفر کے دوران کوئی دلچسپ کتاب اپنے پاس رکھے، اور اسے پڑھتے ہوئے وقت گذارے، جب تھک جائے تو سو جائے نیند نہ آئے تو مراقبہ کی نیت کر کے بیٹھا رہے۔ آنکھیں کھولنے سے مسافر خواتین پر نظر پڑنے کا اندیشہ ہوگا۔

(۹) راستہ چلتے نگاہ اس طرح نیچے رکھے کہ قریب سے گذرنے والوں کے پاؤں سے اندازہ ہو کہ مرد ہے یا عورت ہے۔

(۱۰) ہر وقت ذہن میں رکھے کہ عورتوں کو ہم سے پردہ نہیں کرنا ہے ہمیں عورتوں سے پردہ کرنا ہے

۔

(۱۱) طواف کے دوران نظروں کو قدموں پر جمائے رکھے، ہرگز ہرگز اوپر نہ اٹھنے دے۔

(۱۲) محلّہ کی وہ جگہ جہاں عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے، تنور، پانی کا پائپ، ریشن کی دوکان، اس طرف نظر ہی نہ اٹھائے۔

(۱۳) تفریح گاہوں میں اول تو جائے نہیں، اگر مجبوری میں جانا پڑے تو ایسا وقت اور ایسے دن کا انتخاب کرے کہ لوگ نہ ہونے کے برابر ہوں۔

(۱۴) اگر کسی ایسے دفتر یا ائرپورٹ لاؤنج، یا ویٹنگ ہال، یا پلاٹ فارم، بس اڈہ میں انتظار کے لئے بیٹھنا پڑے، جہاں ٹی وی چل رہا ہو، یا عورتوں کی تصویریں لگی ہوں تو ارادۃً ان کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے۔

(۱۵) آٹو رکشا، تانگے، سائیکل رکشا، ٹون بس، وغیرہ میں اگر خواتین موجود ہوں تو ان کی طرف نظر نہ اٹھائے۔

(۱۶) جس سڑک یا گلی میں لڑکیوں کا کالج اور اسکول یا ہاسٹل ہو، اس سے گزرنا چھوڑ دے تو بہتر ہے

(۱۷) چچی، تائی، ممانی، بھابی، وغیرہ کسی جگہ موجود ہوں تو کوشش یہ کریں کہ جب وہ چلی جائیں اس وقت مکان میں داخل ہو تا کہ بے پردگی کا موقع ہی ہاتھ نہ آئے۔

(۱۸) عورتوں سے ٹیلوفون پر بات نہ کرے، اور اگر اشد ضرورت ہو تو اہلیہ اور ماں بہنوں سے بشر طیکہ وہ عورت صالحہ ہو بات کروائے، ورنہ بات جتنی کم اور جلدی ہو سکے ختم کر دے۔

(۱۹) راستہ میں چلتے ہوئے پوسٹروں اور ایسے اعلانات جس میں عورتوں کی تصویریں ہوں، اس کو نہ دیکھیں۔

(۲۰) اخبارات اور میگزین میں عورتوں کی تصویروں خواہ وہ سیاست میں لگنے والی عورتوں کی تصویریں ہی کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز نہ دیکھے۔

(۲۱) سگنل میں اگر آپ رکیں آپ کے برابر یا آپ کے آگے اسکوٹر وغیرہ پر عورت ہو تو آپ یا تو بالکل آگے ہو جائیں، یا بالکل پیچھے تا کہ عورتوں کے بال اور پشت وغیرہ پر نظر نہ پڑے۔

بیوی کو خوش رکھے

(۲) اپنی بیوی کے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ رکھے۔ اس کے پہننے اوڑھنے وغیرہ کا خیال رکھے جب بیوی گھر میں خاوند کو محبت و پیار دے گی خدمت کرے گی مسکراہٹوں سے استقبال کرے گی تو خاوند کی طبیعت غیر محرم کی طرف متوجہ نہیں ہوگی۔ ذرا غور کریں اس صورت حال پر کہ جب میاں بیوی کا روزانہ گھر میں جھگڑا ہو۔ پریشان حال خاوند دفتر میں بغیر ناشتہ کئے پہنچ جائے۔ وہاں اس کی بے پر دہ کارکن خاتون مسکرا کر انتہائی ہمدردانہ لہجے میں پوچھے کہ سر!

آپ کیسے ہیں؟ تو اس لڑکی کی مسکراہٹ خاوند کی ازدواجی زندگی میں زہر گھول دیتی ہے۔ اس صورت حال میں ہنستے بستے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ جب گھر میں خوبصورت بیوی جھگڑے کرتی رہے تو باہر کی کالی کلوٹی عورت بھی حور پری نظر آنے لگتی ہے۔ لہذا میاں بیوی دونوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ گھر میں الفت و محبت کا ماحول رہے تا کہ باہر کی گندگیوں سے بچنا آسان ہو۔ عام طور پر بدنظری کے مرتکب وہی ہوتے ہیں جن کی بیوی نہیں ہوتی یا بیوی ہوتی ہے مگر وہ بیوی سے جنسی طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔

قرآن مجید نے بیوی کا مقصد بتایا ہے:

لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا (تا کہ تم اس سے سکون پاؤ) اور جو بیوی پرسکون خاوند کو پریشان کر دے وہ اللہ

تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دے گی۔ آج کا نوجوان اگر بیوی کو اس شوق سے دیکھے جس شوق سے ٹی وی کو دیکھتا ہے تو بیوی جنت کی حور نظر آنے لگ جائے گی۔ سنا ہے کہ غلبہء محبت میں زلیخا نے ہر چیز کا نام یوسف رکھ دیا تھا۔ اسے دنیا میں یوسف کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا جب بیوی اور خاوند میں ایسی سچی محبت ہوگی تو خاوند کی کسی غیر محرم پر نظر ہی نہیں پڑے گی۔

اپنے آپ کو بے طمع کرلے

سالک بار بار اپنے دل میں یہ خیال جمائے کہ میں اللہ رب العزت کو ناراض نہیں کرنا چاہتا، میری غیر محرم پر اٹھنے والی ہر نظر مجھے میرے محبوب حقیقی سے دور کریگی۔ جب کہ غیر محرم سے ہٹنے والی ہر نظر مجھے محبوب حقیقی کا قرب نصیب کرے گی۔ لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو اپنے لئے چن لیا ہے۔ اس کی محبت میں آکر میں نے غیر محرم کی طرف دیکھنے سے توبہ کرلی ہے۔ اب کوئی بے پردہ عورت سامنے آئے گی مجھے اس سے کوئی طمع نہیں۔ وہ نیلی ہے پیلی ہے یا پتلی ہے یا موٹی ہے۔ گوری ہے یا کالی ہے حور ہے یا ڈائن ہے کسی اور کے لئے ہے میرے لئے نہیں۔ جب مجھے اس سے کوئی مطلب پورا نہیں کرنا تو دیکھنے کا کیا فائدہ۔

گلی بازار سے گزرتے ہوئے جب نفس غیر محرم کی طرف دیکھنے کی خواہش کرے تو فوراً اپنے دل میں یہ خیال دہرائے کہ مجھے اس سے کوئی طمع نہیں۔ آپ نے تجربہ کیا ہوگا؛ کہ اگر کسی بس میں یا انتظار گاہ میں کوئی مرد آپ کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ جائے تو آپ کو محسوس ہی نہیں ہوتا، اور اگر کوئی عورت بیٹھ جائے تو ذہن منتشر ہوکر اسی کے متعلق سوچنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ نفس میں طمع ہوتی ہے، اگر وہی بوڑھی عورت ہو تو پرواہ ہی نہیں ہوتی، یہ ثبوت اس بات کا ہے کہ نفس میں خباثت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو دل سے ارادتاً دور کرنے کی کوشش کرے۔ رات کے آخری پہر میں تہجد کے بعد اللہ رب العزت سے دعا مانگے اے مالک مجھے غیر محرم میں اور دیوار میں کوئی فرق نہ رہے، اس کی برکت چند دنوں میں ظاہر ہوکر رہے گی۔ آزمائش شرط ہے۔

حور کی خوبیوں کا تصور

اگر نفس غیر محرم کی طرف دیکھنے کی خواہش کرے تو سالک اپنے دل میں حور کی خوبیوں کا تصور کرے مثلا:

حُوْرٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (خیمہ میں رکی رہنے والی حوریں)
قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ (نیچی نگاہ رکھنے والی حوریں)
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (ان سے کسی آدمی یا جن نے قربت نہ کی)
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (حیض ونفاس سے پاک بیبیاں)
كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ (یاقوت مرجان جیسے موتیوں کی طرح حوریں)

ان تمام صفات کو مدنظر رکھ کر غیر محرم کے متعلق سوچے کہ کبھی حیض کا بدبودار خون جاری ہے کبھی نفاس جاری ہے، روزانہ کئی بار پیشاب پاخانے کی گندگی پیٹ سے نکلتی ہے، ناک صاف کرتی ہے، منہ سے بلغم خارج ہوتی ہے، بغلوں سے پسینے کی بو آتی ہے، سر میں جوئیں پڑی ہوئی ہیں، چند دن نہ نہائے تو بدبو آئے، مسواک نہ کرے تو منہ سے بدبو آئے، بیمار ہو تو چند دن میں لاغر ہو جائے، بوڑھی ہوگی تو چہرہ چھوہارے کی طرح بن جائے گا، منہ میں دانت نہیں رہیں گے، پیٹ میں آنت نہیں رہے گی،، کمر جھکا کے چل رہی ہوگی، منہ سے الفاظ پورے نہیں نکلیں گے، پوشیدہ حصوں کے بال نہ صاف کرے تو جنگل کا نمونہ بن جائے، ہر وقت پیٹ میں پاخانے اور پیشاب کی گندگی اٹھائے پھر رہی ہے، کیا ایسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر میں اپنے پروردگار کو ناراض کروں؟

جنت کی نعمتوں اور حوروں سے محروم ہو جاؤں؟ وہ حور جو ہمیشہ باکرہ رہے گی، موتیوں کی طرح چمکتی ہوگی، جسم کے ہر حصے سے خوشبو آئے گی، پاک وصاف ہوگی، اگر لعاب کھارے پانی میں ڈالے تو میٹھا ہو جائے، اگر انگلی عرش سے نیچے نکالے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔ اگر مسکرا کر بات کرے تو مردہ بھی زندہ ہو جائے، جس کو کسی غیر نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، جس کے دل میں محبت کے اٹھتے ہوئے جذبات کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے گا، نہ بیماری ہوگی نہ خواری ہوگی، بالاخانے میں بیٹھی خاوند کا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں ایسی باوفا حسین وجمیل بیوی سے غیر محرم کی طرف

ایک نظر اٹھا کر دیکھنے کی خاطر محروم ہو جاؤں یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ پس دنیا میں میرے لئے میری بیوی ہے اور آخرت میں میرے لئے حوریں ہیں۔ گلی بازار میں پھرنے والیوں سے مجھے کوئی طمع نہیں ہے۔ میں غیر محرم سے ہر ہر نظر بچاؤنگا۔ اپنے رب کو مناؤں گا اور حوروں کا حق دار بن جاؤں گا۔

دیدار الٰہی سے محرومی کا تصور کرو

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جنتیوں کو اللہ تعالی کا دیدار نصیب ہوگا۔ بعض کو ایک مرتبہ ہوگا بعض کو ہر سال ہوگا۔ بعض کو ہر مہینہ ہوگا۔

کسی کو ہر جمعہ کے دن ہوگا اور بعض لوگوں کو ہر روز ہوگا۔ ایسے میں وہ شخص جو دنیا میں نابینا پیدا ہوا، اور اس نے نیکوکاری اور پرہیز گاری اور صبر شکر والی زندگی گزاری۔ اس کو یہ سعادت نصیب ہوگی کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دیدار میں محو رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ میرا وہ بندہ ہے جس نے دنیا میں کسی غیر کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھا اب یہ جب چاہے میرے چہرۂ انور کا دیدار کرے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ کی رضا کی خاطر غیر محرم سے اپنی نظروں کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جنت میں ہر ہر نظر کے بدلے ایک ایک مرتبہ اسے اپنے چہرۂ انور کا دیدار عطا فرمائیں گے۔ سالک کو چاہئے کہ وہ اس مضمون کا مراقبہ کرے اور اپنے دل کو سمجھائے کہ میں چند لمحوں کی بدنظری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم کیوں ہو جاؤں؟

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ جنت میں عمل کا اجر اسی کی جنس سے ہوگا۔ لہذا جو شخص غیر محرم کے چہرے سے آنکھ ہٹائے گا اسے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی سعادت نصیب ہوگی۔ سالک کو چاہئے کہ غیر محرم سے نظریں ہٹائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا حقدار بن جائے۔

اپنی ماں بیٹی کا تصور کرو

انسان کا نفس غیر محرم کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنا چاہے تو فوراً دل میں ماں یا بیٹی کا تصور کرے اور اس کے متعلق سوچنا شروع کر دے۔ یہ اتنے مقدس رشتے ہیں کہ نفسانیت کے تقاضے اس طرح ختم ہو جاتے ہیں جس طرح پانی ڈالنے سے آگ کے شعلے بجھ جاتے ہیں۔ مگر یہ عمل باحیا اور باشرع

لوگوں کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔

آنکھوں میں سلائی پھیرنے کا تصور کریں

علماء کرام نے لکھا ہے کہ بدنظری کرنے والا جہنم میں پہنچے گا تو فرشتے اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالیں گے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ لوہے کی سلاخیں گرم کر کے اس کی آنکھوں میں گھونٹ دیں گے۔ جب سالک کا نفس بدنظری پر اکسائے تو سالک اپنے ذہن میں تصور کرے کہ وقتی لذت کی خاطر میری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں گی تو کیا حال ہوگا۔ چند دن متواتر یہ تصور کرنے سے نفس کی خباثت ختم ہو جائے گی۔

اصول کی بات

جن لوگوں کو بدنظری کی پرانی عادت ہوتی ہے اور ابتدائی نسخوں سے ان کے نفس کی ہٹ دھرمی دور نہیں ہوتی، انہیں چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجھائیں: کہ اللہ رب العزت کے ہاں ایک اصول ہے۔ جو شخص کچھ گناہ کا ارتکاب شروع کرے تو اول تو رب کریم اس کے ساتھ حلم اور بردباری کا معاملہ فرماتے ہیں۔ اگر بندہ پیچھے نہ ہٹے تو کچھ عرصہ ستاری کا معاملہ فرماتے ہیں۔ اگر پھر بھی آگے بڑھتا جائے تو سزا کا ارادہ فرماتے ہیں۔ اور جس بدنصیب کے لئے سزا کا ارادہ کر لیں پھر اس کی تنگی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔ گھر بیٹھے بٹھائے ذلیل کر دیتے ہیں۔

دوسرے کے لئے عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں۔ لہذا میں بہت عرصے سے بدنظری والے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں، ابھی تک اللہ تعالیٰ ستاری کا معاملہ فرما رہے ہیں۔ اگر سزا کا ارادہ کر لیا تو میں دین و دنیا میں برباد ہو جاؤں گا، کہیں کا نہیں رہوں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ (الحج:۱۸)

جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اس آیت کا تصور کرنے سے بدنظری کی عادت سے جان چھوٹ جاتی ہے۔

اپنے نفس سے مناظرہ

جب انسان کا نفس بدنظری کی کوشش کرے تو اپنے نفس سے یوں مناظرہ کرنا چاہئے۔

اے نفس! تیرا نام اتنا بلند مگر تیری حرکتیں اتنی پست ہیں۔

تو مخلوق کی نظر میں اللہ کا دوست ہے مگر اللہ کے دشمنوں والے کام کر رہا ہے۔

تو ظاہر میں مؤمن ہے باطن میں فاسق ہے۔

تو اوپر سے لا الہ ہے اندر سے کالی بلا ہے۔

تو ظاہر میں اللہ کا بندہ ہے تنہائی میں شیطان کا پجاری ہے۔

تیری زبان اللہ کی طلبگار ہے تیری آنکھ کو غیر محرم سے پیار ہے۔

تو مخلوق کی نظر میں صوفی صافی ہے مگر خالق کے نظر میں قابل معافی ہے۔

تیرے ظاہر پہ سنت سجی ہوئی ہے تیرے باطن میں شہوت بھری ہوئی ہے ۔

مخلوق کی نظر سے تیری حرکتیں پوشیدہ ہیں مگر خالق حقیقی کی نظر میں آشکار ہیں۔

تو ظاہر میں جنت کا طالب ہے مگر در حقیقت جہنم کا خریدار ہے۔

بہتر یہی ہے کہ خسارے کی تجارت سے باز آ۔

گھاٹے اور نقصان کے سودے سے پیچھے ہٹ جا۔

اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے، شاید یہ تیری مہلت کا آخری دن ہو بعد میں حسرت وافسوس کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیا چگ گئیں کھیت

چند مرتبہ نفس کے ساتھ اس طرح مناظرہ کرنے سے بدنظری میں خاطر خواہ کمی آئے گی۔

مراقبہ معیت

جب انسان کا نفس بدنظری سے باز نہ آئے تو سالک معیت الٰہی کا استحضار پیدا کرنے کے لئے ہر نماز کے بعد چند لمحے اپنے دل میں آیت کریمہ کا مضمون سوچے کہ : **هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ** (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو)۔

پھر اپنے نفس کو سمجھائے کہ دیکھو تم اللہ تعالیٰ کی نظر سے کہیں بھی اوجھل نہیں ہو سکتے ، جب تم

غیر محرم کو دیکھ رہے ہوتے ہو پروردگار تمہاری طرف دیکھ رہا ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بردباری ہے کہ تمہاری پکڑ نہیں فرما رہے، اگر یہی کچھ کرتے رہے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، یہ نظر کے تیر تمہیں روحانی موت ملنے کا سبب بنیں گے، ادلے کا بدلہ ہو کے رہتا ہے تم غیر عورت کو للچائی نظروں سے دیکھتے ہو کوئی تمہاری عورتوں کو ایسی نظروں سے دیکھے گا، اے نفس! یہ بات اچھی طرح جان لے کہ

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

انشاء اللہ اس مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی اور بدنظری سے توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔

ایک مغالطہ

بعض نوجوان یہ چاہتے ہیں کہ نفس میں غیر محرم کی طرف دیکھنے کا خیال اور تقاضا ہی پیدا نہ ہو۔ اسکے حاصل نہ ہونے پر بہت پریشان ہوتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہمارے ذکر و مراقبے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہوتا ہے اگر نفس میں بدنظری کی خواہش ہی نہ رہے تو اس سے بچنا کون سی بہادری ہے۔ اندھا کہے کہ میں غیر محرم کو نہیں دیکھتا تو یہ کون سی فخر کی بات ہے۔ مزہ تو یہ ہے کہ بھرپور شہوت کے باوجود گناہ سے بچ جائے۔ دل میں ندامت و شرمندگی کا پیدا ہونا اور غیر محرم کی طرف نظر اٹھانے سے بچ جانا یہی بہت بڑا جہاد ہے۔ یہ سب کچھ زندگی بھی کرنا پڑتا ہے اور اپنی کوتاہیوں پہ رونا دھونا پڑتا ہے۔ جب اس حال میں مریں گے تو قبر میں پرسکون کی نیند آئے گی۔ شاید فرشتے منکر نکیر آپس میں یوں گفتگو کریں۔

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

تم کتاب اللباس المحمود

صلی اللہ علیہ وسلم